ہتھکڑیاں ڈلوانے مجرموں کی قید میں پہنچ جاتے تو کیا اسے واقعی فائٹ گروپ کہا جا سکتا ہے۔

لیکن اس فائٹ گروپ کی انچارج جولیا تھی۔ جولیا جسے سیکرٹ سروس میں صرف نمائش کے لئے ہی شامل نہ کیا گیا تھا۔ اس نے یہ عہدہ اپنی بے پناہ صلاحیتوں کے بل پر ہی حاصل کیا تھا۔ اس لئے کیا جولیا اپنے گروپ کو یوں مٹی کا ڈھیر ہوتے برداشت کر سکتی تھی —؟ ہرگز نہیں — جولیا فائٹ گروپ نے بہرحال ثابت کر دیا کہ وہ فائٹ گروپ ہے۔ اور پھر حیرت انگیز بات یہ بھی کہ عمران، جولیا فائٹ گروپ میں شامل نہ ہونے کے باوجود اس کہانی میں شامل ہے اور آپ جانتے ہیں کہ جہاں عمران ہو وہاں کسی اور کا چراغ نہیں جل سکتا۔ چنانچہ یہ کہانی انتہائی حیرت انگیز — حد سے زیادہ دلچسپ — سسپنس خیز اور یادگار کہانی کے روپ میں ڈھلتی چلی گئی۔

مجھے یقین ہے کہ یہ کہانی اپنے بھرپور تاثر کی وجہ سے آپ کو عرصے تک یاد رہے گی۔

والسلام

مظہر کلیم ایم۔ اے

عمران نے کار جولیا کے فلیٹ کے نیچے روکی اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر دروازے پر پہنچ گیا۔ فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور سامنے ہی ڈرائنگ روم میں جولیا صوفے پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہی تھی۔

"مجھے پہلے بتایا ہوتا میں تمیرو بھی ساتھ لے آتا —" عمران نے اندر داخل ہوتے ہوئے لہجے کو دانستہ سنجیدہ بنا کر کہا۔

"اوہ آؤ بیٹھو —" جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے انداز سے بیزاری اور سنجیدگی ٹپک رہی تھی۔

"کیا ہوا۔ کیا فالج کا حملہ ہو گیا ہے —" عمران نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"فالج کا نہیں تو۔ تمہیں یہاں فالج کا کیا تعلق —" جولیا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تم اس انداز میں بیٹھی ہو جیسے حرکت کرنے سے ہی معذور ہوگئی ہو۔ اس لئے پوچھ رہا ہوں۔ ویسے میرے پاس فالج کا بڑا اکسیری نسخہ موجود ہے" — عمران نے مسکرا کر سامنے والے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو عمران میں نے تمہیں ایک خاص مشورے کے لئے بلایا ہے۔ اس لئے پلیز سنجیدگی اختیار کرو" — جولیا نے بے حد سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن تمہاری صنف تو ابھی تک نہیں بدلی۔ کم از کم میں تو یہی سمجھتا ہوں" — عمران نے حیرت بھرے انداز میں اپنے جسم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"صنف نہیں بدلی۔ کیا بکواس ہے" — جولیا نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

"یعنی وہ خاص مشورہ تو لیڈیز۔ مم۔ مم میرا مطلب......" عمران نے شرماتے اور لجاتے ہوئے انداز میں کہا۔ اور جولیا نے پاس پڑا ہوا ہینڈ بیگ بڑے غصیلے انداز میں اٹھا کر پوری قوت سے عمران کو مارا مگر ظاہر ہے عمران ایسے نشانوں کی زد میں کہاں آتا تھا۔

"ارے ارے یہی تو نسخہ تھا فالج دور کرنے کا۔ دیکھا اب جسم میں حرکت آگئی ہاں" — عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور جولیا نہ چاہنے کے باوجود ہنسنے پر مجبور ہوگئی۔

"بس ٹھیک ہے۔ اب پورا فالج ختم ہوگیا۔ لیکن تمہیں یہ بیٹھے بٹھائے ہوا کیا۔ مجھے تو تمہارا نروس بریک ڈاؤن ہوا نظر آتا ہے"

عمران نے بڑے معصوم انداز میں کہا۔

"بس تم اپنی طب بند کرو۔ پہلے فالج اب نروس بریک ڈاؤن۔ بس بس" — جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چلو بند کردی۔ بلکہ زپ لگا دی۔ ویسے میرے پاس اس بیماری کا بڑا اکسیری نسخہ تھا۔ بہرحال تمہاری مرضی" — عمران نے صوفے سے پشت لگاتے ہوئے کہا۔

"میں ایکسٹو کو چھوڑ رہی ہوں" — جولیا نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد یوں کہا جیسے کوئی بہت بڑا دھماکہ کر رہی ہو۔

"فوراً چھوڑ دو۔ اس سے تمہیں کیا ملتا ہے۔ بڈھا کھوسٹ ہوگا۔ تبھی تو پردے میں رہتا ہے۔ میری خدمات حاضر ہیں" — عمران نے جولیا کی توقع کے خلاف بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ میں سیکرٹ سروس چھوڑنا چاہتی ہوں" جولیا نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا ویری گڈ۔ یہ تو اور بھی اچھا ہے۔ دوسرے رقیب کی بھی چھٹی۔ میرا مطلب ہے تنویر سیکرٹ سروس میں ہی ہے ناں۔ پھر تو میرا سکوپ سو فیصد بن جائے گا" — عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"میں سنجیدہ ہوں عمران" — جولیا نے کہا۔

"تو میں کب رنجیدہ ہوں مس جولیا سوڈ لواٹر۔ اوہ سوری یہ میری یادداشت بھی عجیب ہے جہاں ضرورت ہوتی ہے وہیں غوطہ کھا جاتی ہے اور خود بھی ایسا کہ پھر ابھرنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ جو میرا خیال ہے فلاٹر تھا تمہارا نام تھا مگر نہیں" — عمران نے ایک ہاتھ سے پیشانی

پکڑتے ہوئے جواب دیا۔

"فرمواٹر ۔۔۔۔" جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں فائر واٹر۔ یعنی لڑنے والا پانی۔ واہ کیا خوبصورت نام ہے الو کا۔ منفرد ۔۔۔" عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"سنو عمران۔ میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ چاہے ایکسٹو مجھے قتل کیوں نہ کرا دے میں اب سیکرٹ سروس میں نہیں رہ سکتی۔" جولیا پر ایک بار پھر سنجیدگی کا دورہ پڑ گیا۔

"تو کوئی بات نہیں۔ سیکرٹ سروس کو اپنے میں رکھ لو۔ لوگ سروس بھی کرتے ہیں۔ سروس کے جوتے بھی پہنتے ہیں اور سروس میں رہتے بھی ہیں۔ سروس چھوڑ بھی دیتے ہیں اور سروس سے ریٹائر بھی ہو جاتے ہیں۔ بات تو سروس کی ہے ناں ۔۔۔" عمران نے جواب دیا۔

اور جولیا چند لمحے خاموشی سے عمران کو دیکھتی رہی پھر اس نے پاس پڑا ہوا فون کا رسیور اٹھا لیا اور ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے اور عمران اسے اس بار واقعی حیرت سے دیکھنے لگا۔ وہ اب تک یہی سمجھا تھا کہ شاید جولیا اسے کسی نئے انداز میں چیک کرنا چاہتی ہے لیکن جولیا تو واقعی سنجیدہ تھی۔ اور یہ بات کم از کم عمران کے لیے انتہائی حیرت انگیز تھی۔ لیکن وہ خاموش رہا۔

"ایکسٹو ۔۔۔" چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز ابھری۔ یقیناً فون بلیک زیرو اٹینڈ کر رہا تھا۔

"سر میں جولیا بول رہی ہوں۔ آپ سے ایک درخواست کرنی ہے۔"

جولیا نے اُلجھے الجھے لہجے میں کہا۔

"کہو ۔۔۔" ایکسٹو کا لہجہ اور سرد ہو گیا۔

"سر میں سیکرٹ سروس چھوڑنا چاہتی ہوں۔ ہمیشہ کے لیے" جولیا نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"کیا تم ہوش میں ہو جولیا ۔۔۔" ایکسٹو کا لہجہ کرخت ہو گیا۔

"یس سر میں سنجیدہ ہوں۔ آپ چاہے مجھے قتل کرا دیں۔ لیکن اب میں سیکرٹ سروس کے لئے کام نہیں کر سکتی ۔۔۔" جولیا نے کہا۔

"ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔ میں کسی کو مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن سیکرٹ سروس چھوڑنے کا جو نتیجہ ہوتا ہے وہ بہرحال تمہیں بھگتنا ہوگا ۔۔۔" ایکسٹو نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔ عمران بلیک زیرو کے مضبوط اعصاب کی دل ہی دل میں داد دینے لگا کہ اس نے ذرا سی بھی حیرت ظاہر کئے بغیر وہی کچھ کہا جو اسے کہنا چاہیے تھا۔

جولیا ہاتھ میں رسیور پکڑے بت بنی بیٹھی رہی اور پھر رسیور اس کے ہاتھ سے خود بخود نیچے گر گیا اور دوسرے لمحے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ عمران نے اسے چپ کرانے کی قطعاً کوشش نہیں کی۔ بلکہ خاموش بیٹھا رہا۔

"یہ انسان نہیں پتھر ہے پتھر۔ سرد پتھر۔ اس کے لیے کسی کے جذبات کسی کی خدمات کا کوئی صلہ نہیں۔ بس کام کئے جاؤ۔ حکم مانتے جاؤ۔ اور پھر کسی روز مر جاؤ۔ لیکن یہ تو لاش بھی دھوپ سے اٹھا کر چھاؤں

میں نہیں رکھے گا۔ یہ ظلم ہے۔ ظالم چیف ۔۔۔۔" جولیا نے ہچکیاں لے لے کر روتے ہوئے کہا۔ عمران خاموش بیٹھا سنتا رہا لیکن اس نے کوئی تبصرہ نہ کیا۔ چند لمحوں بعد جولیا خاموش ہو گئی۔ اس نے جیب سے ٹشو پیپر نکال کر آنکھیں صاف کیں اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ڈسٹرواٹر ختم ہو گیا۔ تماشا جمع ہو گیا تھا ۔۔۔" عمران نے پہلی بار تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم بھی اسی قبیل کے آدمی ہو۔ مسخرے۔ سر و مزاج۔ بہتر نکل جاؤ [illegible] مر جاؤں گی ۔۔۔" جولیا نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور کسی عقاب کی طرح عمران پر جھپٹ پڑی۔

"ارے ارے کم از کم نکاح۔ ارے۔ ارے ۔۔۔ ۔۔۔" عمران نے دونوں ہاتھ سر کے گرد لپیٹتے ہوئے اپنے آپ کو جولیا کے دو ہتھڑوں سے بچانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نکل جاؤ۔ میں کہتی ہوں نکل جاؤ۔ میرے فلیٹ سے۔ تم بھی آدمی نہیں ہو ۔۔۔" جولیا نے چیختے ہوئے کہا اور وہ بُری طرح عمران کو دھکیلنے لگی۔

"ارے میری بات تو سنو۔ ارے بیٹھے بٹھائے مس سے مسز اور ارے ۔۔۔" عمران نے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے کہا۔

"جولیا یہ کیا ہو رہا ہے ۔۔۔" اچانک دروازے سے صفدر کی آواز سنائی دی اور جولیا پر چڑھا ہوا دورہ یکلخت ختم ہو گیا۔ وہ

ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔ اس کا چہرہ غصے اور جھنجھلاہٹ سے سرخ پڑا ہوا تھا۔

"لو گواہ بھی آ گیا۔ خدا کرے کہ ابھی دوسرا گواہ اور مولوی صاحب بھی آ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نیک نیت لوگوں کی مدد کرتا ہے ۔۔۔" عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تم کیسے آئے ۔۔۔؟" جولیا نے چند لمحوں بعد صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اب وہ اپنے آپ پر قابو پا چکی تھی۔

"مجھے ایکسٹو نے فون کیا تھا کہ تم سیکرٹ سروس چھوڑ رہی ہو" صفدر نے [illegible] لہجے میں کہا۔

"تو مجھے سیکرٹ سروس چھوڑنے کی سزا دینے آئے ہو۔ ٹھیک ہے مار دو گولی ۔۔۔" جولیا نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے جولیا۔ خواہ مخواہ کو غصہ چڑھا رہی ہو۔ تم سیکرٹ سروس کی اہم اور سینئر رکن ہو۔ ایکسٹو نے اپنے بعد تمہیں انچارج بنایا ہوا ہے۔ وہ تم پر مکمل اعتماد کرتا ہے اور تم ۔۔۔۔۔" صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا اور جولیا یکلخت ٹھنڈی پڑ گئی۔ اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے اس کی کوئی نفسیاتی گرہ کھل گئی ہو۔ وہ مسکراتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی۔

"تو پھر مجھے اس نے نظر انداز کیوں کر رکھا ہے۔ اس لئے کہ اب وہ مجھ پر اعتماد نہیں کرتا۔ میں نے سیکرٹ سروس سے غداری کی تھی۔ لیکن تم جانتے ہو اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ مجھے دفاعی طور پر

لے۔ اس کے لئے پڑھیے مظہر کلیم ایم اے کا شاہکار ناول "غدار جولیا"

کنٹرول کر لیا گیا تھا ——" جولیا نے کہا۔

"کیسی غداری، کیسی باتیں کر رہی ہو تم۔ سب جانتے ہیں کہ اصل چکر کیا تھا۔ پھر تمہارا ایسا سوچنا ہی حماقت ہے۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ اگر تم پر ذرا سا بھی غداری کا شبہ باقی رہ جاتا تو تم دوسرا سانس بھی نہ لے سکتیں ——" صفدر نے جھڑکتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھے نظر انداز کیوں کیا جا رہا ہے۔ کوئی کیس نہیں۔ بالا ہی بالا کام ہو جاتے ہیں اور میں فلیٹ میں بیٹھی مکھیاں مارتی رہتی ہوں ——" جولیا نے کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔ یہ دراصل سارا قصور عمران کا ہے۔ میں نے خود محسوس کیا ہے کہ کئی ماہ سے یہ ہر کیس اکیلا ہی نپٹا لیتا ہے اور ہمیں اس وقت پتہ چلتا ہے جب مجرم پکڑے جا چکے ہوتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ ہم نگرانی کرتے اور تعاقب کرتے رہ جاتے ہیں۔" صفدر نے مسکرا کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو خاموش بیٹھا الوؤں کی طرح بس ویسے گھورے چلا جا رہا تھا۔

"میری بات کرتے ہو۔ کمال ہے آدمی نیکی کرے تب بھی جرم وار۔ میں نے سوچا ملک میں مکھیاں بہت ہو گئی ہیں۔ چلو سیکرٹ سروس کو اس دھندے سے لگا دو۔ آخر یہ بھی تو خدمت ہے۔ ویسے باقی دن مجھے بیکار کیا ہو گیا ہے ——" عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"اسی لیے یہ مجھے کہہ رہا تھا کہ چھوڑ دو سیکرٹ سروس۔ یہ خود غرض اور مطلبی آدمی اس لئے مجھے مروانا چاہتا تھا۔ تاکہ یہی کام کرتا رہے ——"

جولیا اب عمران پر الٹ پڑی۔

"یارو کچھ سوچو۔ غور کرو۔ آج کل کتنی مہنگائی ہے۔ تمہیں تو لمبی لمبی تنخواہیں ملتی ہیں۔ فلیٹ رہائش کے لیے مفت ملے ہوئے ہیں ٹیلیفون فری۔ کاریں مفت۔ پٹرول مفت۔ ہوٹلوں کے بل سیکرٹ سروس کے کھاتے میں اور تنخواہ سیدھی بنک میں۔ اور میں۔ میں کیا کروں سلیمان ہر وقت میری گردن پکڑے رہتا ہے کہ لاؤ خرچ۔ سوپر فیاض ہر وقت فلیٹ خالی کرانے کی دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔ پٹرول پمپ والے اب پٹرول نہیں دیتے۔ کہتے ہیں جتنا پٹرول تم ادھار لے چکے ہو اتنی رقم میں نیا پٹرول پمپ چل سکتا ہے۔ ورکشاپ والے میری کار کو دیکھتے ہی ورکشاپ کا پھاٹک بند کر دیتے ہیں۔ دھوبی۔ درزی۔ نائی۔ موچی۔ کیا کیا گنواؤں۔ بس بھاگ دوڑ کر کے کچھ کام ہو جاتا ہے تو تمہارا چھوٹا سا چیک پکڑا دیتا ہے ——" عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا اور جولیا کی صورت دیکھنے والی ہو گئی۔ اس کو شاید تصور بھی نہ تھا کہ عمران کا یہ حال بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے چہرے پر شدید خیالات کے آثار نمایاں تھے۔ جبکہ صفدر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ وہ عمران کی رگ رگ سے واقف تھا۔

"اوہ تم واقعی مظلوم ہو۔ واقعی میں نے تو سوچا بھی نہ تھا کہ تمہارا یہ حال ہے۔ میں ایکسٹو سے بات کرتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ایکسٹو تمہیں سیکرٹ سروس میں شامل کر لے گا ——" جولیا نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"ارے باپ رے ارے جولیا خدا کے لیے۔ میں تو بے موت مارا جاؤں گا۔ ارے ارے بس میں ایسے ہی ٹھیک ہوں ——" عمران نے اچھل کر کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بوکھلا کر کہا۔

"کیا مطلب۔ روتے بھی ہو اور ہنستے بھی ہو ——" جولیا نے کہا۔

"جولیا تم اسے جانتی ہو۔ پھر اس کے چکر میں آجاتی ہو۔ یہ اکیلا پوری سیکرٹ سروس سے زیادہ کما لیتا ہے۔ سوپر فیاض جب تک زندہ ہے۔ اسے کسی چیز کی کمی نہیں ہے" ۔۔۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سوپر فیاض۔ کیا مطلب وہ تو خود بھی ملازم ہے" ۔۔۔ جولیا نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"بس چھوڑو تم نہیں سمجھ سکتیں" ۔۔۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یار صفدر مجھے اینٹھ لینے دینا تھا جولیا سے۔ بڑی تنخواہ ملتی ہو گی اس کی۔ خواہ مخواہ بول پڑے" ۔۔۔ عمران نے بڑے شکوہ بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھا تو تم مجھ سے بھی کاٹنے کا پروگرام بنا رہے تھے" ۔۔۔ جولیا نے مصنوعی طور پر غصیلے لہجے میں کہا۔

"تمہیں کاٹ کر مجھے کیا ملے گا۔ میں تو پوری کا قائل ہوں۔ آدھی تم کو ہی مبارک" ۔۔۔ عمران نے کہا اور صفدر ہنس پڑا۔

"تو تمہارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ میں بات کر لوں ایکسٹو سے" ۔۔۔ صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں خود ہی معافی مانگتی ہوں۔ بس فارغ بیٹھے بیٹھے پاگل ہو گئی تھی" جولیا نے شرمندہ لہجے میں کہا اور رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ رسیور اٹھا کر اس نے ایک بار پھر ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو" ۔۔۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ لہجہ ویسے ہی سپاٹ تھا۔

"سر میں جولیا بول رہی ہوں۔ میں معافی چاہتی ہوں سر۔ میں سخت شرمندہ

ہوں سر" ۔۔۔ جولیا نے اٹکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صفدر تمہارے پاس بیٹھا ہے" ۔۔۔ ایکسٹو نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"یس سر موجود ہے سر۔ سر میں شرمندہ ہوں" ۔۔۔ جولیا نے ایک بار پھر کہنا شروع کر دیا۔

"جولیا میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے۔ رسیور صفدر کو دو" ۔۔۔ ایکسٹو نے اسے کاٹ دیا اور جولیا نے ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور صفدر کی طرف بڑھا دیا۔ اس کا چہرہ ایک بار پھر فق ہو گیا تھا۔ عمران خاموش بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ ویسے اس کے ذہن میں ایک گھنٹی سی بج رہی تھی۔ اسے جولیا کی باتوں سے یہ احساس ہو گیا تھا کہ واقعی گزشتہ کئی ماہ سے وہی صرف حرکت میں رہا ہے اور سیکرٹ سروس بیکار ہو کر رہ گئی ہے اور اب وہ سیکرٹ سروس کو دوبارہ فعال بنانا چاہتا تھا۔

"یس سر صفدر بول رہا ہوں سر۔ بس جولیا نارمل ہی ہے سر۔ انہیں دراصل یہ احساس ہو گیا تھا کہ انہیں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ان پر اعتبار نہیں کیا جا رہا۔ جب میں نے سمجھایا تو سر بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ اپنے کئے پر شرمندہ ہے سر" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"انہیں یہ احساس کیوں اور کیسے ہوا" ۔۔۔ ایکسٹو نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سر بس خالی بیٹھے بیٹھے انہیں وہم ہو گیا۔ عمران صاحب یہاں پہلے سے موجود تھے" ۔۔۔ صفدر نے جان بوجھ کر عمران کا نام لے دیا۔

تاکہ اس کی جان بچ جائے۔

"عمران وہاں موجود ہے۔ رسیور اسے دو ـــــ" ایکسٹو نے کہا اور صفدر نے مسکراتے ہوئے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"عالیجناب فرمائیے ـــــ" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

"تم جولیا کے پاس کیسے پہنچ گئے ـــــ" ایکسٹو نے کرخت لہجے میں کہا۔

"میں کار پر آیا تھا جناب۔ پٹرول ختم ہوگیا تھا۔ میں نے سوچا کہ چلو جولیا سے ادھار پیسے مانگ لوں۔ مگر یہ تو پہلے ہی رو رہی تھی کہ مجھے تنخواہ کم ملتی ہے۔ گزارہ نہیں ہوتا۔ میں استعفیٰ دے کر کہیں اور نوکری کرتی ہوں ـــــ" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ تو یہ سب تمہاری شرارت ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ فون جولیا کو دو ـــــ" ایکسٹو نے نرم لہجے میں کہا اور عمران نے رسیور جولیا کی طرف بڑھا دیا۔

"لو کر بات۔ اب ذرا نرم پڑ گیا ہے۔ تنخواہ بڑھوا لو مگر ڈیڑھ حصہ میرا ہوگا ـــــ" عمران نے رسیور جولیا کی طرف بڑھاتے ہوئے جان بوجھ کر اونچی آواز میں کہا تاکہ بلیک زیرو سن لے۔

"سر میں شرمندہ ہوں۔ تنخواہ والی کوئی بات نہیں سر ـــــ" جولیا نے کہا۔

"جولیا تم ایک اہم ترین ادارے کی سیکرٹری ہو۔ تمہیں ایسی جذباتی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ اور چونکہ تم نے یہ حرکت پہلی بار کی ہے۔ اس لئے میں خاموش رہا۔ آئندہ اگر تم نے اس قسم کی بات کی تو پھر نتائج دوسرے بھی ہو سکتے ہیں۔ محتاط رہنا ـــــ" ایکسٹو نے نرم لہجے میں کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوگیا۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ ایکسٹو نے اسے سیکرٹری کہہ دیا تھا بس وہ اسی بات پر مسرت سے کھلی جا رہی تھی۔ اس کے سارے گلے شکوے دور ہوگئے تھے۔

"اچھا خاصا موقع بن گیا تھا تنخواہ بڑھانے کا۔ مروا دیا نا۔ چلو تمہاری مرضی میرا کیا ـــــ" عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب ایکسٹو والا مسئلہ تو ختم ہوگیا۔ اب آپ بتائیں کہ آپ پر کیا جرمانہ کیا جائے کہ آپ نے ہمیں بیکار بنا کر رکھ دیا ہے؟" صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بیکار۔ کیا مطلب۔ ایکسٹو نے تم سے کاریں چھین لی ہیں ـــــ" عمران نے جان بوجھ کر آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"بس اب اڑو نہیں۔ جرمانہ بتاؤ ـــــ" صفدر نے کہا۔

"صفدر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ سب تمہاری شرارت ہے ـــــ" جولیا نے بھی صفدر کی تائید کی۔

"ایک مشورہ دوں مانو گے ـــــ" عمران نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اگر ماننے کا ہوا تو ضرور مانیں گے ـــــ" صفدر اور جولیا نے بیک وقت جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہ ہم ایک پرائیویٹ سیکرٹ سروس بنالیں۔ جولیا اس کی سربراہ ہو۔ اور ہم سب اس کے ممبر۔ بس کام ہی کام ہوگا ـــــ" عمران نے کہا۔

"احمق ہو تم۔ سیکرٹ سروس پرائیویٹ کیسے ہو سکتی ہے۔ سیکرٹ

سروس تو سرکاری کیس ہی چلا سکتی ہے۔ پرائیویٹ کام اسے کون دے گا" ۔۔۔ صفدر نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو چلو پرائیویٹ نام رکھ لیتے ہیں۔ گینگ کیسا لگے گا" ۔۔۔ عمران نے فوراً ہی نام بدلتے ہوئے کہا۔

"گینگ۔ یہ کیا نام ہوا۔ گینگ تو مجرموں کے ہوتے ہیں" ۔۔۔ اس بار جولیا نے اعتراض کیا۔

"فائٹ گینگ رکھ لو۔ نائٹ گینگ رکھ لو۔ واہ واہ کیا خوبصورت نام ہے جولیا نائٹ گینگ ......" عمران نے کہا اور جولیا نے اپنی جوتی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ارے ارے زبان پھسل جاتی ہے۔ فائٹ گینگ۔ جولیا فائٹ گینگ" عمران نے کہا۔

"مگر اس گینگ کا مقصد" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"یار ذرا رعب داب رہے گا۔ تمہارا کیا جاتا ہے۔ چلو میری روزی کا دھندا بن جائے گا اور تمہاری خواہش بھی پوری ہو جائے گی کہ بیکار بیٹھے رہتے ہو۔ غنڈہ ٹیکس بھی وصول ہی کیا کریں گا۔ فائٹ تم کرتے رہنا" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"نہیں ایکسٹو کو پتہ چل گیا تو شامت آ جائے گی۔ باز آئے ہم ایسے گینگ سے" ۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"ایکسٹو کی بات چھوڑو۔ اسے میں راضی کر لوں گا اور پھر اسے اعتراض بھی کیا ہو سکتا ہے۔ گینگ تو کام ہی اس وقت کرے جب فارغ ہوگا" ۔۔۔ عمران نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر کام کیا ہوگا۔ غنڈہ گردی کرنی ہوگی اور یہ کام ہم سے ہوتا نہیں" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"کام۔ ہاں کام تو سوچنا پڑے گا۔ لیجئے آگئی بات سمجھ میں۔ کرائے پر قتل کیے رہیں گے۔ ہوئی نہ تم بھلے گی" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"بس اب تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ سیکرٹ سروس اب کرائے پر قتل کرتی پھرے گی" ۔۔۔ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے ارے ایک آئیڈیا۔ انوکھا آئیڈیا۔ جولیا فائٹ گینگ ریسلنگ کرے گا۔ خوب ٹکٹیں بکیں گی۔ جولیا کا مقابلہ جب کسی مشہور پہلوان سے رنگ میں ہوگا تو بس سمجھ لو۔ پورا دارالحکومت ہی الٹ پڑے گا۔ دس سال کی روٹیاں کھری ہو جائیں گی" ۔۔۔ عمران نے کہا اور صفدر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ جبکہ جولیا نے بُرا سا منہ بنا لیا۔

پھر اس سے پہلے کہ کوئی بات کرتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ جولیا نے چونک کر رسیور اٹھا لیا

"جولیا سپیکنگ" ۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"جولیا فائٹ گینگ کہو ناں۔ کیوں خواہ مخواہ اپنا رعب ختم کرتی ہو" ۔۔۔ عمران نے اونچی آواز میں کہا اور جولیا نے غصے سے آنکھیں نکال کر اس کی طرف دیکھا۔

"ایکسٹو۔ یہ عمران ابھی تک تمہارے فلیٹ میں موجود ہے" ۔۔۔ ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

"یس سر" ۔۔۔ جولیا نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اور صفدر" ۔۔۔ ایکسٹو نے پوچھا۔

"صفدر بھی موجود ہے سر" ۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"تم صفدر کو ہمراہ لے کر بندرگاہ پر پہنچو۔ وہاں ایک مسافر بحری جہاز پہنچنے والا ہے۔ ایم ، وی ، ھتھری۔ اس جہاز پر ایک مسافر کا حلیہ نوٹ کر لو۔ اس کی ٹھوڑی اور دائیں گال پر زخم کا طویل نشان ہے۔ تم دونوں نے علیحدہ رہ کر اس کی نگرانی کرنی ہے۔ مکمل نگرانی۔ اگر اس سے کوئی مشکوک آدمی ملے تو صفدر کو اس مشکوک آدمی کی نگرانی پر بھیج دینا" ۔۔۔ ایکسٹو نے کہا۔

"بہتر سر" ۔۔۔ جولیا نے جواب دیا اور پھر دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوتے ہی جولیا نے رسیور رکھ دیا۔

"چلو صفدر کام شروع ہو گیا۔ میرے رونے پیٹنے کا کچھ تو فائدہ ہوا۔" جولیا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میری روزی ماری گئی اور کیا فائدہ ہوا" ۔۔۔ عمران نے بھی برا سا منہ بنا کر اٹھتے ہوئے کہا اور جولیا مسکرا دی۔

"آپ کی روزی تو سوپر فیاض ہے۔ وہ تو زندہ ہے۔ آپ کیوں گھبراتے ہیں" ۔۔۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں خدا اسے عمر خضر عطا کرے۔ واقعی فیاض آدمی ہے۔ ہم جیسے غریب اس کے سہارے تو زندہ ہیں۔ مگر وہ فائٹ گینگ والا آئیڈیا۔ اس کا کیا ہو گا" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"میرا خیال ہے عمران صاحب آپ اپنا ہی گینگ بنا لیں۔ عمران فائٹ گینگ اور اس میں جوانا، جوزف اور سلیمان کو شامل کر لیں" ۔۔۔ صفدر نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ارے گولڈن آئیڈیا۔ لیکن یار ذرا نسوانی نام اچھا رہتا ہے۔ پبلسٹی جلدی ہو جاتی ہے۔ اچھا سوچوں گا۔ فی الحال تم تو جاؤ اپنے پورٹ کا کام پہ" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا فلیٹ سے باہر نکلتا چلا گیا۔ وہ بلیک زیرو کا بتایا ہوا حلیہ سن کر ہی سمجھ گیا تھا کہ اس نے خواہ مخواہ ان دونوں کو بھگا دیا ہے۔ اس کا اصل مقصد عمران کو بھگانا تھا اور ظاہر ہے وہ اب براہ راست تو اسے بلانے سے رہا۔ اس لیے اس نے ایک عام سا حلیہ بتا کر ان دونوں کو بھیج دیا۔ نہ اس حلیے کا آدمی ہو گا نہ نگرانی ہو گی۔ ٹائیں ٹائیں فش۔

اس کی کار تیز رفتاری سے دانش منزل کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ البتہ اس کے ذہن میں فائٹ گینگ کا آئیڈیا ابل رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ آئیڈیا تو اچھا ہے لیکن کوئی واضح مقصد سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ آخر یہ گینگ کرے گا کیا۔ لیکن اس نے یہی فیصلہ کر لیا تھا کہ اس آئیڈیے کو عملی جامہ ضرور پہنائے گا۔ کوئی نہ کوئی مقصد ڈھونڈھ ہی لے گا۔ کچھ تو ورائٹی بھی ہونی چاہیے زندگی میں۔ یہی سوچتا ہوا وہ دانش منزل پہنچ گیا۔ کار برآمدے کے باہر روک کر جب وہ تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کی طرف بڑھا تو دروازے میں ہی ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹتی چلی گئیں۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

انقرہ کے کمال بازار میں اس وقت رونق اپنے پورے عروج پر تھی۔ ہر طبقے کے لوگ فٹ پاتھوں پر ہجوم غفیر کی صورت میں آجا رہے تھے۔ سڑک پر کاروں کا ایک سیلاب سا آیا ہوا تھا۔ ہر رنگ اور ہر ماڈل کی کار اس سڑک پر نظر آجاتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ بازار نہ ہو بلکہ کاروں کی نمائش گاہ ہو۔ کمال بازار انقرہ کا سب سے بارونق بازار تھا۔ اور یہاں جیولری کی عظیم الشان دکانوں کے پہلو بہ پہلو مٹی کے کچے برتن بیچنے کی بھی چھوٹی چھوٹی دکانیں موجود تھیں۔ اس بازار کے متعلق پورے انقرہ میں یہ مشہور تھا یہاں سوئی سے لے کر ہوائی جہاز تک مل جاتا ہے۔ یہ بازار دس میل لمبائی میں تھا۔ انتہائی کھلی اور چوڑی سڑک اور سڑک کے دونوں اطراف میں رنگ برنگی اور تیز روشنیوں سے جھلملاتی ہوئی ہر قسم کی دکانیں۔ جن کے شوکیسوں میں لاکھوں روپے کا مال جگمگا رہا تھا۔ اس سڑک کو کاٹتی ہوئی بے شمار

گلیاں تھیں۔ جو کہلاتی تو گلیاں ہی تھیں لیکن سڑکوں سے بھی زیادہ چوڑی تھیں۔ ان سڑکوں پر دکانوں کے ساتھ ساتھ قہوہ خانے۔ بار روم، ریستوران بھی موجود تھے۔ زیادہ تعداد باروں کی تھی۔ جن کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانوں میں بنے ہوئے خانوں کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کی منشیات اور شراب کھلے عام فروخت کی جاتی تھی۔ کمال بازار کی مشرقی طرف ایک سڑک پرل لین یعنی موتی گلی کہلاتی تھی کیونکہ کسی زمانے میں اس سڑک پر موتی فروخت کرنے کی بے شمار دکانیں تھیں۔ اس لیے اس سڑک کا نام بھی پرل لین پڑ گیا تھا۔ پرل لین کے آخری سرے پر ایک بڑا بار روم تھا۔ جس کے اوپر بار کا نیون سائن پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ جٹیکا بار کی شہرت اس وقت اپنے پورے عروج پر تھی کیونکہ اس بار میں ہر قسم کی شراب کھلے عام فروخت ہوتی تھی۔ منشیات کا ہر آئٹم یہاں فروخت ہوتا تھا۔ اور اس کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانوں میں اعلیٰ پیمانے پر جوا کھیلا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے جرائم کا بھی بہت بڑا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس بار کا مالک عدنان بیگ تھا۔ نامی گرامی غنڈہ اور بدمعاش۔ اس نے حال ہی میں یہ بار ایک عورت جٹیکا سے خریدا تھا۔ اس عورت نے یہ بار اپنے نام پر رکھا ہوا تھا۔ اور اس وقت اس کا نام کم ہی لوگ جانتے تھے لیکن جب سے عدنان بیگ نے یہ بار خریدا تو اس کی شہرت پورے انقرہ میں پر لگا کر پھیل چکی تھی۔ عدنان بیگ نے بار کا نام تو نہ بدلا تھا لیکن اس کا انداز بدل دیا تھا۔ عدنان بیگ کے تعلقات انقرہ کے انتہائی اونچے حلقوں سے بہت قریبی تھے۔ حتیٰ کہ انقرہ کا پولیس کمشنر

طاہر بیگ اس کا قریبی ساتھی سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جیشیکا بار ہر قسم کے چھاپے سے محفوظ تھا۔ جیشیکا بار میں انڈرورلڈ کے معروف ترین لوگ ہر وقت موجود رہتے تھے۔ انھیں حرف عام میں راؤنڈ ہیڈ گروپ کہا جاتا تھا کیونکہ یہ سر سے گنجے ہوتے تھے۔ یہ ایک ایسا گروپ تھا جس سے ہر شخص ہر وقت خوف زدہ رہتا تھا کیونکہ یہ انتہائی سخت چھوٹی بات بات پر بے دریغ قتل کر دینے والے اور ظالم قسم کے لوگ تھے۔ ان کے منہ لگنا لوگ موت کے منہ آنا سمجھتے تھے۔ ان کے رعب اور دبدبے کا یہ عالم تھا کہ کوئی راؤنڈ ہیڈ اگر کسی جیولری کی دکان میں جا کر اس کا قیمتی ہیرا اٹھا کر باہر آ جاتا تو جیولر کو یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ اُسے روک سکے۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ دوسرے لمحے نہ صرف دکان کا ہر شخص قتل ہو جائے گا بلکہ پوری دکان کھلے عام لوٹ لی جائے گی۔ اس طرح وہ ان کے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کرانے سے بھی گھبراتے تھے۔ کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ اوّل تو پولیس ان کے خلاف کوئی ایکشن دے گی اور اگر کچھ کرے گی بھی سہی تو پورے انڈرورلڈ میں ایک شخص بھی ایسا نہ ملے گا جو ان کے خلاف کسی قسم کی گواہی دینے کے لیے تیار ہو جاتا۔ جیشیکا بار انہی راؤنڈ ہیڈز گروپ کا مرکزی اڈہ تھا اور عدنان بیگ اس پورے گروپ کا سرغنہ تھا۔ وہ بہت بڑا سمگلر اور بلیک میلر بھی تھا۔ راؤنڈ ہیڈز کی نشانی یہی تھی کہ وہ سر سے بالکل گنجے ہوتے تھے اور پیشانی پر سرخ رنگ کی پٹی باندھے رکھتے تھے۔ اس پٹی پر سامنے عین پیشانی کے درمیان زرد رنگ کا بڑا سا بچھو بنا ہوا تھا جس کی دم اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ اس بچھو کی وجہ سے انھیں سکارپین بھی کہا جاتا تھا۔

یعنی راؤنڈ ہیڈ کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ عام طور پر راؤنڈ ہیڈ کسی کو نہ چھیڑتے تھے اور نہ ہی کسی کو بلاوجہ نقصان پہنچاتے تھے۔ البتہ اگر وہ ذرا سا مشکوک ہو جاتے کہ کوئی ان کے خلاف ایک فقرہ بھی بولا ہے تو اس کی مسخ شدہ لاش چند گھنٹوں کے اندر چوک پر پڑی ہوتی تھی۔ اور اس پر راؤنڈ ہیڈ کا بچھو والا کارڈ رکھ دیا جاتا تھا۔ عام لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ راؤنڈ ہیڈ گروپ کو وزیراعظم جمال بے کی پشت پناہی حاصل ہے اور وہ اس گروپ کی مدد سے اپنے سیاسی مخالفوں کو دبائے رکھتا ہے اور شاید یہ بات سچ تھی کیونکہ اکثر حکومت کے مخالفین اپنی رہائش گاہوں اور کھلے بازاروں میں قتل کر دیئے جاتے تھے۔ اور قاتلوں کا آج تک سراغ بھی نہ لگا تھا۔ عدنان بیگ راؤنڈ ہیڈ گروپ کا سربراہ ضرور تھا لیکن وہ بطور راؤنڈ ہیڈ کبھی سامنے نہ آیا تھا اور نہ ہی اس نے سر کو گنجا کرایا تھا۔ بلکہ اس کے سر پر سنہرے رنگ کے خوبصورت گھنگریالے بال موجود تھے۔ وہ پس پردہ رہ کر انھیں کنٹرول کرتا تھا۔ صرف جیشیکا بار میں راؤنڈ ہیڈ گروپ کی موجودگی سے یہ پتہ چلتا تھا کہ ان کا تعلق اس بار سے ہے

راؤنڈ ہیڈ گروپ کا بظاہر سرغنہ جمشید نامی ایک غنڈہ تھا جسے سب آقا جمشید کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آقا جمشید کا چہرہ اس قدر بھیانک اور خوفزدہ تھا کہ اس کا چہرہ دیکھتے ہی آدمی پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ بلڈاگ جیسی شکل صورت رکھنے والے آقا جمشید کے پورے چہرے پر زخموں کے کانٹے دار نشانوں کی بھرمار تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف ناک قسم کی دہشت چھائی رہتی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ اس کا

آنکھوں میں سانپ کی سی چمک ہے کہ ایک بار جو شخص اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی جرأت کر لیتا تھا پھر وہ حرکت کرنے سے معذور ہو جاتا تھا۔ لڑائی بھڑائی کے فن میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ سات فٹ قد اور دیو جیسا تن و توش اور بڑا جسم مخالفوں پر لرزہ طاری کر دینے کے لیے کافی تھا۔ وہ انتہائی ماہر نشانہ باز سمجھا جاتا تھا اور اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اگر چاہے تو ریوالور کی گولی سے اڑتی ہوئی مکھی کی دو ٹانگوں کا علیحدہ علیحدہ نشانہ لے سکتا تھا۔ اس کی پیشانی پر بندھی ہوئی سرخ رنگ کی پٹی پر ایک کی بجائے زرد رنگ کے بچھوؤں کی پوری قطار بنی ہوئی تھی۔ یہی اس کے راؤنڈ ہیڈ گروپ کے سرغنہ ہونے کی نشانی تھی۔ اس کا زیادہ تر وقت جشیکا بار میں ہی گزرتا تھا۔
یہاں اس نے ایک عالی شان اور خوبصورت دفتر بنایا ہوا تھا جس کی ساری دیواریں شفاف شیشے کی بنی ہوئی تھیں اور یہ دفتر جوا خانے کے بڑے ہال کے کونے میں بنا ہوا تھا۔ لیکن اس وقت وہ اپنے دفتر کی بجائے جشیکا بار کے اوپر والی منزل میں عدنان بیگ کے بڑے دفتر میں موجود تھا۔ عدنان بیگ ایک بڑی سی میز کے پیچھے پڑی ہوئی اونچی پشت والی کرسی پر بے چینی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا۔ میز کے سامنے تین چار کرسیاں موجود تھیں۔ جن میں سے ایک پر آغا جمشید موجود تھا۔
"بالآخر پولیس کمشنر نے کیا کہا ہے کچھ پتہ تو چلے ۔۔۔" آغا جمشید نے کرخت لہجے میں کہا۔
"وہ ابھی آنے والا ہی ہے۔ تفصیل تو وہ آ کر ہی بتائے گا۔ البتہ اس

نے فون پر اتنا بتایا ہے کہ ہمارے لئے کوئی خاص پریشانی کھڑی ہو گئی ہے ۔۔۔" عدنان بیگ نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ آغا جمشید کوئی بات کرتا۔ دفتر کا دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر پولیس کمشنر اندر داخل ہوا۔ اس نے عام لباس پہنا ہوا تھا۔ البتہ اس کے خشک چہرے پر اس وقت گہری پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔
"آؤ طاہر بیگ میں تمہارا کافی دیر سے انتظار کر رہا تھا ۔۔۔" عدنان بیگ نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ ویسے ان دونوں میں سے کوئی بھی اس کے استقبال کے لیے نہ اٹھا تھا۔ بلکہ وہ اسے اپنے عام ساتھی کی طرح ہی ٹریٹ کر رہے تھے۔
"بڑی مشکل سے جان چھڑا کر آیا ہوں۔ تم بھی تو اب حد سے بڑھتے جا رہے ہو ۔۔۔" طاہر بیگ نے قدرے غصیلے انداز میں کہا۔ اور ایک کرسی پر دھم سے بیٹھ گیا۔ اس کے الفاظ سنتے ہی آغا جمشید کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ پولیس کمشنر کے الفاظ اسے سخت ناگوار گزرے تھے۔ لیکن وہ بس عدنان بیگ کی وجہ سے خاموش ہو گیا تھا ورنہ شاید اپنے ہاتھ کو نہ روک سکتا۔
"کیا ہوا۔ کوئی خاص بات ہو گئی ہے ۔۔۔" عدنان بیگ نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے قدرے تلخ لہجے میں پوچھا۔
"سنو عدنان بیگ عصمت آرا کو اب تمہیں واپس کرنا ہی ہو گا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے ۔۔۔" پولیس کمشنر نے سخت لہجے میں کہا اور عصمت آرا کا نام سنتے ہی عدنان بیگ

اور آغا جمشید دونوں چونک پڑے۔

"کیا مطلب۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ عصمت آرا بیگم میری بیوی بن چکی ہے۔ وہ کیسے واپس ہو سکتی ہے۔۔۔" عدنان بیگ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں عدنان بیگ کہ تم نے اسے جبراً اغوا کر کے اس سے نکاح پڑھوا لیا ہے۔ لیکن پرائم منسٹر اس کو اپنی غیرت کا مسئلہ بنائے بیٹھے ہیں۔ تمھیں معلوم تو ہے کہ عصمت آرا ان کی سگی بھتیجی ہے اور تمھارے اس طرح اسے اغوا کر لینے کے چرچے پورے ملک میں پھیل چکے ہیں۔۔۔" پولیس کمشنر نے جواب دیا۔

"اوہ تو یہ بات ہے لیکن تم جانتے ہو کہ میں اسے واپس نہیں کر سکتا۔ اس وقت تو ہرگز واپس نہیں ہو سکتی جب تک وہ میرے دل سے نہ اتر جائے۔ اس کے بعد میں اسے طلاق دے کر باہر نکال دوں گا۔ پھر چاہے وہ جہاں جاتی پھرے۔۔۔" عدنان بیگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اب ایسے نہیں چلے گا عدنان بیگ۔ پرائم منسٹر نے مجھے آخری الٹی میٹم دیا ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر عصمت آرا واپس اپنے گھر پہنچ جائے اور جس نے اسے اغوا کیا ہے یعنی دوسرے لفظوں میں عدنان بیگ اسے اغوا کے مقدمے میں گرفتار کر لیا جائے۔ ورنہ میں اپنا استعفیٰ لے کر ان کے سامنے حاضر ہو جاؤں۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ میری بجائے اقبال اخوند کو پولیس کمشنر بنانا چاہتے ہیں۔۔۔" پولیس کمشنر نے کہا۔

"کسے بنانا چاہتا ہے وہ پولیس کمشنر۔۔۔" عدنان بیگ نے

تلخ لہجے میں پوچھا۔

"اقبال اخوند کو اور تم جانتے ہو وہ تمھارا پرانا دشمن ہے۔۔۔" پولیس کمشنر نے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں دار الحکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ اور طاہر بیگ میری بات غور سے سن لو اور اپنے وزیر اعظم کو بتا دو کہ وہ عصمت آرا اب عدنان بیگ کی بیوی بن چکی ہے۔ وہ اب اسے بھول جائے۔ ورنہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آج تک ہم اس کے مخالفوں کی گردنیں کاٹتے رہے ہیں لیکن اس کی گردن ہمارے ہاتھوں سے دور نہیں ہے۔۔۔" عدنان بیگ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"جذبات میں مت آؤ عدنان بیگ۔ یہ موقع جذبات میں آنے کا نہیں ہے۔ تم پوری حکومت کی فورس سے ٹکر نہیں لے سکتے۔ اس کا نتیجہ تمھاری تباہی ہی ہوگا۔ جہاں تک وزیر اعظم کی ذات کا تعلق ہے انہوں نے اپنا محافظ دستہ بدل دیا ہے اور آج کل ملٹری سیکرٹ سروس کے چنے ہوئے ایجنٹ اس کی حفاظت کے لیے معمور ہیں تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اور جہاں تک اقبال اخوند کا تعلق ہے وہ اگر میری جگہ پولیس کمشنر بن گیا اور اسے پرائم منسٹر کی شہ بھی مل گئی تو پھر اس کا نتیجہ بہرحال تمھارے حق میں نہ نکلے گا۔۔۔" پولیس کمشنر نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس، اگر آپ حکم کریں تو میں اس اقبال اخوند کا کانٹا آج ہی نکال پھینکوں تاکہ کم از کم یہ مسئلہ تو ختم ہو جائے۔۔۔" اب تک خاموش بیٹھے ہوئے آغا جمشید نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"آقا جمشید تمہیں حالات کا اندازہ نہیں ہے۔ اقبال اخوند اب تمہیں باہر نہیں مل سکتا۔ وہ ملٹری سیکرٹ سروس کا سربراہ بن چکا ہے" ۔۔۔ پولیس کمشنر نے جواب دیا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔ لیکن بہر حال کچھ بھی ہو جائے میں عصمت آرا کو اس طرح واپس نہیں کر سکتا۔ یہ میری توہین ہے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

"تمہاری مرضی۔ پھر یہی ہو سکتا ہے کہ میں جا کر استعفیٰ دے دوں اور اس کے بعد اقبال اخوند جانے پرائم منسٹر جانے اور تم جانو۔ میرا جو فرض بنتا تھا وہ میں نے ادا کر دیا ہے" ۔۔۔ پولیس کمشنر طاہر بیگ نے سرد لہجے میں کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو طاہر بیگ۔ اطمینان سے بیٹھو۔ ابھی چوبیس گھنٹے گزرنے میں کافی وقت باقی ہے۔ ہم اس کا کوئی ایسا حل ڈھونڈ لیتے ہیں جس سے معاملات خراب نہ ہوں" ۔۔۔ عدنان بیگ نے اس بار نرم لہجے میں کہا اور طاہر بیگ کے چہرے پر قدرے اطمینان کے آثار نمایاں ہوئے اور وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئے۔

"باس نرم پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود ہی حالات سے نپٹ لیں گے" ۔۔۔ آقا جمشید نے غراتے ہوئے کہا۔

"آقا جمشید ہر جگہ غنڈہ گردی اور بدمعاشی نہیں چلتی۔ ہمیں کوئی اور طریقہ ڈھونڈنا ہوگا جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے تلخ لہجے میں آقا جمشید کو جھاڑتے ہوئے کہا اور آقا جمشید برا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

"طاہر بیگ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ایک ہفتے کی مہلت حاصل کر لو۔ ایک ہفتے بعد میں عصمت آرا کو واپس کر دوں گا" ۔۔۔ عدنان بیگ نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"ایک ہفتہ۔ کیا واقعی تم عصمت آرا کو واپس کر دو گے" ۔۔۔ طاہر بیگ نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ اسے شاید عدنان بیگ کی بات پر یقین نہ آ رہا تھا۔ اور یہی صورت حال آقا جمشید کی بھی تھی۔ وہ بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے باس کو دیکھ رہا تھا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں۔ واقعی ایک ہفتے بعد عصمت آرا کو واپس کر دوں گا" ۔۔۔ عدنان بیگ نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"باس ......" آقا جمشید نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عدنان بیگ نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کر دیا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی وزیر اعظم سے بات کر لیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مان جائیں گے" ۔۔۔ طاہر بیگ نے کہا اور پھر اس نے تیزی سے میز پر پڑے ہوئے فون کو اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ عدنان بیگ بیٹھا اسے فون کرتے دیکھتا رہا۔

"یس پی اے ٹو پرائم منسٹر" ۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"میں پولیس کمشنر طاہر بیگ بول رہا ہوں۔ صاحب سے بات کراؤ۔ اٹ از ایمرجنسی" ۔۔۔ طاہر بیگ نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بہتر ہولڈ آن کیجئے" ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور طاہر بیگ خاموش ہو گیا۔

"یس طاہر بیگ کیا بات ہے" ۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی وزیرِ اعظم جمال بے کی سخت آواز سنائی دی۔

"سر میں نے عدنان بیگ کو راضی کر لیا ہے۔ وہ ایک ہفتے کی مہلت مانگ رہا ہے۔ کیونکہ اس نے عصمت آرا کو کسی دوسرے ملک میں چھپایا ہوا ہے۔ اُسے وہاں سے لانے میں ایک ہفتہ لگ جائے گا" ۔۔۔ پولیس کمشنر نے عدنان بیگ کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ اور عدنان بیگ اس کی چالاکی پر مسکرا دیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ ایک ہفتے بعد اُسے واپس کر دے گا" ۔۔۔ وزیرِ اعظم نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس سر مجھے پوری طرح یقین ہے وہ ایسا شخص ہے کہ جو کچھ ایک بار کہہ دے وہ حتمی ہوتا ہے" ۔۔۔ طاہر بیگ نے کہا۔

"اسے تم نے یہ بتا دیا ہے کہ اس پر عصمت آرا کے اغوا کا باقاعدہ مقدمہ چلے گا اور اسے یہ بھی معلوم ہے یا نہیں کہ ہمارے ملک میں اغوا کی سزا موت ہے" ۔۔۔ جمال بے نے تلخ لہجے میں کہا۔

"سر اس سلسلے میں کچھ رعایت کرنی ہوگی۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس مقدمہ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ پورے القرہ میں ایک شخص بھی ایسا نہ ملے گا جو عدنان بیگ کے خلاف گواہی دینے پر تیار ہو جائے اور آپ جانتے ہیں کہ بغیر گواہی کے عدالت سزا دے ہی نہیں سکتی۔ اس لئے اس سلسلے میں اگر کوئی رعایت ہو جائے تو بہتر ہے" ۔۔۔ طاہر بیگ نے کہا۔

"طاہر بیگ کیا تم جانتے ہو کہ تم کس سے بات کر رہے ہو۔ کیا اب حکومت عدنان بیگ اور ولد مید گروپ کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔

میں چاہوں تو ملٹری ایکشن کر کے چار گھنٹوں میں ان کا صفایا کر دوں" ۔۔۔ وزیر اعظم نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"سر آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ میں نے تو رعایت کا کہا ہے آخر عدنان بیگ نے حکومت کے لیے بے شمار کام کیے ہیں۔ کیا اس کے صلے میں اس سے رعایت نہیں ہو سکتی سر۔ ویسے آپ مالک ہیں جیسے حکم فرمائیں" ۔۔۔ طاہر بیگ نے بڑی چالاکی سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ رعایت کی بات دوسری ہے۔ عصمت آرا کے واپس آنے پر میں اس مسئلے پر غور کروں گا۔ پہلے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا" ۔۔۔ وزیر اعظم نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔ بس اتنا ہی کافی ہے سر" ۔۔۔ طاہر بیگ نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوتے ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"لو بھئی۔ کام بن گیا۔ مجھے معلوم ہے۔ عصمت آرا کی واپسی کے بعد معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا" ۔۔۔ طاہر بیگ نے عدنان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"او کے۔ ایک ہفتے بعد عصمت آرا واپس اپنے گھر پہنچ جائے گی بے فکر رہو" ۔۔۔ عدنان بیگ نے سرد لہجے میں کہا۔

"او کے۔ اب مجھے اجازت دو۔ میں نے کچھ سرکاری کام نپٹانے ہیں" ۔۔۔ طاہر بیگ نے مطمئن انداز میں اٹھتے ہوئے کہا۔ اور عدنان بیگ کے سر ہلانے پر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دفتر سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"باس آخر آپ نے یہ وعدہ کیوں کیا ہے" — آغا جمشید نے طاہر بیگ کے باہر جانے کے بعد تلخ لہجے میں کہا۔

"سنو جمشید جو کچھ تم سوچ رہے ہو ایسا نہیں ہوگا۔ تم صرف جذبات سے کام لیتے ہو۔ جبکہ ہر مسئلہ جذبات سے حل نہیں ہوتا۔ میں نے ایک ہفتے کی مہلت خاص مقصد کے لئے لی ہے۔ میرا ارادہ کوئی عصمت آرا واپس کرنے کا نہیں ہے" — عدنان نے کہا۔

"اوہ مگر پھر آپ کا پلان کیا ہے" — آغا جمشید نے چونک کر سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ ایک ہفتے کے اندر جمال بے اور اقبال اخوند دونوں کا خاتمہ ہو جائے۔ ان دونوں کے خاتمے کے ساتھ ہی سارا مسئلہ ختم ہو جائے گا اور تم جانتے ہو کہ حزب اختلاف پارٹی کا سیکنڈ لیڈر بھتیجا عظیم ہمارا خاص آدمی ہے۔ جمال بے کے بعد اقتدار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور پھر ہم اور بھی زیادہ آزاد ہو جائیں گے" — عدنان بیگ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے باس آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ یہ چاہے زمین کی تہہ میں کیوں نہ چھپ جائیں۔ میں ان کا خاتمہ کر کے رہوں گا۔ مجھے تو صرف آپ کی اجازت کی ضرورت تھی" آغا جمشید نے بھیڑیے کی طرح دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"سنو اقبال اخوند اور جمال بے کا خاتمہ اکٹھا ہونا چاہئے۔ میں بھتیجا عظیم کو ہوشیار کر دیتا ہوں تاکہ وہ فوری طور پر اقتدار سنبھال لے" — عدنان بیگ نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ ہو جائے گا" — آغا جمشید نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

عمران آنکھیں پھاڑے حیرت بھرے انداز میں آپریشن روم کے دروازے میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے ایک لڑکی بیٹھی بلیک زیرو سے باتیں کر رہی تھی۔ اس لڑکی کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کوئی لڑکی اس طرح دانش منزل کے آپریشن روم میں آ کر بیٹھ سکتی ہے۔

"آیئے عمران صاحب آیئے۔ رک کیوں گئے" — بلیک زیرو نے عمران کو دیکھتے ہی مسکرا کر کہا اور اسی لمحے لڑکی نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس کے تنے ہوئے اعصاب یک لخت ڈھیلے پڑ گئے۔ یہ ثریا تھی اس کی بہن۔

"اوہ بھائی جان۔ آپ آ گئے" — ثریا نے بے اختیار کرسی

سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں کیسے آئیں۔ خیریت ہے"۔۔۔ عمران نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"بھائی جان امی بیمار ہیں۔ میں نے آپ کے فلیٹ پر فون کیا تھا۔ وہاں سلیمان نے بتایا کہ آپ دو تین روز سے غائب ہیں۔ مجھے یہاں کے نمبر معلوم نہیں تھے۔ جوزف کے نمبر البتہ معلوم تھے۔ جوزف سے میں نے پوچھا تو اس نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ البتہ اس نے اتنا بتایا کہ دانش منزل سے پتہ لگ سکتا ہے۔ چنانچہ میں ٹیکسی میں بیٹھ کر خود یہاں آگئی۔ تاکہ آپ کو ساتھ لے جاؤں۔ طاہر صاحب نے بتایا ہے کہ انھوں نے آپ کو فون کیا ہے۔ آپ ابھی پہنچ جائیں گے"۔۔۔ ثریا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ وہ پہلی بار دانش منزل آئی تھی۔

"تمہیں دانش منزل کا جوزف نے بتایا ہوگا اس سے فون پر نمبر پوچھ لینے تھے۔ فون کر لیتا تھا۔ کیا ہوا امی کو"۔۔۔ عمران نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ان کو دل کا دورہ پڑا تھا۔ ان کی حالت تو سنبھل گئی ہے۔ ڈاکٹر واسطی نے کہا ہے کہ اب وہ خطرے سے باہر ہیں۔ لیکن حالت سنبھلتے ہی انھوں نے آپ کو بلانے کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس لئے مجھے خود آنا پڑا"۔۔۔ ثریا نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ثریا بہن نے جب کال بیل بجائی تو میں انھیں دیکھ کر بڑا حیران ہوا۔ بہرحال میں نے انھیں اندر بلا لیا۔ آپ کو فون میں پہلے ہی کر چکا تھا۔ اس لئے میں نے انھیں بتایا ہے کہ ابھی پہنچنے والے ہیں"۔۔۔ طاہر نے

مسکراتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی۔

"وہ بیند نگاہ والا کام تم نے اس کے ذمہ لگایا تھا"۔۔۔ عمران نے جان بوجھ کر گول مول بات کی وہ حرف بہ حرف چیک کرنا چاہتا تھا کہ کہیں بلیک زیرو نے ثریا کے سامنے تو ایکسٹو کے لہجے میں بات نہیں کی۔ کیونکہ ثریا کو اس سارے چکر کا علم نہ تھا۔ اسے تو بس اتنا معلوم تھا کہ عمران سیکرٹ سروس کے لئے بطور فری لانسر کام کرتا رہتا ہے۔ طاہر اور دانش منزل کے متعلق وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ طاہر وزارت خارجہ میں کام کرتا ہے اور دانش منزل میں وزارت خارجہ کا ریکارڈ روم اور طاہر کا دفتر ہے۔

"سر سلطان کا فون آیا تھا۔ انھوں نے کہا تھا کہ عمران کو ڈھونڈو اور اس سے میری بات کراؤ"۔۔۔ طاہر نے جواب دیا۔

"اوہ انکل سلطان کو میں نے ہی فون کیا تھا۔ کہ شاید انھیں آپ کا پتہ ہو۔ انھوں نے کہا تھا کہ وہ آپ کو ڈھونڈ کر پیغام دے دیں گے"۔۔۔ ثریا نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں۔ ویسے یہ سرکاری دفتر ہے۔ یہاں تمہارا آنا ٹھیک نہیں ہے مجھے پیغام بہرحال مل ہی جاتا"۔۔۔ عمران نے خشک لہجے میں ثریا سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ آئندہ ثریا کبھی اس طرف کا دوبارہ رخ نہ کرے۔

"وہ امی نے فار ڈ کر دیا تھا بھائی جان۔ ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی یہاں آنے کی"۔۔۔ ثریا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا آؤ اب چلیں۔ سر سلطان کا فون آئے تو انھیں بتا دینا کہ میں ثریا

کے ساتھ گھر گیا ہوں ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور پھر ثریا کو ہمراہ لئے وہ آپریشن روم سے باہر آ گیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار اپنی کوٹھی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

"بہت بڑی عمارت ہے یہ دانش منزل ۔۔۔۔" ثریا نے کہا۔

"ہاں وزارت خارجہ کا خفیہ ریکارڈ روم ہے۔ طاہر یہاں کا انچارج ہے۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ایکسٹو کا دفتر کہاں ہے بھائی جان۔ ابا جان اکثر کہتے رہتے ہیں کہ آپ ایکسٹو کے لئے کام کرتے ہیں ۔۔۔۔" ثریا نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

"اس کا آج تک کسی کو پتہ ہی نہیں چل سکا۔ بس آواز کی حد تک سر سلطان کے ساتھ اس کا رابطہ ہے۔ سر سلطان بھی نہیں جانتے کہ وہ کون ہے ۔۔۔۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ثریا سر ہلا کر خاموش ہو گئی۔ اور تھوڑی دیر بعد عمران کوٹھی پہنچ گیا۔ عمران کی والدہ اسے دیکھ بہت خوش ہوئی۔ اور عمران بھی کافی دیر ماں کے پاس بیٹھا انھیں اپنی باتوں سے ہنساتا رہا اور پھر چائے پینے کے بعد ماں سے اجازت لے کر اٹھا تو اس نے ثریا سے پوچھا۔

"ثریا ڈیڈی نظر نہیں آئے ۔۔۔۔" عمران نے کہا۔

"ان کے کوئی دوست انقرہ سے آئے ہیں وہ ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں ۔۔۔۔" ثریا نے جواب دیا۔

"انقرہ سے ۔۔۔۔" عمران نے چونکتے ہوئے کہا کیونکہ اس سے پہلے اس نے انقرہ میں سر رحمان کے کسی دوست کا تذکرہ

سنا تھا چنانچہ وہ باہر جانے کی بجائے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتا دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ٹھٹھک گیا۔ اندر سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"کون ہے ۔۔۔۔" اچانک سر رحمان کی کرخت آواز سنائی دی۔ وہ عمران کی آہٹ سن چکے تھے۔ اب عمران کے لیے اندر جانا ضروری ہو گیا تھا۔ وہ دروازے میں نمودار ہوا۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قبلہ و کعبہ مکہ و مدینہ۔ بیت المقدس ..... سوری اور کوئی مقدس مقامات ہی یاد نہیں آ رہے۔ اس لئے معافی چاہتا ہوں ابا جان ۔۔۔۔" عمران کی زبان اندر داخل ہوتے ہی چل پڑی اور عمران نے دیکھا کہ سر رحمان کے سامنے صوفے پر بیٹھا ہوا ایک ادھیڑ عمر ترک بڑی حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم یہاں کیسے آ گئے۔ دفع ہو جاؤ ۔۔۔۔" سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کون ہے یہ رحمان صاحب ۔۔۔۔" اس بار ادھیڑ عمر ترک نے سر رحمان سے پوچھ لیا۔

"جناب میں قبلہ و کعبہ کا فرزند ارجمند، سگ بند، مہر جنبہ ......"

عمران کی گردان ایک بار پھر چل پڑی۔

"یہ میرا بیٹا عمران ہے۔ احمق، نالائق ۔۔۔۔" سر رحمان نے خود ہی تعارف کرا دیا۔ انداز ایسا تھا جیسے اسے بیٹا کہہ کر وہ خود شرمندہ ہو رہے ہوں۔

"عمران۔ علی عمران تو نہیں ۔۔۔۔" ادھیڑ عمر ترک نے چونکتے ہوئے

کہا۔ اس کے چہرے پر یک لخت جوش نمایاں ہو گیا تھا۔

"جی ہاں جناب۔ بندے کو ہی علی عمران خلف الرشید سر رحمان باورچی سلیمان، انکل سلطان اور سب مہربان سوائے سر رحمان کہتے ہیں" — عمران نے کہا اور رکوع کے بل جھکتے ہوئے کہا اور وہ ادھیڑ عمر ترک یک لخت اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ اوہ یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ میں دنیا کی عظیم ترین شخصیت سے مل رہا ہوں۔ اوہ اوہ میری خوش نصیبی۔ میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ اوہ —" ادھیڑ عمر ترک نے بے اختیار ہاتھ ملتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ کر اس نے جبراً عمران کا ہاتھ پکڑا اور پھر اسے بے اختیار چومنا شروع کر دیا اور ادھیڑ عمر ترک کے اس انداز پر سر رحمان تو آنکھیں پھاڑے بیٹھے دیکھتے ہی رہ گئے۔ البتہ عمران خود بھی حیران رہ گیا۔

"ارے قبلہ میری کہاں قسمت ہے۔ قبلہ بلکہ کڑوی ہے" — عمران نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور ادھیڑ عمر ترک اس کا ہاتھ چھوڑ کر بے اختیار اس کے گلے سے لپٹ گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے عمران سے گلے ملنا دنیا کی سب سے بڑی سعادت ہو۔

"ارے قبلہ شیرِ انگور تو بالکل ہی کڑوا ہے" — عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا اور پھر ادھیڑ عمر ترک بچوں کی طرح قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"آئیے آئیے تشریف رکھیے۔ اللہ رے میری خوش نصیبی رحمان صاحب۔ آپ نے بتایا ہی نہیں کہ آپ اس قدر عظیم شخصیت کے

والد ہیں۔ اوہ کتنے خوش نصیب ہیں آپ۔ علی عمران کے والد۔ کمال ہے خوش نصیبی کی انتہا ہے۔ معراج ہے" — ادھیڑ عمر ترک اس بری طرح ریشہ خطمی ہوا جا رہا تھا کہ عمران کو سچ مچ شرم آنے لگ گئی تھی اور سر رحمان آنکھیں پھاڑے دیکھتے رہ گئے۔ اور ادھیڑ عمر ترک نے بازو سے پکڑ کر عمران کو اپنے ساتھ والے صوفے پر بٹھا لیا۔

"یہ عظیم شخصیت۔ آپ مجھ پر طنز کر رہے ہیں مصطفےٰ بے۔ یہ تو پہلے درجے کا نالائق، احمق اور مسخرہ ہے" — سر رحمان نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

"ابا جان درست فرما رہے ہیں قبلہ آخر میں انہی کا بیٹا ہوں" — عمران نے کہا اور ادھیڑ عمر ترک مصطفےٰ بے کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"اوہ اچھا اچھا۔ باپ بیٹے میں ایسی بے تکلفی ہے۔ بہت خوب یہی تو ایسا ہونا چاہیے" — مصطفےٰ بے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"رحمان صاحب تو شاید ہی میرا تعارف کرائیں۔ میں اپنا تعارف خود کرا دیتا ہوں۔ میرا نام مصطفےٰ بے ہے اور میں ترکی سیکرٹ سروس باہم "سو" کا چیف ہوں۔ ایک ذاتی دورے پر یہاں آیا تو میں نے سوچا کہ سر رحمان سے ملتا جاؤں۔ ہم دونوں کلاس فیلو رہے ہیں" — مصطفےٰ بے نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا اور عمران حیرت سے مصطفےٰ بے کو دیکھنے لگا جو ایک بہت بڑے ملک کی سیکرٹ سروس کا چیف تھا۔

"لیکن آپ اس نالائق کو کیسے جانتے ہیں" — سر رحمان نے پوچھا۔

"کیسے۔ عمران کو ـــــ ارے، رحمان صاحب انہیں کون نہیں جانتا۔ سیکرٹ سروس سے تعلق رکھنے والا کون سا شخص ہوگا جو عمران کو نہ جانتا ہو۔ دنیا بھر کی سیکرٹ سروسز کے ارکان کا عمران ہیرو ہے۔ قابلِ پرستش ہیرو۔ ہمارے ہاں تو عمران کے کارناموں کا ہر شخص مداح ہے۔ ان کے انداز، ان کے کام کرنے کے طریقے تو ہمارے ہاں جاسوسی کے کورس میں پڑھائے جاتے ہیں اور اسے عمران سٹائل کہا جاتا ہے۔ کمال ہے آپ ان کے والد ہو کر پوچھ رہے ہیں کہ انہیں میں کیسے جانتا ہوں ـــــ مصطفےٰ بے نے اس انداز میں کہا جیسے سر رحمان کی لاعلمی پہ اسے دلی افسوس ہو رہا ہو۔

"وہ کوئی اور عمران ہوگا۔ یہ تو پرلے درجے کا احمق ہے۔ اسے تو بس یہاں کی سیکرٹ سروس کے چیف نے سر چڑھا رکھا ہے ـــــ سر رحمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن ان کے انداز سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مصطفےٰ بے کی زبان سے عمران کی اس انداز کی تعریف سن کر دل ہی دل میں خوش ہو رہے ہوں لیکن بظاہر اس کا اظہار نہ کرنا چاہتے ہوں۔

"ارے نہیں۔ ان کی گفتگو کے یہی انداز تو مشہور ہیں۔ میں ان کے مخصوص انداز سے انہیں پہچانتا ہوں ـــــ مصطفےٰ بے نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"قبلہ مصطفےٰ الف تو آپ کے والد ہوں گے لیکن آپ کے دادا کیا کہلاتے ہوں گے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی ـــــ عمران جو خاموش بیٹھا ہوا تھا اچانک بول پڑا۔

"مصطفےٰ الف میرے والد ـــــ مصطفےٰ بے نے حیران ہوتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے وہ بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"اچھا اچھا میں سمجھ گیا۔ بے کی وجہ سے میرے والد کو الف کہہ رہے ہیں اور دادا تو ظاہر ہے خالی ہی ہوگا۔ بہت خوب۔ گڈ جوک ـــــ مصطفےٰ بے نے بچوں کی طرح ہنستے ہوئے کہا اور سر رحمان جیسے خشک آدمی بھی بات سمجھ میں آنے پر بے اختیار ہنس پڑے۔

"دیکھو عمران اگر تم تمیز سے بیٹھ سکتے ہو تو بیٹھو ورنہ دفع ہو جاؤ میں بدتمیزی یہ برداشت نہیں کر سکتا ـــــ سر رحمان نے لہجے کو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں رحمان صاحب۔ خدا کی قسم عمران سے مل کر میرا سیروں خون بڑھ گیا ہے اور ہاں سر رحمان، عمران ہماری مدد کر سکتا ہے راؤنڈ ہیڈ کے سلسلے میں کیا خیال ہے ـــــ مصطفےٰ بے نے چونکتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ اس کا کام نہیں ہے چھوڑو ـــــ سر رحمان نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اگر مجھے پیسے ملیں اور ساتھ ہی ایک ولایتی استرا بھی ہو تو بے صاحب جس کو فرمائیں راؤنڈ ہیڈ بنا دوں گا ـــــ عمران نے کہا۔

"اوہ یہ بات نہیں کسی کو گنجا نہیں کرنا۔ بلکہ راؤنڈ ہیڈ ایک گروپ ہے بدمعاشوں کا۔ انہوں نے انقرہ میں اودھم مچا رکھا ہے کسی شریف آدمی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ وہ انتہائی خوف ناک قسم کے لڑاکے ہر قسم کے جرائم میں ملوث۔ ہر قسم کے جرائم کے عادی۔ پہلے ہمارے

سابقہ وزیرِ اعظم جمال بے کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ ان کی سرپرستی کرتے ہیں۔ پھر وزیرِ اعظم جمال بے کی بھتیجی عصمت آرا کو راونڈ ہیڈ نے اغوا کرا لیا۔ انقرہ کا پولیس کمشنر طاہر بیگ راونڈ ہیڈ کا خاص آدمی ہے۔ وزیرِ اعظم نے ان کی مدد سے راونڈ ہیڈ پر عصمت آرا کی واپسی کے لیے دباؤ ڈالا تو راونڈ ہیڈ نے ایک ہفتے کی مہلت طلب کی، لیکن ایک ہفتہ گزرنے سے پہلے اچانک جمال بے پر ایک فنکشن کے دوران بم پھینکا گیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اور اسی فنکشن میں راونڈ ہیڈ کا بدترین مخالف ملٹری سیکرٹ سروس کا چیف اقبال احمد کو بھی گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

ان دونوں وارداتوں میں راونڈ ہیڈ کھلے عام ملوث تھے لیکن جمال بے کے مرتے ہی وزیرِ اعظم کا عہدہ مجتبیٰ العظیم نے سنبھال لیا اور مجتبیٰ العظیم جمال بے سے بھی بڑھ کر راونڈ ہیڈ کی سرپرستی کر رہا ہے اس لیے اب ان کی دیدہ دلیری اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ خدا کی پناہ۔ وہ انقرہ کے لیے دہشت بنے ہوئے ہیں ۔۔۔۔" مصطفیٰ بے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔۔ تو آپ سیکرٹ سروس کے چیف ہیں۔ آپ ان کے خلاف کام کیوں نہیں کرتے ۔۔۔۔" عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہ سوال مجھ سے رحمان صاحب نے بھی کیا تھا۔ دراصل ہمارے ہاتھ وزیرِ اعظم نے باندھ رکھے ہیں۔ ان کی سخت ترین ہدایات ہیں کہ ہم مقامی طور پر کسی مسئلے میں ملوث نہ ہوں۔ اس لیے میں مجبور ہوں" مصطفیٰ بے نے بڑی بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ تو بہت زیادتی ہے۔ شریف شہریوں کی جان و مال اور عزت

کا تحفظ بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا غیر ملکی مجرموں سے نمٹنے کا۔ ایسے میں مجھے یاد آیا ہے صاحب۔ آپ کا مسئلہ یقیناً حل ہو جائے گا۔ ویری گڈ۔ لیکن ایک بات ہے۔ رقم کون ادا کرے گا ۔۔۔۔" عمران نے فقرے کا آخری حصہ ادا کرتے ہوئے مایوسی سے منہ لٹکا لیا۔

"رقم کیسی رقم ۔۔۔۔" مصطفیٰ بے نے کہا۔

"ایک گروپ میرا واقف ہے۔ جولیا فائٹنگ گروپ۔ اگر وہ انقرہ پہنچ جائے تو راونڈ ہیڈ کا چراغ گل ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ فری فائٹنگ گروپ ہے۔ وہ تو رقم مانگے گا ۔۔۔۔" عمران نے کہا۔

"دیکھو عمران۔ میں بہت دیر سے تمہیں برداشت کر رہا ہوں۔ اب تم اپنے دوستوں کو بھی بلیک میل کرنے سے باز نہیں آتے۔ دفع ہو جاؤ۔ نکل جاؤ۔ میں جانتا ہوں تمہاری اس بکواس کو ۔۔۔۔" سر رحمان نے جو اب تک خاموش بیٹھے ہوئے تھے، رقم کی بات سنتے ہی بھڑک اٹھے۔ ان کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا تھا۔

"ہوٹل شالیمار شام چار بجے کمرہ نمبر میں ۔۔۔۔" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی بڑبڑاہٹ ایسی تھی کہ سر رحمان تو نہ سمجھ سکے البتہ مصطفیٰ بے قریب ہونے کی وجہ سے سمجھ گیا اور اس کے سر ہلانے پر عمران تیزی سے اٹھا اور پھر خدا حافظ کہتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار دانش منزل کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ اب جولیا فائٹ گینگ کا ٹھوس مقصد سامنے آ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دانش منزل پہنچ گیا۔

"ہیلو بلیک زیرو وہ [illegible] کے نشان والا آدمی مل گیا جولیا اور صفدر

کو ۔۔۔۔" عمران نے آپریشن روم میں داخل ہوتے ہی سامنے
بیٹھے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ارے عمران صاحب۔ وہ تو میں نے آپ کو بتانے کے لئے ایسے ہی فرضی حلیہ جولیا اور صفدر کو بتایا تھا۔ لیکن آپ حیران ہوں گے کہ جولیا اور صفدر نے واقعی اس حلیے کے آدمی کو ڈھونڈ نکالا ہے" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ڈھونڈ نکالا ہے واقعی۔ واہ یہ خوب رہی پھر" ۔۔۔۔ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک ابھر آئی۔

"پھر کیا وہ شخص ہوٹل الاسکا میں ٹھہرا ہے۔ صفدر اور جولیا اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ چلو اچھا ہے لگے رہیں کام سے۔ یہی تو گلہ کرتے ہیں کہ کام نہیں ہے" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"مگر وہ ایم۔ وی۔ بحری جہاز بھی واقعی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا تھا یا یہ بھی بلف تھا" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ارے نہیں۔ وہ تو درست تھا۔ اخبار میں مسافر بحری جہازوں کی آمد کے اوقات درج تھے۔ اخبار میرے سامنے پڑا تھا۔ میں نے بس اسی وقت بندرگاہ پر لگنے والے جہاز کا نام لے دیا تھا۔ اب مجھے کیا معلوم کہ اس حلیے کا آدمی بھی اس میں برآمد ہو جائے گا" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"وہ شخص کون ہے۔ ویسے جو حلیہ تم نے بتایا ہے۔ وہ تو واقعی کسی مجرم کا بھی ہو سکتا ہے" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"صفدر نے مجھے ابھی فون کیا تھا۔ اس شخص نے ہوٹل میں اپنا نام

مائیکل ولیم لکھوایا ہے۔ وہ یونان کا شہری ہے اور پیشہ تجارت ہے" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اچھا چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ جولیا فائٹنگ گروپ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"جولیا فائٹنگ گروپ۔ یہ کیا بات ہوئی۔ کیسا گروپ۔ کیا جولیا نے یہ گروپ بنایا ہے" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے پوچھا۔ اور عمران نے جولیا کے فلیٹ میں ہونے والی تمام گفتگو سنا دی۔

"اچھا تو یہ چکر ہے۔ ذرا ہاتھ پیر ہلتے رہیں گے۔ لیکن مقصد کیا ہو گا۔ کیا غنڈہ گردی کریگا یہ گروپ" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"مقصد بھی مل گیا ہے" اور عمران نے مصطفےٰ سے ملاقات اور راؤنڈ ہیڈ گروپ کی تفصیل بتا دی۔ "اگر جولیا فائٹ گروپ اور راؤنڈ ہیڈ گروپ کا مقابلہ کرا دیا جائے تو کیسا رہے گا۔ اس بہانے ان کی سیر بھی ہو جائے گی" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اوہ مگر یہ سرکاری کام تو نہیں ہو سکتا۔ یہ تو نجی مسئلہ ہے گا اور آپ جانتے ہیں کہ اس کے اخراجات پر خاصی رقم آ جائے گی اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس دوران یہاں کوئی کام آ جائے پھر۔۔۔" بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"اخراجات کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے مصطفےٰ بھی رقم پر مان جائے گا۔ جس سے گینگ کے اخراجات آسانی سے پورے ہو جائیں۔ اور باقی رہا کام کا تعلق تو پوری سیکرٹ سروس تو ظاہر ہے وہاں جانے سے رہی۔ چند ممبروں کو بھیج دیں گے" ۔۔۔۔ عمران

نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ فیصلہ کر چکے ہیں۔ بہر حال ٹھیک ہے تسکی ہمارا دوست ملک ہے۔ اس کے شہری اگر اس عذاب سے بچ جائیں تو یہ اچھا ہی ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اس کے ساتھ ساتھ ہمیں فنا گشمل ہی ہے گویا ہاتھ پیر بھی کھل جائیں گے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ویسے ایک بات ہے عمران صاحب۔ آپ بتا رہے ہیں کہ انھیں پولیس کی سرپرستی حاصل ہے۔ تب تو فاٹ گینگ کے نئے ناتسی شکل بن جائے گی" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ارے نہیں۔ میں بندوبست کر لوں گا سب۔ تم گھبراؤ نہیں۔ تمھاری جولیا کو کچھ نہیں ہوگا" ۔۔۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار جھینپ گیا۔

"آپ خواہ مخواہ جولیا کو مجھ پر تھوپ دیتے ہیں" ۔۔۔ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجنی الاولی جو ہوئی۔ اس نے استعفیٰ کی دھمکی دی تو فوراً صفدر کو بھیج دیا تھا کہ وہ اسے منا لے۔ میں نے کہا ہوتا استعفیٰ کا، تو صفدر کی بجائے گولی مجھے منانے آتی" ۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور بلیک زیرو قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"ویسے تم نے غلطی کی۔ صفدر کی بجائے تنویر کو بھیجا ہوتا پھر کچھ اور تماشہ ہوتا" ۔۔۔ عمران نے کہا

"صفدر کا فلیٹ نزدیک تھا۔ اس لئے میں نے اسے فون کر دیا

مجھے جولیا کی حالت سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ خودکشی کر لے گی۔ آپ کو کیسے معلوم کہ آپ وہاں پہلے سے موجود تھے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا، میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"صفدر بول رہا ہوں سر۔ نکل ولیم نے یہاں گرم مصالحہ بیچنے والی ایک فرم نیشنل جافسن اینڈ کمپنی کے ڈائریکٹر سے بات کی ہے۔ وہ گرم مصالحے کا کوئی بڑا معاہدہ ان سے کرنا چاہتا ہے۔ شام کو ہوٹل میں ملاقات طے ہوئی ہے۔ ویسے اب تک نہ ہی نکل ولیم سے کوئی ملنے آیا ہے اور نہ ہی اس نے کسی کو فون کیا ہے۔ سوائے اس کمپنی کے ڈائریکٹر کے" ۔۔۔ صفدر نے بڑی سنجیدگی سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"جولیا کہاں ہے" ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"وہ سر نک کی نگرانی میں مصروف ہے۔ میں ایکسچینج میں بیٹھا فون چیک کر رہا ہوں۔ وہاں میرا ایک دوست ہے۔ اس کی معرفت" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"او۔ کے۔ تم جولیا کو لے کر اپنے فلیٹوں پر چلے جاؤ۔ نکل ولیم کے متعلق تحقیقات مکمل ہو چکی ہے۔ فارن آفس نے رپورٹ دے دی ہے کہ وہ ہمارے مطلب کا آدمی نہیں ہے۔ وہ بس ایک اتفاق کی وجہ سے مشکوک ہو گیا تھا" ۔۔۔ عمران نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ ٹھیک ہے سر۔ میرا بھی یہی آئیڈیا تھا کہ وہ ایک سیلزمین

کاروباری آدمی ہے ـــــ" صفدر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے
"مجھے عمران نے رپورٹ دی ہے کہ جولیا کوئی فائٹ گیننگ بنانا
چاہتی ہے ـــــ" عمران نے سامنے بیٹھے بلیک زیرو کو مخاطب کرتے
ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ حسب معمول سرد ہی تھا۔

"اوہ سر ـــــ یہ بات جولیا نے نہیں کی سر۔ عمران کا اپنا ہی آئیڈیا تھا جسے میں نے فوری طور پر مسترد کر دیا تھا۔ ظاہر ہے سر، ہم اس قسم کی غنڈہ گردی تو نہیں کر سکتے ـــــ" صفدر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"یہاں تو واقعی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ایک کام ایسا آگیا ہے اس کی ضرورت پڑے گی۔ میں تو خود اس بارے میں جولیا کو فون کرنا چاہتا تھا ـــــ" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ سر ـــــ کیسا کام ـــــ" صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہمارے برادر ملک ترکی نے ہم سے درخواست کی ہے کہ ایک مسئلے میں ہم ان کی مدد کریں لیکن چونکہ یہ کام ہماری لائن کا نہیں، اس لئے میں نے انکار کر دیا۔ لیکن وہ مسئلہ ایسا گھمبیر ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے انکار کے باوجود ہم یہاں سے ایک گروپ کی صورت میں کچھ ممبران کو ترکی بھیجنے کا سوچ رہے ہیں۔ پاکیشیا کے لئے یہ دورہ سرکاری ہو گا لیکن حکومت ترکی اس سے لاعلم رہے گی اور ان کا کام بھی ہو جائے گا۔ بعد میں انہیں آگاہ کیا جا سکتا ہے ـــــ" عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ جیسے آپ حکم فرمائیں سر ـــــ" صفدر نے مسرت

[illegible] لہجے میں کہا۔ وہ شاید اس بات پر خوش ہو رہا تھا کہ چیف اس سے تفصیلی بات چیت کر رہا ہے۔

"او کے ـــــ" عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر گھڑی دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں مصطفےٰ بے سے مل آؤں اور اس کے بعد تفصیلات طے [illegible] ہوں گے ـــــ" عمران نے کہا اور بلیک زیرو کے سر ہلانے پر تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔

جشیکا بار کی رونقیں اپنے پورے عروج پر تھیں۔ عورتوں اور مردوں کے ملے جلے قہقہوں سے بار کا وسیع و عریض ہال گونج رہا تھا۔ کاؤنٹر پر اس وقت ایک راؤنڈ منہ جمال آذر بڑے اکڑے ہوئے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں ہال پر جمی ہوئی تھیں کہ اچانک کاؤنٹر پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور جمال آذر نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ آر۔ ایچ جمال بول رہا ہوں جشیکا بار سے ـــــ" جمال آذر نے بڑے اکڑے ہوئے انداز میں کہا۔

"جمشید بول رہا ہوں ـــــ" دوسری طرف سے آقا جمشید کی کرخت آواز سنائی دی۔ اور جمال آذر کا اکڑا ہوا جسم یوں سکڑتا چلا گیا جیسے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے۔

"یس باس حکم فرمائیں ـــــ" جمال آذر نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"میرے دفتر میں آؤ فوراً ـــــ" دوسری طرف سے کرخت آواز میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ جمال آذر نے بڑی پھرتی سے رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر اچھل کر وہ کاؤنٹر سے باہر آیا اور دوسرے لمحے وہ تقریباً بھاگتا ہوا تہہ خانے کی طرف جانے والی سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اگر اسے چند لمحوں کی بھی دیر ہو گئی تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ سیڑھیاں اتر کر وہ تہہ خانے کے ہال میں پہنچا اور پھر آقا جمشید کے دفتر کا دروازہ کھول کر وہ شیشے کی ٹاپ والی میز کے سامنے جا کر رک گیا۔

"حکم سر ـــــ" جمال آذر نے کہا۔

"سنو جمال۔ گروپ نمبر تین کو لے کر فوراً سینما نمبر بارہ میں موجود سکائی بار میں جاؤ اور اس بار کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔ اس کے مالک نے ہماری اجازت کے بغیر یہ بار خرید لیا ہے۔ اور اسے اس کی مکمل سزا ملنی چاہئے اور سنو اس کے مالک کو زندہ پکڑ کر میرے سامنے لے آنا تاکہ اسے میں اپنے ہاتھ سے سزا دے سکوں ـــــ" آقا جمشید نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اس کا مالک کون ہے باس ـــــ" جمال آذر نے پوچھا۔

"کوئی لیڈی ناشورہ ہے اور یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ اس نے چند غنڈے بھی وہاں پال رکھے ہیں ـــــ" آقا جمشید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے سر حکم کی تعمیل ہو گی سر ـــــ" جمال آذر نے جواب دیا۔ اور تیزی سے واپس پلٹ کر وہ ہال سے گزرتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر باہر آیا اور چند لمحوں بعد اس کی سرخ رنگ کی سپورٹس کار تیزی سے

گروپ نمبر تین کے ہیڈ کوارٹرز کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ وہ راستے میں آنے والے ٹریفک سگنلوں کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اور پولیس کو بھی بچانے کی بھی ہمت نہ تھی کیونکہ کار پر سکارپین کا مخصوص نشان موجود تھا۔ چند لمحوں بعد کار ایک کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہو کر رک گئی۔ اور وہ دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ برآمدے میں تین راؤنڈ ہیڈ موجود تھے۔ وہ جمال آذر کو دیکھتے ہی اٹینشن ہو گئے کیونکہ جمال آذر ہی گروپ نمبر تین کا انچارج تھا۔ اس گروپ میں دس راؤنڈ ہیڈز تھے۔ اسی طرح کے سات گروپ بنائے گئے تھے جن کے ہیڈ کوارٹرز علیحدہ علیحدہ جگہوں پر تھے اور وہ ہر وقت احکامات کی تعمیل کے لئے مستعد رہتے تھے۔

"گروپ کال کرو۔ ہم [illegible] ہے" جمال آذر نے برآمدے میں موجود اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور خود وہ تیز تیز قدم اٹھاتا [illegible] چلا گیا۔ وہ ایک کمرے میں داخل ہوا اس نے الماری کھول [illegible] ایک مشین گن اٹھائی اور چند دستی بم اٹھا کر جیب میں [illegible] پھر تیزی سے واپس مڑ گیا۔ جب وہ باہر لان میں پہنچا تو وہاں [illegible] مسلح راؤنڈ ہیڈز پہنچ چکے تھے۔ ان سب کی بغلوں میں مشین گنیں موجود تھیں اور جھولی ہوئی جیبوں میں دستی بم صاف نظر آ رہے تھے۔

"سنو۔ آقا جمشید کا حکم ہے کہ سینا نمبر بارہ میں موجود بلیو سکائی بار کو تباہ کرنا ہے۔ وہاں سے کوئی آدمی بچ کر نہ نکلے۔ اینٹ سے اینٹ بجا دینی ہے" جمال آذر نے لان میں آتے ہی اپنے ساتھیوں

سے مخاطب ہو کر کہا اور ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور جمال آذر تیزی سے واپس اپنی کار کی طرف بڑھ گیا اور اس کے ساتھی پورچ میں کھڑی دو بڑی کاروں کی طرف بڑھ گئے۔ چند لمحوں بعد تینوں کاریں آگے پیچھے دوڑتی ہوئیں سینا نمبر بارہ کی طرف بڑھی چلی گئیں۔ سینا نمبر بارہ شہر کی مشرقی سمت میں آقا رضائے بازار کی سائیڈ میں تھی اور وہاں خاصی بڑی دکانیں موجود تھیں۔ ان دکانوں کے درمیان میں بلیو سکائی بار تھا۔ تینوں کاریں تیزی سے دوڑتی ہوئیں بلیو سکائی بار کے سامنے جا کر رک گئیں۔ ان کے ٹائروں سے نکلنے والی چیخوں نے بازار میں موجود ہر شخص کو ان کی طرف متوجہ کیا اور پھر کاروں پر موجود سکارپین کے نشانات دیکھتے ہی سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر خوف سے سمٹ سے گئے۔ دوسرے لمحے جمال آذر اور اس کے ساتھی کاروں سے نکلے اور تیزی سے بار کی طرف بڑھے۔ سب سے آگے جمال آذر تھا۔ وہ یوں اکڑ کر چل رہا تھا جیسے کوئی شہنشاہ اپنی ریاست میں داخل ہو رہا ہو۔ ہال میں موجود افراد راؤنڈ ہیڈز کو دیکھتے ہی سہم گئے۔ دو راؤنڈ ہیڈز بار کے مرکزی دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ جبکہ باقی تیزی سے ادھر ادھر پھیلتے چلے گئے۔ ان سب نے اپنی گنیں ہاتھوں میں لے رکھی تھیں۔ ہال میں اس وقت عورتوں اور مردوں کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہو گی۔

"خبردار اگر کسی نے حرکت کی۔ یہ راؤنڈ ہیڈ کا حکم ہے" جمال آذر نے اندر داخل ہوتے ہی چیخ کر کہا۔

کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی ایک ادھیڑ عمر عورت انہیں دیکھتے ہی اچھل کر

کھڑی ہوگئی۔ یہ بار کی نئی مالک لیڈی ناشورہ تھی۔

"تمہارا نام لیڈی ناشورہ ہے ———" جمال آفذر نے اس کے قریب پہنچتے ہی بڑے دھماکہ خیز لہجے میں کہا۔

"ہاں ——— میرا نام ناشورہ ہے۔ لیکن یہاں تمہاری موجودگی کا مقصد" لیڈی ناشورہ کا لہجہ کرخت تھا اور دوسرے لمحے جمال آفذر کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور ہال لیڈی ناشورہ کے گال پر پڑنے والے تھپڑ کی زوردار آواز سے گونج اٹھا۔ لیڈی ناشورہ تھپڑ کھا کر چیختی ہوئی پیچھے بنے ہوئے شراب کی بوتلوں کے ریک سے ٹکرائی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتی جمال آفذر نے جھپٹ کر اس کو گردن سے پکڑا اور اچھال کر کاؤنٹر سے باہر فرش پر پٹخ مارا۔ لیڈی ناشورہ کے حلق سے ایک دردناک چیخ نکلی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتی اچانک ایک طرف سے فائر کا دھماکہ ہوا اور گولی جمال آفذر کے بازو پر پڑی اور جمال آفذر چیخ مار کر گھوم گیا اور پھر تو جیسے بار ہال گولیوں اور چیخوں سے گونج اٹھا۔ ہال میں موجود ممبر راؤنڈ ہیڈ نے بے تحاشا مشین گن کی فائرنگ شروع کر دی اور ہال میں موجود افراد چیخ چیخ کر مکھیوں کی طرح ڈھیر ہوتے چلے گئے۔ راؤنڈ ہیڈ فائرنگ کرتے ہوئے تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف سمٹتے چلے گئے اور جمال آفذر ——— زخمی بازو ہونے کے باوجود لیڈی ناشورہ کو گردن سے پکڑے گھسیٹتا ہوا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر جیسے ہی وہ دروازے پر پہنچا باقی راؤنڈ ہیڈز بھی بے تحاشا فائرنگ کرتے ہوئے باہر نکل گئے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے جیبوں سے دستی بم نکال نکال کر اندر اور دوسری منزل کی کھڑکیوں کی

طرف پھینکنے شروع کر دیئے۔ اور خوفناک اور لرزا دینے والے دھماکوں سے بیوسکافی بار کی عمارت کے پرخچے اڑتے چلے گئے۔ اندر سے کسی بھی فرد کو زندہ باہر نہ آنے دیا گیا۔ ارد گرد کے دکاندار اپنی دکانیں چھوڑ کر فرار ہو چکے تھے اور بازار سنسان پڑا ہوا تھا۔ ایک شخص بھی نظر نہ آرہا تھا۔ صرف راؤنڈ ہیڈز کی کاریں اور فائرنگ کرتے اور بم پھینکتے راؤنڈ ہیڈز ہی نظر آتے تھے۔

جمال آفذر نے لیڈی ناشورہ کو زور سے ایک کار میں اچھالا اور پھر واپسی کا حکم دے دیا۔ جس کار میں لیڈی ناشورہ کو پھینکا گیا تھا وہ عقب سے قریب کی کار تھی۔ اس لئے وہ سب لیڈی ناشورہ کو کار میں ڈال کر بیٹھ گئے۔ لیڈی ناشورہ سہمی ہوئی تڑپا ہی طرح کار کی سیٹوں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ خوف کی شدت سے اس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا اور اس کا جسم پوری طرح کانپ رہا تھا اور پھر تینوں کاریں تیزی سے سٹارٹ ہوئیں اور ——— واپس مڑ کر جشیکا بار کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔ کسی ایک آدمی نے بھی ان کا راستہ نہ روکا اور دور تک پولیس کا کوئی آدمی نظر نہ آیا۔

تھوڑی دیر بعد کاریں جشیکا بار کے سامنے جا کر رکیں اور پھر جمال آفذر لیڈی ناشورہ کا بازو پکڑے اسے بڑی بے دردی سے گھسیٹتا ہوا آقا جشید کے پاس لے گیا۔ اس کے باقی ساتھی جمال آفذر اور لیڈی ناشورہ کو چھوڑ کر واپس اپنے ہیڈ کوارٹر چلے گئے تھے۔ چند لمحوں بعد جمال آفذر نے لیڈی ناشورہ کو آقا جشید کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔

"تم زخمی ہو گئے ہو ———" آقا جشید نے دھاڑتے ہوئے جمال آفذر

سے مخاطب ہو کر کہا جس کے بازو سے خون بہہ رہا تھا۔

"باس میرا خیال ہے کہ تم پر گولی چلائی گئی تھی ——— جمال آذر نے جواب دیا۔ دوسری گولی دروسے کے بازو پر لگی ہے جمال آذر اور دروسے کسی دوسرے گروپ سے تعلق [illegible] نہیں کر سکتے تھے ——— آقا جمشید نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ تیزی کی طرح [illegible] دروازے سے باہر نکلا اور پھر ایک دھماکہ ہوا اور گولی جمال آذر کے دل میں گھستی چلی گئی جمال آذر چیخ کر پشت کے بل فرش پر گرا اور پھر آہستہ آہستہ ایک دو دم تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ اس کے ساتھ فوری طور پر لیڈی ناشوروہ کو جمال آذر کی اس طرح مرتے دیکھ کر اور بھی زیادہ خراب ہو گیا تھا اس کی ٹانگیں بری طرح کانپنے لگیں۔

"تمہارا نام لیڈی ناشوروہ ہے ——— آقا جمشید نے [illegible]

"جی جی ہاں ——— لیڈی ناشوروہ نے خوف کی شدت سے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے جواب دیا۔

"تم نے تقریب میں ہم سے اجازت لئے بغیر کیسے [illegible] کھول لیا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تقریب میں آقا جمشید سے اجازت لئے بغیر کوئی بھی نہیں آ سکتا ——— آقا جمشید کی وجہ سے [illegible] تھی۔

"ہم ہم معافی چاہتی ہوں جناب ——— لیڈی ناشوروہ نے گھبرا کر [illegible]

"معافی اور آقا جمشید سے ——— تم نے جمال آذر کو [illegible] دیکھے ——— آقا جمشید نے [illegible] انداز میں کہا اور دروسے نے اس کے [illegible] پکڑ کر [illegible] کو آگے بڑھا دیا اور لیڈی ناشوروہ کے حلق سے

تو وہ بری طرح اچھلی اور دوسرے لمحے وہ فرش پر گر گئی۔ لیکن آقا جمشید [illegible] لیڈی ناشوروہ [illegible] اس وقت [illegible] دروسے نے [illegible] آقا جمشید [illegible] جمال آذر [illegible] لیڈی ناشوروہ کی لاش پر [illegible] اس کے انداز میں [illegible] ختم ہونے پر [illegible] بیٹھنے کے بعد [illegible] کرسی پر [illegible] دروازے کے باہر [illegible] اندر داخل ہوا۔

"یس باس ——— دروازے والے نے [illegible]

"جمال آذر کی جگہ اب تم [illegible] کی قیادت کرو گے ——— آقا جمشید نے آنے والے سے کہا۔

"یس سر ——— آنے والے نے [illegible]

"جمال آذر کی لاش کو [illegible] میں [illegible] اور اسی کی لیڈی ناشوروہ کی لاش [illegible] کے سامنے فرش پر [illegible] دو۔ [illegible] کے گلے میں [illegible] تاکہ آئندہ کسی کو [illegible] شروع کر دیں ——— آقا جمشید نے [illegible] جمال آذر کی لاش [illegible] لیڈی ناشوروہ کا [illegible] اس کی لاش [illegible] اور پھر [illegible] سے باہر [illegible] ساری [illegible] کے بعد [illegible] میں [illegible] جاری

چنانچہ ٹیکسیوں میں بیٹھ کر وہ ہوٹل بلسان پہنچ گئے۔ جولیا نے کاؤنٹر پر جا کر جب اپنے پاسپورٹ کاؤنٹر مین کی طرف بڑھائے تو اس نے فوراً ہی چوتھی منزل پر موجود چھ کمروں کی چابیاں ان کے حوالے کر دیں۔ ہر ایک کے نام علیحدہ علیحدہ کمرے تھے اور پھر ان کا سامان کمروں میں پہنچا دیا گیا۔

دوپہر کا کھانا اپنے اپنے کمروں میں کھانے کے بعد وہ سب اکٹھے ہوئے اور انھوں نے مشترکہ طور پر شہر کی سیر کا پروگرام بنانا شروع کر دیا۔ جولیا نے ہیرے سے القرہ شہر کا سیاحتی نقشہ منگوایا تھا اور اب وہ نقشہ سامنے رکھے مختلف مقامات دیکھ رہے تھے۔

"میرا خیال ہے مس جولیا کہ ہمیں سب سے پہلے جشیکا بار کو دیکھ لینا چاہیے۔ کم از کم اپنے ٹارگٹ کو اچھی طرح دیکھ لیں" ۔۔۔۔۔ چوہان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"یہ ٹھیک رہے گا اور ان راڈ ہیڈز کی بھی زیارت ہو جائے گی جو القرہ کے نئے خدا بنے ہوئے ہیں" ۔۔۔۔۔ تنویر نے فوراً ہی جولیا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"چلو ایسا کر لیتے ہیں۔ لیکن ایک بات سب ممبرز اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ جب تک ہم باقاعدہ پروگرام بنا کر مشن کا آغاز نہ کریں، کوئی ممبر بھی اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور نہ ہی اشتعال میں آئے۔ اس دوران ہم صرف سیاح ہوں گے۔ شریف سیاح" ۔۔۔۔۔ جولیا نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا" ۔۔۔۔۔ تنویر اور چوہان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو یہ بات طے ہو گئی کہ پہلے جشیکا بار اور راڈ ہیڈز کو چیک کریں گے۔ باقی شہر دیکھنے کا پروگرام شام کو دیکھا جائے گا۔ اب یہاں جانے کی صورت حال یہ ہوگی کہ میں اور کیپٹن شکیل اکٹھے جائیں گے۔ جبکہ صفدر، تنویر کی جوڑی علیحدہ ہوگی۔ نعمانی اور چوہان علیحدہ ہوں گے۔ بظاہر ہمارا آپس میں رابطہ نہ ہوگا اور نہ ہم آپس کے رابطے کو ظاہر کریں گے" جولیا نے پلان بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے" سب نے تائید میں سر ہلا دیا اور پھر وہ سب اٹھ کر جولیا کے کمرے سے باہر آ گئے۔ جولیا کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق وہ بلسان کے ہال میں سے ہوتے ہوئے باہر آ گئے اور پھر علیحدہ علیحدہ ٹیکسیاں لے کر وہ کمال بازار کی طرف چل پڑے جس کی پہلی لین میں جشیکا بار موجود تھا۔ ان سب کے چہروں پر دبا دبا اشتیاق صاف نظر آ رہا تھا کیونکہ ظاہر ہے وہ ایسی جگہ جا رہے تھے جسے عرف عام میں موت کا گھر کہا جاتا تھا اور جسے آئندہ انھوں نے خود ہی موت کے گھر میں تبدیل کرنا تھا۔

انقرہ کے ائیرپورٹ پر اترتے ہی عمران نے ٹیکسی پکڑی اور ٹیکسی ڈرائیور کو اس نے ہوٹل ہنی مون چلنے کے لیے کہا اور خود پچھلی نشست سے پشت لگا کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ پہلی فلائٹ سے جولیا اور اس کے ساتھیوں کو بھیجنے کے بعد دوسری فلائٹ پر وہ خود انقرہ چلا آیا تھا گو اس نے جولیا اور اس کے ساتھیوں کے اصرار کے باوجود انہیں ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا لیکن ظاہر ہے وہ پیچھے رک نہیں سکتے تھے اس بار اس نے پروگرام ہی بنایا تھا کہ وہ ان سے علیحدہ رہ کر کام کرے گا اور جولیا اور اس کے ساتھیوں کو آزادی سے کام کرنے کا موقع دے گا۔ ورنہ ظاہر ہے اس کے ساتھ جانے کے بعد ساری کمان خود بخود عمران کے ہاتھوں میں چلی جاتی اور جولیا فائٹ گروپ عمران فائٹ گروپ میں تبدیل ہو کر رہ جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نہ صرف علیحدہ آیا تھا بلکہ اس نے علیحدہ ہوٹل میں اپنا کمرہ بک کرایا تھا۔ ترکی کی سیکرٹ سروس کے چیف مصطفیٰ بے سے اس نے تمام باتیں طے کر لی تھیں اور اسے بھی اس سفر

صرف یہی بتایا تھا کہ وہ ایک فری لانسر گروپ کو راؤنڈ ہیڈز کے مقابلے پر بھیجے گا اور مصطفیٰ بے نے ان کے لیے مطلوبہ سہولیات مہیا کرنی تھیں۔ چنانچہ ایکسٹو کو فون کرنے کے بعد اس نے اسے بتا دیا تھا کہ جب بھی اس حوالے سے اس سے بات کی جائے وہ مطلوبہ سہولیات اس گروپ کو مہیا کر دے۔ مصطفیٰ بے نے سیکرٹ سروس کے خفیہ فنڈ سے ایک بڑی رقم بھی مہیا کرنے کا وعدہ کیا تھا اور عمران نے ظاہر ہے اس رقم سے جولیا فائٹ گروپ کے اخراجات ادا کرنے تھے۔ کیونکہ وہ اس مشن کا بوجھ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے فنڈ پر نہ ڈالنا چاہتا تھا۔ اس کے ذہن میں کام کرنے کا ایک نیا پروگرام تھا۔

"سر ہوٹل ہنی مون آگیا ہے" ــــــ اچانک ٹیکسی ڈرائیور نے کار روکتے ہوئے کہا اور عمران چونک پڑا۔ وہ اپنے خیالات میں ایسا گم ہوا تھا کہ اسے راستے کا بھی احساس نہ رہا تھا۔ ٹیکسی کار رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر نیچے اترا اور ٹیکسی ڈرائیور نے باہر آ کر ڈگی سے اس کا بیگ نکال کر اپنی طرف بڑھتے ہوئے ہوٹل کے پورٹر کو پکڑا دیا۔ عمران نے کرایہ ادا کیا اور پھر وہ بڑے اطمینان سے قدم اٹھاتا ہوا ہال میں داخل ہو گیا۔ ہوٹل ہنی مون انتہائی شاندار اور خوبصورت ہوٹل تھا۔ ہوٹل کے وسیع و عریض ہال کی سجاوٹ انتہائی شاندار انداز میں کی گئی تھی۔ ہال میں داخل ہو کر وہ چند لمحے تو حیرت سے آنکھیں پھیلائے ہال کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر وہ ایک کونے میں بنے ہوئے کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جہاں دو خوبصورت مقامی لڑکیاں بیٹھی بکنگ اور دوسرے کاموں میں مصروف تھیں۔ پورٹر نے اس کا بیگ لے جا کر

کاؤنٹر کے پاس رکھوا دیا تھا۔ کاؤنٹر پر اچھے خاصے لوگ موجود تھے۔ عمران خاموشی سے جا کر ایک کونے میں کھڑا ہو گیا اور وہاں دونوں لڑکیوں کو کام کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس کی نظروں کا انداز خالصتاً عاشقانہ تھا اور وہ دونوں کی طرف یوں ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا جیسے اس نے زندگی میں پہلی بار لڑکیاں دیکھی ہوں اور چند ہی لمحوں میں دونوں لڑکیوں نے اپنی مخصوص نسوانی حس کی وجہ سے عمران کے اس انداز کو چیک کر لیا۔ انہوں نے غور سے عمران کی طرف دیکھا اور عمران سے کچھ کہنے کی بجائے جلدی جلدی سامنے موجود دوسرے افراد کو فارغ کرنا شروع کر دیا اور یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ دونوں بیک وقت ہی فارغ ہو گئیں اور اب صرف عمران ہی رہ گیا تھا۔

"فرمائیے جناب ——" ان میں سے ایک لڑکی نے کاروباری انداز میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا جبکہ دوسری خاموش تھی۔ اسے دیکھے

"کس زبان میں فرماؤں۔ ویسے زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم والا مسئلہ نہیں ہے۔ مجھے ترکی آتی ہے ——" عمران نے کہا۔

"اوہ آپ ترکی میں ہی فرمائیے ——" لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو سنئے شعر عرض کیا ہے ——" عمران نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا اور وہ دونوں ہنس پڑیں۔

"ارے آپ تو شاعر ہیں۔ ہمارا مطلب شعر سنانے سے نہ تھا۔ بلکہ ہم تو پوچھ رہی تھیں کہ آپ کیسے یہاں کھڑے ہیں ——" دوسری لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں اپنے پیروں پر کھڑا ہوں اور پیروں میں لیدر سول جوتے ہیں اور

جوتوں کے نیچے بڑا خوبصورت فرش ہے اور فرش کے نیچے ظاہر ہے زمین ہو گی اور زمین کے نیچے ......" عمران کی زبان چل پڑی اور وہ دونوں ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھ کر مسکرا دیں جیسے کہہ رہی ہوں کہ حضرت کے دماغ میں خلل معلوم ہو رہا ہے۔

"دیکھئے محترم اگر آپ کو کمرہ چاہیے تو ہم معذرت خواہ ہیں۔ ہمارے ہاں کمرے ایڈوانس بک کئے جاتے ہیں ——" ان میں سے ایک نے عمران کی گفتگو کو روکتے ہوئے جلدی سے کہا۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ عمران اسی طرح نیچے کی بات کرتے کرتے پاتال سے بھی نیچے پہنچ جائے گا۔

"اوہ کمرے کا مسئلہ نہیں وہ تو ایڈوانس ہی بک ہے۔ یہ سنی مون ہوٹل ہے ناں ——" عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ کا کمرہ ایڈوانس بک ہے۔ اوہ تو ذرا اپنا پاسپورٹ دکھائیے ——" لڑکی نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"میں نے پوچھا تھا کہ یہ سنی مون ہوٹل ہے ناں ——" عمران نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پاسپورٹ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں یہ سنی مون ہوٹل ہے۔ باہر نیون سائن بھی لگا ہوا ہے۔ آپ کی نظروں سے نہیں گزرا ——" لڑکی نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میری نظروں کے سامنے راستے میں محصول چنگی والوں نے جبراً چیک پوسٹ بنا دی ہے۔ اس لئے اب مجھے نظریں بچانی پڑتی ہیں ورنہ وہ نظریں گن کر محصول چنگی وصول کر لیں گے ——" عمران نے فلسفہ جھاڑتے ہوئے کہا لیکن شاید لڑکیوں کی سمجھ میں چنگی والا مسئلہ نہ آیا تھا۔ اس لئے وہ پاسپورٹ کھول کر مندرجات دیکھنے میں مصروف ہو گئیں۔ اور پھر

انھوں نے سامنے رکھا ہوا بڑا سا رجسٹر کھولا اور اسے چیک کرنے لگیں۔

"یس سر — پرنس آف ڈھمپ کے لئے کمرہ بُک ہے سر۔ چوتھی منزل کمرہ نمبر تین سو بارہ" — ایک لڑکی نے کہا اور پھر اس نے جلدی سے رجسٹر میں مختلف اندراجات کرنے شروع کر دیئے۔

"یہاں دستخط کر دیجئے" — لڑکی نے رجسٹر کو موڑ کر عمران کی طرف کرتے ہوئے کہا اور خود مڑ کر اس نے کی بورڈ سے ایک چابی اتار لی۔ اور اسے عمران کے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دیا۔

"میں تو انگوٹھا لگاتا ہوں" — عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"انگوٹھا — کیا مطلب" — دونوں لڑکیوں نے حیرت بھرے لہجے میں عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہاں ترکی میں شاید انگوٹھے لگانے کا تصور تک نہ تھا۔ کیونکہ وہاں سو فیصد تعلیم تھی۔

"میں ریاست ڈھمپ کا پرنس ہوں۔ پرنس کے دستخطوں کی بڑی قیمت ہوتی ہے۔ اس لئے نشان انگوٹھا لگاتا ہوں" — عمران نے مطلب سمجھاتے ہوئے کہا۔

اور وہ دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"لیکن آپ کے پاسپورٹ پر تو انگلش کے دستخط موجود ہیں" — ان میں سے ایک نے پاسپورٹ دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ دستخط میرے سیکرٹری کے ہیں اور سیکرٹری اس بار میرے ساتھ نہیں آیا" — عمران نے مطمئن انداز میں کہا۔

"اوہ۔ پھر آپ دستخط رہنے دیں۔ یہ چابی لیں" — لڑکی نے رجسٹر اپنی

طرف گھماتے ہوئے کہا۔

"ہنی مون کے لئے آپ نے کیا سوچا ہے۔ میری تو سمجھ میں نہیں آرہا۔ مجھے تو آپ دونوں ہی اچھی لگ رہی ہیں" — عمران نے لڑکیوں کی طرح شرماتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب" — ان دونوں نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"مطلب ہی۔ ہی۔ ہی۔ اب مطلب بھی میں ہی بتاؤں۔ مجھے تو شرم آتی ہے۔ ہنی مون کا مطلب تو ہنی مون ہی ہوتا ہے" — عمران نے اور زیادہ شرماتے ہوئے کہا اور لڑکیوں کے چہرے غصے سے سرخ ہو گئے۔

"ہنی مون ہوٹل کا نام ہے مسٹر پرنس۔ بس صرف ہوٹل کا نام" — ایک لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس نے ایک طرف پورٹر کو بیگ اٹھانے کا اشارہ کر دیا۔

"ہوٹل کا نام تو وہ ہے ہی۔ اسی لئے تو میں نے یہاں کمرہ لیا تھا" عمران نے یوں جواب دیا جیسے اتنا تو وہ بھی جانتا ہو۔

"آپ اپنے کمرے میں تشریف لے جائیں۔ ہم نے اور بھی کام کرنے ہیں" — لڑکی نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"چلو میں انتظار کر لوں گا۔ آپ کام نپٹا کر آجائیں" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے وہ یک لخت مڑ گیا۔ کیونکہ پورٹر اس کا بیگ اٹھا کر لفٹ کی طرف بڑھ چکا تھا۔

"ارے ارے میرا بیگ — ارے اتنی دیدہ دلیری سے ڈاکہ" — عمران نے چیختے ہوئے کہا اور ہال میں موجود لوگ ڈاکے کا لفظ سن کر بُری طرح چونک پڑے۔ آگے جاتا ہوا پورٹر بھی ٹھٹھک کر رک گیا۔

اسی لمحے عمران نے جلدی سے جاکر اس سے اپنا بیگ جھپٹ لیا۔
"کمال ہے ۔۔۔ دن دیہاڑے بھرے ہال میں ڈاکہ ڈال رہے ہو۔ بڑے دیدہ دلیر ہو ۔۔۔" عمران نے غصیلے لہجے میں پورٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں پورٹر ہوں سر ۔۔۔" پورٹر نے بُری طرح گھبراتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ایک نوجوان تیزی سے ان کے قریب پہنچا۔ اس نے بلیو رنگ کا تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا اور ایک کالر پر ہوٹل کا نشان اور دوسرے کالر پر سپروائزر لکھا ہوا تھا۔
"کیا بات ہے سر ۔۔۔ آپ کس ڈاکے کی بات کر رہے ہیں ۔۔۔" نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
"یہ میرا بیگ اٹھا کر جا رہا تھا۔ غضب خدا کا یہاں دن دہاڑے ڈاکے ڈالے جاتے ہیں۔ اور جب ڈاکو پکڑا جاتا تو وہ بڑی معصومیت سے کہہ دیتا ہے کہ میں پورٹر ہوں ۔۔۔" عمران نے غصیلے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اوہ سر ۔۔۔ یہ واقعی ہوٹل کا پورٹر ہے۔ اس کے فرائض میں شامل ہے کہ یہ معزز مہمانوں کا سامان ان کے کمروں تک پہنچائے ۔۔۔" سپروائزر نے مسکرا کر عمران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔
"فرائض۔ جیسے ڈاکہ ڈالنا اس کے فرائض میں شامل ہے۔ آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ مجھے تو آپ بھی اس کے ساتھی لگتے ہیں اور اب آپ معصومیت سے کہہ دیں گے کہ میں تو جی سپروائزر ہوں۔ ڈاکوؤں کے سپروائزر تو ہو سکتے ہو ۔۔۔" عمران سپروائزر پر بھی الٹ پڑا اور

عمران کا جواب سنے بغیر تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور دونوں حیرت سے اسے دیکھتے رہ گئے لیکن ابھی عمران نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ اچانک وہ رک گیا۔ اس نے تیزی سے بیگ نیچے رکھ دیا۔
"کمال ہے اتنا بڑا ہوٹل ہے اور سامان خود اٹھانا پڑ رہا ہے حیرت ہے۔ کوئی قلی نہیں رکھا انہوں نے۔ کہاں ہے ہوٹل کا منیجر میں ان سے شکایت کروں گا۔ تحریری شکایت۔ آخر میں پرنس ہوں۔ کوئی قلی گیر اتو نہیں کہ اپنا سامان خود اٹھاتا پھروں ۔۔۔" عمران کا لہجہ خاصا زوردار تھا۔
"سر ۔۔۔ آپ تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں۔ لائیے میں آپ کا بیگ کمرے تک پہنچا دوں ۔۔۔" سپروائزر نے تیزی سے عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اب ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ عمران کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔
"تم قلی ہو ۔۔۔" عمران نے غور سے سپروائزر کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"میں سپروائزر ہوں سر۔ اس ہوٹل کا سپروائزر ۔۔۔" سپروائزر نے جواب دیا۔
"تو پھر جا کر کرو سپروائزری میرے پاس کیا لینے آئے ہو۔ میں نے تو نہیں بنایا یہ ہوٹل ۔۔۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور بیگ پھر اٹھا کر لفٹ کی طرف بڑھ گیا اور ہال میں موجود افراد جو اس کی طرف متوجہ تھے بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ عمران لفٹ میں سوار ہو کر جلد ہی اپنے کمرے تک پہنچ گیا۔ اس کے لبوں پر ہلکی

سی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔ اس نے اپنا تعارف بہرحال کرا دیا تھا۔ بیگ کو اٹھائے وہ سیدھا باتھ میں گھس گیا اور چند لمحوں کے بعد جب وہ باہر نکلا تو اپنا لباس بدل چکا تھا۔ اب وہ اپنے معروف مخصوص لباس میں تھا۔ زرد رنگ کی پتلون، سرخ قمیض، نیلی ٹائی اور سفید رنگ کا کوٹ پاؤں میں جوتے براؤن رنگ کے تھے اور چہرے پر پہلے سے کہیں زیادہ حماقتیں جلوہ گر نظر آ رہی تھیں۔ بیگ کو الماری میں رکھ کر وہ کمرے سے باہر آیا اور پھر لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لفٹ بوائے نے اس کے لباس پر حیرت کی نظر ڈالی لیکن وہ خاموش رہا اور پھر چند لمحوں بعد جب عمران لفٹ سے نکل کر اکڑتا ہوا ہال میں سے گزرنے لگا تو ہال میں موجود افراد پہلے تو اس کا حلیہ دیکھ کر مسکرا دیئے لیکن جب ایک شخص نے ہلکا سا قہقہہ مارا تو پھر ہر طرف سے قہقہے ہی قہقہے سنائی دینے لگے۔ لیکن عمران ان کی پرواہ کئے بغیر اسی طرح اکڑ کر چلتا ہوا ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ اس نے کسی کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا تھا۔ ہوٹل کے کمپاؤنڈ گیٹ سے باہر آتے ہی اس نے ایک خالی ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی اس کے قریب آ کر رک گئی۔ عمران نے دروازہ کھولا اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"پولیس ہیڈ کوارٹر لے چلو" — عمران نے ٹیکسی ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ٹیکسی ایک ڈارک براؤن رنگ کی دو منزلہ عمارت کے سامنے جا کر رک گئی۔ عمران

نیچے اترا اور اس نے ایک چھوٹا سا نوٹ نکال کر ٹیکسی ڈرائیور کی گود میں پھینکا اور پھر بڑے اطمینان سے ٹہلتا ہوا پولیس ہیڈ کوارٹر کے گیٹ کی طرف بڑھتا گیا۔ گیٹ سے ملحقہ برآمدے میں انکوائری کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس پر ایک پولیس آفیسر بیٹھا کسی سے ٹیلیفون پر باتیں کر رہا تھا۔ عمران اس کے قریب جا کر رک گیا۔

"جی فرمائیے" — پولیس آفیسر نے مائیک پر ہاتھ رکھ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ غور سے عمران کو سر سے پیر تک دیکھ رہا تھا۔

"مجھے پولیس کمشنر طاہر بیگ سے ملنا ہے" — عمران نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کی تعریف" — آفیسر نے پولیس کمشنر کا نام سنتے ہی تیزی سے رسیور رکھا اور آگے کی طرف جھک آیا۔

"اپنی تعریف کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ ویسے میں آپ کی تعریف کر سکتا ہوں کہ آپ ڈیوٹی کے دوران اپنی محبوبہ سے باتوں میں مصروف تھے اور دوسری بات یہ کہ آپ کی محبوبہ کسی ہوٹل میں ویٹرس ہے۔ اس کی عمر بیس سے پچیس سال کے درمیان ہے۔ اور یہ آپ کی کم از کم دسویں محبوبہ ضرور ہے۔ کافی ہے یا کچھ اور بھی بتاؤں" — عمران نے بڑے معصوم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ — آپ کوئی نجومی ہیں۔ حیرت ہے" — پولیس آفیسر کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

"کیا میں نے آپ کی تعریف درست کی ہے یا کوئی غلطی رہ گئی ہے" عمران نے پوچھا۔

"ایک غلطی ہے۔ یہ میری دسویں نہیں بارہویں محبوبہ ہے" پولیس آفیسر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ پھر آپ خاصے تیز رفتار واقع ہوئے ہیں۔ بہرحال پولیس کمشنر سے ملاقات والا مسئلہ اپنی جگہ رہا" عمران نے کہا۔

"آپ پہلے بتائیے کہ کیا واقعی آپ نجومی ہیں" پولیس آفیسر نے اور شے تحیر پوچھا۔

"ہمارا نام پرنس آف ڈھمپ ہے۔ ہم ہمالیہ کی ریاست ڈھمپ کے پرنس ہیں اور ریاست ڈھمپ میں نجومی ہونا قابل دست اندازی پولیس جرم ہے" عمران نے منہ بنا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ نجومی نہیں تو پھر آپ نے یہ سب کچھ کیسے بتا دیا۔ کیا آپ مجھے پہلے سے جانتے ہیں" پولیس آفیسر کے لہجے میں مزید حیرت ابھر آئی۔

"میں تو آج ہی یہاں پہنچا ہوں۔ اور اگر آپ نے واقعی انکوائری کرنی ہے تو پھر آپ میری جگہ آ کر کھڑے ہو جائیں اور مجھے اپنی جگہ بیٹھنے دیں تاکہ کم از کم میری ٹانگیں تو کھڑے کھڑے نہ سوکھ جائیں" عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ سوری۔ مجھے خیال نہیں رہا۔ آپ پولیس کمشنر صاحب سے کیوں ملنا چاہتے ہیں" پولیس آفیسر کو اچانک اپنے فرائض کا خیال آ گیا۔

"میں ان کی تعریف فرمانا چاہتا ہوں۔ جیسے میں نے آپ کی فرمائی ہے" عمران نے جواب دیا۔

"لیکن وہ تو اس ٹائپ کے آدمی نہیں ہیں" پولیس آفیسر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ اچانک کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور پولیس آفیسر نے فوراً رسیور اٹھا لیا۔

"یس پولیس ہیڈ کوارٹر انکوائری" پولیس آفیسر نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ بہتر سر۔ میں ابھی پتہ کرتا ہوں سر۔ اور سر ایک صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں وہ اپنے آپ کو پرنس آف ڈھمپ بتاتے ہیں" پولیس آفیسر نے دوسری طرف کی بات سننے کے بعد مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران سمجھ گیا کہ پولیس کمشنر کا فون آیا تھا۔

"سر ہمالیہ کی ریاست کا پتہ بتا رہا ہے۔ ویسے سر بس عام سا آدمی ہے۔ مسکینی سے لباس پہنے ہوئے ہے" پولیس آفیسر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور عمران نے اکڑ کر ٹائی کی ناٹ ٹھیک کرنی شروع کر دی جیسے اس کی تضحیک کی بجائے تعریف کی جا رہی ہو۔

"بہتر سر" پولیس آفیسر نے کچھ سننے کے بعد مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"تشریف لے جائیے جناب۔ کمشنر صاحب آپ کے منتظر ہیں۔ دوسری منزل میں بائیں طرف آخری کمرہ ان کا دفتر ہے" پولیس آفیسر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"شکریہ۔ ویسے ایک بات بتا دوں۔ ڈیوٹی کے دوران محبوبہ

کو فون کرنے سے محبوبہ بیوی میں بدل جاتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ تبدیلی کتنی ہولناک ہوتی ہے ۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب وہ اس پولیس آفیسر کو کیا بتاتا کہ اس کے بات کرنے کے انداز سے اور چہرے کے تاثرات سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ بات محبوبہ سے کی جا رہی ہے۔ ہوٹل کی ویٹرس اس نے اس لئے کہہ دیا تھا کہ اس ٹائپ کے لوگوں کی محبوبائیں بھی ہوٹلوں سے ہوتی ہیں۔ دوسرے لوگ تو ان کی وردی دیکھ کر ہی بدک جاتے ہیں۔ باقی رہی عمر تو ظاہر ہے ویٹرس اب بوڑھی کھوسٹ تو ہونے سے رہی اور پھر ویٹرس ٹائپ عشق ہوتا ہی ایسا ہے جس طرح ویٹرس کی ڈیوٹیاں بدلتی ہیں اسی طرح عشق بھی بدل جاتے ہیں۔ عمران تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا دوسری منزل پر پہنچا اور پھر بائیں طرف والی راہداری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ آخری دروازے پر آتے ہی دور سے ہی طاہر بیگ پولیس کمشنر کی تختی لگی ہوئی نظر آگئی تھی۔ دروازے کے باہر ایک مسلح سپاہی بڑے چوکنے انداز میں کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔

"مجھے پرنس آف ڈھمپ کہتے ہیں ۔۔۔۔" عمران نے قریب جا کر سپاہی سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔۔ صاحب آپ کے منتظر ہیں ۔۔۔۔" سپاہی نے چونکتے ہوئے کہا اور عمران بڑے اطمینان سے دروازے کی طرف بڑھ گیا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ البتہ ایک پردہ لٹکا ہوا تھا عمران نے پردہ ہٹایا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا دفتر تھا جس میں ایک بڑی سی میز کے پیچھے پولیس کمشنر طاہر بیگ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ادھیڑ عمر کا لیکن

خاصا صحت مند آدمی دکھائی دے رہا تھا اور اس کے کاندھوں پر موجود ستارے ضرورت سے کچھ زیادہ چمک رہے تھے۔

"ارے آپ تو شریف آدمی لگ رہے ہیں حیرت ہے ۔۔۔۔" عمران نے مقابل بیٹھتے ہوئے آنکھیں گھماتے ہوئے اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔۔" طاہر بیگ جو اسے غور سے دیکھ رہا تھا چونک کر بولا۔ اس کے چہرے پر قدرے ناگواری کے آثار ابھر آئے تھے۔

"یہ مطلب پوچھنے والی بیماری دو جگہ مشترک ہی ہے۔ مطلب یہ کہ ہمارے ہاں تو پولیس کمشنر اسے بنایا جاتا ہے جو انتہائی وحشت ناک قسم کے چہرے کا مالک ہو ۔۔۔۔" عمران نے بڑے اطمینان سے میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے انٹرکام پر اپنا نام پرنس آف ڈھمپ بتایا تھا ۔۔۔۔" پولیس کمشنر نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کو کبھی یہی نام بتانے والا تھا۔ فی الحال راستے میں نام بدلنے کا کوئی چانس نہ تھا ۔۔۔۔" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ شکل صورت سے تو مجھے پرنس کی بجائے احمق لگ رہے ہیں ۔۔۔۔" طاہر بیگ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اگر شریف چہرے والا پولیس کمشنر بن سکتا ہے تو کیا پرنس احمق نہیں ہو سکتا۔ ویسے ایک بات بتا دوں کہ ہمارے ہاں شریف کو گدھے کہتے ہیں ۔۔۔۔" عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ تم مجھے گدھا کہہ رہے ہو۔ میں تمہیں ابھی جیل بھجوا دیتا ہوں ۔۔۔۔" پولیس کمشنر نے غصے سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ایسا کر کے تم واقعی اپنے شریف ہونے کا ثبوت دو گے۔ ویسے جناب پولیس کمشنر صاحب۔ کیا خیال ہے۔ جیل مجھ جیسے لوگوں کے لئے بنائی جاتی ہے یا راؤنڈ ہیڈ ٹائپ کے لوگوں کے لئے ——"

عمران نے تسلی بخش جواب دیتے ہوئے کہا۔

"راؤنڈ ہیڈ۔ تم نے راؤنڈ ہیڈ کی بات کیوں کی ——" پولیس کمشنر نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"میں بھی اپنی ریاست کا پولیس کمشنر ہوں لیکن وہاں کسی راؤنڈ کو ٹوپی چوکور ہیڈ کی جرات نہیں کہ کسی کو اغوا کر سکے۔ جبکہ یہاں آ کر مجھے معلوم ہوا ہے کہ راؤنڈ ہیڈ اس شہر کے مالک اصل بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ چلو پولیس کمشنر کی زیارت ہی کر لیں تاکہ معلوم تو ہو کہ وہ کیسی شخصیت ہیں جن سے یہ گول سر والے نہیں سنبھالے جاتے ——"

عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم یہ بار بار کس ریاست کا ذکر کر رہے ہو۔ کون ہو تم۔ تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے ——" پولیس کمشنر نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے۔ اتنا جغادری آدمی اور پولیس کمشنر۔ وہیں بار تو بتا دیا ہے کہ میں ریاست ڈھمپ کا پرنس ہوں اور میرا پاسپورٹ ہوٹل منی مون کے کمرہ نمبر تین سو بارہ میں رکھے ہوئے ایک بیگ میں موجود ہے ——" عمران نے جواب دیا۔

"یہ ریاست ڈھمپ کہاں ہے۔ مجھے تو تم مشکوک نظر آتے ہو ——"

پولیس کمشنر نے جواب دیا۔

"ریاست ڈھمپ ہمالیہ کی ترائی میں ہے اور پولیس والوں کو تو خا

ہے ہر شخص ہی مشکوک نظر آتا ہے۔ بہرحال مجھے اجازت دیجئے میں تو صرف آپ کی زیارت کرنے آیا تھا ——" عمران کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا

"نہیں تم ایسے نہیں جا سکتے۔ بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ تم دراصل کون ہو۔" پولیس کمشنر نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ تم اپنے وزیراعظم جناب عظیم سے پوچھ لینا۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں اور سنو اپنے لاڈلے راؤنڈ ہیڈز کو بتا دینا کہ پرنس آف ڈھمپ یہاں موجود ہے۔ کم از کم وہ میری موجودگی میں اپنے آپ کو سنبھال کر رکھیں۔" عمران نے سخت لہجے میں جواب دیا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ اس بار پولیس کمشنر نے اسے جانے سے نہ روکا تھا۔ اور عمران اس کی وجہ جانتا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر وزیراعظم کا نام لے دیا تھا۔ تاکہ پولیس کمشنر اپنی حدود سے آگے نہ بڑھ سکے۔ اب یہ تو بعد کی بات ہے کہ وہ وزیراعظم سے کچھ پوچھنے کی جرات بھی رکھتا ہے یا نہیں۔

پولیس ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلتے ہی اس نے ٹیکسی پکڑی اور اسے ہوٹل منی مون کا کہہ کر بیٹھ گیا۔ پولیس کمشنر سے اس کے ملنے کا مقصد کچھ اور تھا۔ اس کا پروگرام تھا کہ اگر پولیس کمشنر اس کے قد و قامت کا آدمی ہوا تو پھر وہ اس کی جگہ لے لے گا۔ اس طرح وہ آسانی سے پولیس کوارٹرز میں رہ کر جولیا اور اس کے ساتھیوں کے خلاف حرکت میں نہ آنے دے گا۔ لیکن پولیس کمشنر کو دیکھنے کے بعد اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ کیونکہ اس کا قد و قامت ایسا تھا کہ عمران اس کا روپ نہ دھار سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے دوسرا پروگرام بنا لیا اور براہ راست راؤنڈ ہیڈز

کو چیلنج کر دیا۔ اب وہ براہ راست ان کے مقابلے میں آنا چاہتا تھا تاکہ راونڈ میڈ زکی توجہ بٹ جائے اور وہ صرف جولیا فائٹ گروپ پر توجہ نہ کر سکیں۔ ہوٹل میں پہنچتے ہی اس نے سب سے پہلے پاکیشیا کال بک کرائی اور ایکسٹو کا نمبر دے دیا۔ مصنوعی سیارے کی وجہ سے کال چند منٹوں بعد ہی ملا دی گئی۔

"ہیلو ۔۔۔" دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔ اس نے دانستہ ایکسٹو کا لفظ نہ کہا تھا۔

"پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں طاہر ۔۔۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ پرنس آپ پہنچ گئے ۔۔۔" اس بار بلیک زیرو نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"ہاں پہنچ بھی گیا ہوں اور میں نے ایک اہم ملاقات بھی کر لی ہے۔ بہرحال تم ایک کام کرو کہ جوزف اور جوانا کو پہلی فرصت میں یہاں بھجوا دو۔ انہیں کہنا کہ وہ خیابان روڈ پر واقع تاجدار بار میں پہنچ کر بار کے مالک تاجدار سے ملیں اور اسے پرنس آف ڈھمپ کا حوالہ دیں۔ وہ انہیں مجھ تک پہنچا دے گا ۔۔۔" عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا کوئی لمبا چکر چل گیا ہے وہاں ۔۔۔" طاہر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں اگر جولیا جیسی صنف نازک فائٹ گروپ بنا سکتی ہے۔ تو میں کیوں نہیں بنا سکتا۔ پرنس آف ڈھمپ فائٹ گروپ ۔۔۔" عمران نے لہجے کو غصیلا بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا میں سمجھ گیا ٹھیک ہے۔ میں ان دونوں کو بھیجنے کے انتظامات کرتا ہوں ۔۔۔" بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھا اور پھر اس نے الماری سے اپنا بیگ اٹھایا اور انتہائی تیزی سے دروازے سے باہر نکل آیا۔ لیکن لفٹ کی طرف جانے کی بجائے وہ راہداری کے آخری سرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ سامنے کے رخ جانے کی بجائے عمارت کے عقب میں موجود فائر بریگیڈ والوں کے لئے بنائے گئے ایمرجنسی فائر ڈور سے گزر کر سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اترنا چاہتا تھا اور اس کی توقع کے عین مطابق دروازہ اور لوہے کی سیڑھیاں عقبی سمت میں موجود تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ عقبی سمت والی گلی میں پہنچ چکا تھا اور پھر عقبی سمت سے ہوتا ہوا وہ جیسے ہی سڑک پر آیا۔ اس نے دو گاڑیاں تیزی سے ہوٹل ہنی مون کے کمپاؤنڈ گیٹ میں گھستی دیکھ لیں۔ جن پر راونڈ میڈ تنظیم کا مخصوص نشان موجود تھا اور اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی۔ اسی لمحے ایک خالی ٹیکسی اس کے قریب آ کر رکی اور عمران اسے خیابان روڈ چلنے کا کہہ کر بڑے اطمینان سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔

شمال بازار کے پہلے چوک پر ہی ٹیکسیوں سے اترنے کے بعد جولیا اور اس کے ساتھی علیحدہ علیحدہ ٹولیوں کی صورت میں آگے پیچھے چلتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ وہ بڑے اشتیاق اور شوق سے دکانوں کے شوروم میں بھری ہوئی عجیب و غریب و نادر و قیمتی اشیاء کو دیکھ رہے تھے۔ البتہ تنویر کی پوزیشن دوسری تھی۔ وہ شوکیسوں میں نادر اشیاء دیکھنے کی بجائے سڑک پر چلنے پھرنے والی نادر اشیاء میں زیادہ دلچسپی لے رہا تھا اور اس کی نظریں کسی خوبصورت لڑکی کو ہجوم میں تلاش کر رہی تھیں۔ اور پھر وہ اسی وقت اس سے نظریں ہٹاتا جب وہ لڑکی کسی گلی میں گم ہو کر یا کسی دکان میں گھس کر اس کی نظروں سے غائب ہو جاتی۔ اس طرح گھومتے پھرتے نظارہ کرتے ہوئے وہ آگے بڑھتے چلے گئے اور پھر جیسے ہی ان کی نظریں ایک چھوٹی سی بائی روڈ پر پڑیں جہاں پیرل این کا کافی بڑا بورڈ نظر آ رہا تھا۔ وہ اس طرف مڑ گئے۔ سب سے آگے

جولیا اور کیپٹن شکیل تھے۔ ——— صفدر، تنویر اور باقی ساتھی ان کے پیچھے چل رہے تھے۔ اور پھر انہیں دور سے جشیکا بار کا بورڈ نظر آ گیا۔ یہ تین منزلہ جدید قسم کی عمارت تھی۔ جس کا ڈیزائن خاصا انفرادیت کا حامل تھا۔ جشیکا بار کے بورڈ کی سائیڈ پر دم اٹھے بچھو کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ یہ سکارپین تھا۔ راؤنڈ ہیڈ گروپ کا مخصوص نشان۔ پھر یہ لوگ جیسے ہی جشیکا بار کے گیٹ پر پہنچے۔ ابھی وہ اس کی سیڑھیاں چڑھنے ہی والے تھے کہ اچانک شیشے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور پھر ایک گنجا تیز تیز قدم اٹھاتا باہر آ گیا۔ اس کی پیشانی پر سرخ پٹی بندھی ہوئی تھی اور بغل میں سٹین گن لٹکی ہوئی تھی۔ وہ ایک عورت کی لاش کو اس طرح گھسیٹتا باہر لا رہا تھا جیسے وہ لاش عورت کی بجائے کسی کتیا کی ہو۔ عورت کے پورے جسم پر گولیوں کے سوراخ موجود تھے اور اس کے چہرے پر شدید خوف و کرب کے آثار جیسے منجمد ہو کر رہ گئے تھے اس کا چہرہ دیکھتے ہی یہ بات صاف طور پر محسوس ہوتی تھی کہ اس عورت کی موت انتہائی خوف و دہشت کے عالم میں ہوئی ہے۔ سیڑھیاں اترتے ہی اس گنجے نے لاش کو جھٹکا دے کر فٹ پاتھ پر پھینک دیا۔ اس کے انداز میں انتہائی حقارت و نفرت موجود تھی۔ عورت کے گلے میں ایک دھاگہ تھا۔ جس کے ساتھ ایک کارڈ بندھا ہوا تھا۔ اس کارڈ پر دم اٹھے بچھو کی تصویر نمایاں تھی۔ اسی لمحے وہ گنجے تیزی سے چلتے ہوئے اس دروازے سے باہر نکلے۔

اس کی لاش کو اٹھا کر جیوسکائی بار کے سامنے پھینک دو تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ راؤنڈ ہیڈ سے اجازت نہ لینے والوں کا کیا حشر

ہوتا ہے ـــــ" لاش کو باہر گھسیٹ کر لے آنے والے گنجے نے ان دونوں گنجوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس ـــــ" ان دونوں نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھے اور اس عورت کی لاش کو اسی انداز میں ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے سامنے والے فٹ پاتھ کے قریب کھڑی ایک کار کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کار کا دروازہ کھول کر انھوں نے لاش کو اندر پھینکا اور پھر وہ دونوں بھی کار میں سوار ہو گئے اور پھر چند لمحوں بعد کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

جولیا اور اس کے ساتھی ایک طرف کھڑے خاموشی سے یہ سب تماشا دیکھتے رہے۔ لیکن ان سب کے چہروں کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔ خاص طور پر تنویر کی حالت دیکھنے والی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا اور وہ بری طرح دانت پیس رہا تھا لیکن صفدر نے اس کا بازو پکڑ رکھا تھا۔ بازار میں چلنے والے دوسرے افراد بھی ادھر ادھر سمٹ گئے تھے اور کسی نے بھی ایک انسان اور خاص طور پر عورت کی اس طرح بے حرمتی پر معمولی سا بھی احتجاج نہ کیا تھا۔ جب کار اس عورت کی لاش لے کر آگے بڑھ گئی تو گنجا بھی مڑ کر واپس دروازے میں داخل ہو گیا۔

"آؤ جولیا ـــــ یہ لوگ تو واقعی درندے ہیں ـــــ" کیپٹن شکیل نے پاس کھڑی جولیا سے مخاطب ہو کر کہا اور جولیا نے سر ہلا دیا۔ اور پھر وہ سب دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ ہال میں کافی افراد موجود تھے جن میں عورتیں اور مرد دونوں شامل تھے۔ میزوں پر شراب کھلے عام سرو کی جا رہی تھی۔ کاؤنٹر پر بھی ایک پہلوان نما غنڈہ موجود تھا۔

جبکہ ادھر ادھر تین راؤنڈ ہیڈ زخمی گنیں اٹھائے ٹہل رہے تھے۔ ہال میں موجود ہر شخص آپس میں باتوں میں مصروف تھا۔ یہ سب اندر داخل ہو کر ادھر ادھر میزوں پر بیٹھ گئے۔ آتے ہی بیروں نے ان سے پوچھے بغیر شراب کی بوتلیں ان کی میزوں پر رکھ دیں۔

"سنو ویٹر یہ بوتل لے جاؤ اور دو کوکا کولا لے آؤ ـــــ" کیپٹن شکیل نے ویٹر کو بلا کر کہا۔

"کیا ـــــ کیا لے آؤں ـــــ" ویٹر نے حیرت بھرے لہجے میں مڑتے ہوئے پوچھا۔

"کوکا کولا ـــــ کیا تم اسے پہچانتے ہو ـــــ" کیپٹن شکیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم کہاں سے آئے ہو۔ کیا غیر ملکی ہو ـــــ" ویٹر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ہم سیاح ہیں اور شراب نہیں پیتے ـــــ" کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ویٹر کوئی جواب دیتا، ایک راؤنڈ ہیڈ تیزی سے قدم اٹھاتا ان کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے ـــــ" راؤنڈ ہیڈ نے بڑے کرخت لہجے میں ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر۔ یہ سیاح ہیں اور شراب کی بجائے کوکا کولا مانگ رہے ہیں" ویٹر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور راؤنڈ ہیڈ بھی یوں حیرت سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگا۔ جیسے انھوں نے کوئی انوکھی بات کی ہو۔

"یہ بار ہے جسے بار۔ یہاں شراب ملتی ہے کوکا کولا پینا ہے تو کسی ریستوران میں جاؤ"۔۔۔۔ راؤنڈ ہیڈ نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اوہ واقعی بار ہے۔ یہاں تو شراب ہی ملتی ہے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے یوں سر ہلاتے ہوئے جولیا سے کہا جیسے بات اس کی سمجھ میں آگئی ہو اور پھر جولیا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن اسی لمحے انہیں اپنے پیچھے تھپڑ کی زوردار آواز سنائی دی اور وہ سب چونک کر مڑے اور دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پچھلی میز پر بیٹھے ہوئے تنویر نے ویٹر کے گال پر تھپڑ مار دیا تھا۔

"یو نانسنس سن آف بچ۔ تمہاری یہ جرأت کہ تم مجھ سے ایسی بات کرو"۔۔۔۔ تنویر نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔

ویٹر دیکھنے میں خاصا صحت مند تھا لیکن تنویر کا تھپڑ شاید اتنا زوردار تھا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا پچھلی میز سے جا ٹکرایا اور پھر تو جیسے ہال میں موجود ہر فرد کو سانپ سونگھ گیا۔ کوئی تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ کوئی شخص راؤنڈ ہیڈ کے مرکز میں ان کے کسی آدمی کو تھپڑ مار سکتا ہے۔

"اوہ تم تم"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل کے قریب کھڑے ہوئے راؤنڈ ہیڈ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور اس نے بغل میں لٹکی ہوئی مشین گن تیزی سے اتاری۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اسے ہاتھ میں لیتا۔ قریب کھڑے ہوئے کیپٹن شکیل نے نہ صرف مشین گن اس سے جھپٹ لی بلکہ اس کی لات پوری قوت سے راؤنڈ ہیڈ کی پسلیوں پر پڑی اور راؤنڈ ہیڈ ڈکراتا ہوا ساتھ والی میز پر گرا اور یہ حالت دیکھتے ہی ہال میں موجود سب افراد بے اختیار اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"خبردار اگر کسی نے حرکت کی تو بھون دوں گا"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے چیختے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ریٹ ریٹ کی تیز آواز گونجی اور ہال میں موجود دو اور راؤنڈ ہیڈز کے ہاتھوں سے مشین گنیں نکل کر دور جا گریں اور پھر انہیں زمین پر گرنے سے پہلے ہی جھپٹ لیا گیا۔ یہ کام صدیقی اور چوہان کا تھا۔ وہ ان دونوں راؤنڈ ہیڈز کے قریب موجود تھے۔

اور ہال میں موجود تینوں راؤنڈ ہیڈز حیرت سے بت بنے کھڑے رہ گئے۔ شاید وہ شدید ترین حیرت کی وجہ سے بت بن گئے تھے۔ صورت حال بدلتے ہی سارے ساتھی تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف سمٹتے چلے گئے۔

"سنو اپنے آقا بشیر سے کہہ دینا کہ اب اس کا روز حساب آگیا ہے۔ جولیا فائٹ گروپ انقرہ میں آگیا ہے اور جولیا فائٹ گروپ آنے کے بعد تم جیسے گیدڑوں کو بھاگنا ہی پڑتا ہے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا اور اس بار کاؤنٹر پر کھڑا ہوا پہلوان نما غنڈہ چیختا ہوا ریک سے ٹکرایا اور نیچے جا گرا۔ گولیاں اس کے سینے پر پڑی تھیں اور اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا تھا۔ وہ اچانک کیپٹن شکیل پر فائر کرنا چاہتا تھا لیکن کیپٹن شکیل بھلا اسے ایسا موقع کہاں دے سکتا تھا۔ فائر کرتے ہی وہ تیزی سے مڑے اور پھر تیزی سے بھاگتے ہوئے فٹ پاتھ پر پھیلے ہوئے ہجوم میں راستہ بناتے سامنے موجود تنگ گلیوں میں گھستے چلے گئے۔ انہیں معلوم تھا کہ مقابلے کا آغاز ہو گیا

ہے اور اب چند لمحوں بعد ہی راونڈ ہیڈز پورے شہر میں پاگل کتوں کی طرح انھیں ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔ مشین گنیں انھوں نے اپنے اوور کوٹوں کے اندر چھپائی تھیں اور پھر مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ سب ایک بڑی گلی میں آگئے اور اس کے بعد جولیا کے مخصوص اشارے پر وہ سب ادھر ادھر بکھر گئے۔ جبکہ جولیا ایک فون بوتھ میں گھستی چلی گئی۔ اب ظاہر ہے واپس ہوٹل جانا اپنے آپ کو موت کے منہ میں دینا تھا۔ اس لئے جولیا نے فون بوتھ میں گھستے ہی جیب سے سکے نکال کر باکس میں ڈالے اور پھر رسیور اٹھا کر وہ مخصوص نمبر گھمانے شروع کر دیئے جو ایکسٹو نے انھیں دیئے تھے۔

"یس مصطفےٰ اینڈ کمپنی" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"مصطفےٰ بے سے بات کرائیں۔ انھیں کہیں کہ ایکسٹو کے سلسلے میں بات کرنی ہے" جولیا نے ایکسٹو کی ہدایت کے مطابق کہا۔

"اوہ — میں مصطفےٰ بے بول رہا ہوں۔ آپ اپنا تعارف کرائیے" دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکلخت گمبھیر ہو گیا۔

"جولیا فائٹ گروپ۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ آپ ہمیں سہولیات مہیا کریں گے" جولیا نے لہجے کو باوقار بناتے ہوئے کہا۔

"کس نے کہا تھا" مصطفےٰ بے نے پوچھا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو نے جس نے ہمیں ہائر کیا ہے" جولیا نے جواب دیا۔

"بالکل بالکل — فرمائیے" مصطفےٰ بے اشتیاق بھرے

لہجے میں بولا۔

"ہم نے پہلا فائر راونڈ ہیڈ پر کھول دیا ہے۔ ہم اس وقت جیشیکا بار کے سامنے والی گلیوں میں موجود ہیں۔ ہمیں فوری طور پر ایسی رہائش گاہ کا پتہ بتائیں جہاں اسلحہ، کاریں اور میک اپ کا سامان موجود ہو" جولیا نے کہا۔

"اوہ ٹھیک ہے آپ گلستان کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ پر پہنچ جائیں۔ گیٹ پر تالا موجود ہے۔ یہ نمبروں سے کھلنے والا تالا ہے۔ تالے کا نمبر چار سو بیس ہے۔ تالا کھول کر آپ اندر چلے جائیں۔ وہاں آپ کی ضرورت کی ہر چیز موجود ہوگی۔ کاریں بھی، اسلحہ بھی، کھانے پینے کا سامان اور ہر قسم کے زنانے اور مردانہ لباس بھی۔ اس کے علاوہ بھی جس چیز کی ضرورت ہو آپ کاغذ پر لکھ کر پھاٹک پر لگے ہوئے لیٹر بکس میں ڈال دیا کریں۔ سامان آپ تک پہنچ جایا کرے گا۔ اس کے علاوہ ایمرجنسی کی صورت میں اسی نمبر پر آپ فون کر کے ایکسٹو کا حوالہ دے سکتی ہیں۔ آپ کی خفیہ طور پر مکمل امداد کی جائے گی۔ لیکن ہم میں سے کوئی سامنے نہیں آسکتا" دوسری طرف سے مصطفےٰ بے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ" جولیا نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ فون بوتھ کا دروازہ کھول کر جیسے ہی باہر نکلی، اچانک ایک کار تیزی سے اس کے قریب رکی اور جولیا اس کار کے بریک لگتے ہی نہ صرف چونک اٹھی بلکہ اس نے پلک جھپکنے میں چھلانگ لگائی اور ایک دکان کے برآمدے کے ستون کے پیچھے جا چھپی اور اسی لمحے کار میں

سے زوردار تڑتڑاہٹ کی آوازیں گونجیں اور بازار میں چیخ و پکار مچ گئی۔ کار میں سے مشین گن سے گولیاں برسائی گئی تھیں۔ اور ان اچانک چلنے والی گولیوں کی زد میں آکر تقریباً بتیس افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ ہر طرف چیخ و پکار اور بھگدڑ سی مچ گئی۔ لیکن جولیا ستون کی آڑ میں ہونے کی وجہ سے بچ گئی تھی۔ اور شاید کار والوں نے بھی اس بات کا احساس کر لیا تھا کہ ان کا شکار نشانے پر نہیں آیا۔ اس لئے وہ تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلے۔ یہ دونوں راؤنڈ ہیڈز تھے۔ ان میں ایک وہ تھا جس کے ہاتھ سے کیپٹن شکیل نے مشین گن چھینی تھی۔ وہ دونوں باہر نکل کر جیسے ہی اس ستون کی طرف دوڑے جس کے پیچھے جولیا چھپی ہوئی تھی کہ اچانک مخالف سمت سے مشین گن چلنے کی آواز سنائی دی۔ اور دونوں راؤنڈ ہیڈز لٹو کی طرح گھومتے ہوئے فٹ پاتھ پر ڈھیر ہو گئے۔ پوری گلی سنسان ہو چکی تھی۔

"آجاؤ اسی کار میں آجاؤ ـــــ" اچانک جولیا نے چیخ کر کہا اور پھر وہ دوڑتی ہوئی اسی کار کی طرف بھاگتی چلی آئی۔ اسی لمحے ادھر ادھر سے کیپٹن شکیل، صفدر، تنویر، صدیقی اور چوہان بھی دوڑتے ہوئے نکلے اور پھر وہ اس کار میں ٹھنس سے گئے۔ سٹیئرنگ پر جولیا، اس کے ساتھ تنویر اور اس کے ساتھ صفدر اور پچھلی نشست پر کیپٹن شکیل، صدیقی اور چوہان بیٹھ گئے۔ دوسرے لمحے کار تیزی سے بھاگتی ہوئی سنسان گلی سے مڑ کر دائیں طرف مڑی اور پھر اسی طرح مختلف گلیوں میں سے گزر کر وہ ایک بڑی سی سڑک پر پہنچ گئے۔ لیکن بڑی سڑک پر چڑھنے سے پہلے ہی جولیا نے بجلی کی پھرتی سے کار روکی اور پھر اچھل کر

نیچے آگئی۔

"نیچے آجاؤ۔ یہاں راؤنڈ ہیڈز کی اور کاریں بھی موجود ہیں ـــــ" جولیا نے نیچے اترتے ہوئے کہا اور وہ سب تیزی سے کار سے اتر کر سڑک اور گلی کے کونے میں بنے ہوئے ایک ریستوران میں ایک ایک کر کے داخل ہو گئے۔ اب یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ اس ریستوران کا ایک دروازہ بڑی سڑک پر بھی کھلتا تھا۔ جہاں فٹ پاتھ پر لوگوں کا بڑا ہجوم تھا اور پھر وہ ایک ایک کر کے اس ہجوم میں شامل ہوتے چلے گئے۔ وہ سب حتی الوسع لوگوں کے درمیان میں چل رہے تھے تاکہ انہیں دور سے پہچانا نہ جا سکے۔ جولیا نے صفدر کے قریب ہو کر اسے سرگوشی میں کوٹھی کے متعلق بتا دیا اور پھر صفدر نے تنویر کو اور تنویر نے کیپٹن شکیل کو اور اسی طرح چند ہی لمحوں میں صدیقی اور چوہان بھی اس بات سے آگاہ ہو گئے۔ اب مسئلہ تھا کہکشاں کالونی پہنچنے کا۔ پھر یہ بھی جولیا کی ہی تجویز تھی کہ سب علیحدہ علیحدہ ٹیکسیوں میں بیٹھ کر وہاں پہنچیں۔ تاکہ اگر راؤنڈ ہیڈز انہیں اکٹھا تلاش کر رہے ہوں تو وہ ڈاج کھا جائیں۔ چنانچہ وہی ہوا۔ چند لمحوں بعد جولیا ایک خالی ٹیکسی پر بیٹھ گئی۔

"کہکشاں کالونی ـــــ" جولیا نے تیزی سے ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلا کر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ جولیا نے اوور کوٹ کے کالر کھڑے کر لئے اور جیب سے رومال نکال کر اس نے بظاہر اپنا چہرہ صاف کرنا شروع کر دیا تھا لیکن دراصل اس کا مقصد دیکھنے والوں کی نظروں سے بچنا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی مختلف سڑکوں سے گھومنے کے بعد ایک رہائشی کالونی کی حدود

میں داخل ہو گئی۔ اور جولیا نے ایک بڑے بورڈ پر گلفشاں کالونی لکھا ہوا پڑھ لیا۔

"پہلے چوک پر اتار دو ——" جولیا نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ذرا آگے جا کر ٹیکسی روک دی۔ جولیا نے میٹر دیکھ کر ایک نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ میں دے دیا اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتری اور سامنے موجود ایک کیفے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ البتہ وہ کن انکھیوں سے ٹیکسی کو دیکھ رہی تھی۔ جب جولیا کیفے کی سیڑھیاں چڑھنے لگی تو ٹیکسی تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اور جولیا کیفے کے برآمدے میں بنے ہوئے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ کیفے میں اس وقت چند افراد ہی موجود تھے۔ جولیا باتھ روم میں داخل ہو کر چند لمحے اندر کھڑی رہی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکلی اور تیزی سے چلتی ہوئی برآمدے سے ہو کر کیفے کی سیڑھیاں اتر کر فٹ پاتھ پر آ گئی۔ اب وہ بڑے مطمئن انداز میں فٹ پاتھ پر چلی جا رہی تھی۔ فٹ پاتھ پر اور بھی عورتیں اور مرد آ جا رہے تھے اور چند ہی لمحوں بعد جولیا کو اسی فٹ پاتھ پر کوٹھی نمبر بارہ نظر آ گئی۔ یہ ایک خاصی بڑی عمارت تھی۔ ستون پر کسی ڈاکٹر کے نام کی نیم پلیٹ نصب تھی۔ گیٹ کے کنڈے میں ایک نمبروں والا تالا موجود تھا۔ جولیا بڑے اطمینان سے پھاٹک پر پہنچی اور پھر اس نے چار سو بیس کے نمبر ملائے۔ دوسرے لمحے تالا کٹاک سے کھل گیا اور جولیا پھاٹک کو دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ اس نے پھاٹک کو اندر سے بند کیا۔ وسیع و عریض لان کو کراس کر کے وہ جب پورچ میں پہنچی تو اسے اپنی پشت پر پھاٹک کھلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے مڑی اور پھر اسے کیپٹن شکیل اندر

آتا دکھائی دیا۔ وہ وہیں پورچ میں ہی رک گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ایک کر کے تمام ساتھی کوٹھی میں پہنچ گئے۔

صدیقی اور چوہان کو شین گن دے کر اوپر والی منزل کی گیلری میں بھیج دیا گیا۔ تاکہ اگر کسی قسم کا فوری خطرہ ہو تو وہ نہ صرف فوری دفاع کر سکیں بلکہ انہیں بھی مطلع کر دیں۔ اور باقی سب ممبرز نے سب سے پہلے کوٹھی کا ایک ایک کمرہ اور ایک ایک تختہ اچھی طرح چیک کر لیا۔ کوٹھی واقعی ہر قسم کے سامان سے بھری ہوئی تھی۔ اس میں نہ صرف خفیہ تہہ خانے موجود تھے۔ بلکہ فرار ہونے کے لئے ایک خفیہ سرنگ بھی موجود تھی۔ مرکزی کمرے کی الماری میں سے انہیں ایک فائل مل گئی تھی جس میں کوٹھی اور اس میں موجود سامان کی مکمل تفصیلات موجود تھیں اور اسی فائل کی وجہ سے وہ تھوڑی ہی دیر میں کوٹھی کے ہر راز سے واقف ہو گئے تھے۔

"میرے خیال میں پہلے میک اپ کر لیا جائے۔ اس کے بعد کوئی واضح اور ٹھوس پروگرام بنایا جائے۔ تاکہ ہم یونہی اٹکل پچو کام کرنے کی بجائے صحیح انداز میں کام کر سکیں ——" صفدر نے کہا اور باقی ساتھیوں نے بھی متفقہ طور پر اس کی تائید کی۔

عدنان بیگ کے دفتر میں جیسے بھونچال آیا ہوا تھا۔ عدنان بیگ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا۔ یہ کیسے لوگ آ گئے ہیں غضب خدا کا۔ اب راونڈ ہیڈز کو جیسے بازار میں جھینچ کیا جا رہا ہے" عدنان بیگ نے غصے سے پاگل ہو جانے کے انداز میں میز پر مکا مارتے ہوئے کہا اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا آقا جمشید دانت پیس کر رہ گیا۔ اس کی مٹھیاں بار بار بھنچ رہی تھیں، یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے اٹھ کر دیوار سے سر ٹکرانے لگے گا اور غصے کی شدت سے اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل رہا تھا۔

اسی لمحے دفتر کا دروازہ کھلا اور ایک راونڈ ہیڈ تیزی سے اندر داخل ہوا۔

"باس غضب ہو گیا۔ چوبیسویں لین میں دو راونڈ ہیڈز کو گولی مار کر برسرِعام ہلاک کر دیا گیا ہے اور ان کی کار اغوا کر لی گئی ہے۔ جو کیفے عالیشان کے قریب خالی کھڑی ہوئی ملی ہے" راونڈ ہیڈ نے

پریشان سے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ" آقا جمشید نے غراتے ہوئے جواب دیا اور وہ راونڈ ہیڈ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"یہ انتہا ہے۔ یہ انتہا ہے" عدنان بیگ نے راونڈ ہیڈ کے جاتے ہی چیخ کر کہا۔

"باس اس طرح چیخنے سے کچھ نہیں بنے گا۔ آپ یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں سنبھال لوں گا" آقا جمشید نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"کیسے سنبھال لو گے کچھ مجھے بھی بتاؤ" عدنان بیگ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"باس جہاں تک میرا خیال ہے۔ کوئی مجرم گروپ ہمیں ختم کر کے اس شہر میں اپنے قدم جمانا چاہتا ہے اور چونکہ یہ سب کچھ اچانک ہوا تھا اس لئے ہم غفلت میں مار کھا گئے۔ لیکن راونڈ ہیڈز کی طاقت اس قدر ہے کہ یہ لوگ جلد ہی اس سے ٹکرا کر ہلاک ہو جائیں گے۔ پورے شہر میں راونڈ ہیڈز پھیل گئے ہیں۔ انہیں مشکوک افراد کو دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم جلد ہی اس جوابی فائٹ گروپ کو ڈھونڈ نکالیں گے" آقا جمشید نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور آقا جمشید کے اس طرح سرد لہجے میں بات کرنے سے عدنان کی حالت تیزی سے نارمل ہونی شروع ہو گئی۔

"اور یہ پرنس آف ڈھمپ کیا بلا ہے۔ اس کے متعلق بھی کچھ سوچا؟" عدنان نے کہا۔

"ہاں وہ ہوٹل ہنی مون سے فرار ہو گیا ہے لیکن وہاں کے لوگوں کے

بتائے ہوئے واقعات سے مجھے یہ خیال آ رہا ہے کہ یہ کوئی مسخرہ اور احمق سا نوجوان ہے جو صرف اپنی شہرت اور اہمیت کے لیے ایسی حرکتیں کر رہا ہے۔ بہرحال اس کا حلیہ بھی راونڈ ہیڈز کو بتا دیا گیا ہے۔ وہ اسے بھی تلاش کر رہے ہیں ــــ آقا جمشید نے جواب دیا۔

"دیکھو جمشید ــــ تم ہمارے راونڈ ہیڈز کو شہر میں مت پھیلاؤ۔ مختلف گروپ بناؤ اور ان کے ذمے علیحدہ علیحدہ ڈیوٹی لگاؤ۔ یہ جولیا فائٹ گروپ آخر کچھ سوچ کر ہی ہمارے مقابلے میں آیا ہوگا۔ اب یہ اتنے احمق تو نہیں ہو سکتے کہ یونہی سڑکوں پر مارے مارے پھرتے رہیں گے تاکہ راونڈ ہیڈز انھیں گولیوں کا نشانہ بنا سکیں۔ انھوں نے ضرور کوئی خفیہ ہیڈ کوارٹر بنایا ہوگا اور چونکہ جو رپورٹ ملی ہے اس کے مطابق یہ لوگ غیر ملکی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے مقامی امداد کے بغیر یہ ہمارے مقابلے میں نہیں آ سکتے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ہوٹل میں چھپے ہوں۔ تم ایسا کرو کہ تمام ہوٹلوں کو چیک کرو۔ کرائے پر کوٹھیاں دینے والوں سے معلوم کرو کہ کسی گروپ نے کوئی کوٹھی حال ہی میں تو کرائے پر نہیں لی۔ اور خاص طور پر رہائشی کالونیوں میں اپنے گروپس بھیجو۔ اس طرح ان کا پتہ آسانی سے اور جلد لگ جائے گا ــــ" عدنان بیگ نے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور اس کی باتوں سے محسوس ہو رہا تھا کہ نارمل ہونے کے بعد اس کے ذہن نے خاصی تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔

"ٹھیک ہے باس۔ ایسا ہی کرتا ہوں۔ یہ پلاننگ درست رہے گی۔" آقا جمشید نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور سنو اپنے آدمی زیر زمین افراد میں پھیلا دو تاکہ وہاں سے کوئی

ٹپ نکال سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ کچھ لوگوں کا تعاون انھیں ضرور حاصل ہوگا ــــ" عدنان نے کہا۔

"میں نے پہلے ہی اس کا بندوبست کر دیا ہے ــــ" آقا جمشید نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عدنان کوئی اور بات کرتا۔ میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس عدنان فرام جیکا بار ــــ" عدنان نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں راونڈ ہیڈ آغا فضل بول رہا ہوں جناب ــــ" دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے بولو ــــ" عدنان بیگ نے کرخت لہجے میں کہا۔

"جناب جولیا فائٹ گروپ نے ہوٹل بستان میں کمرے بک کروائے تھے لیکن وہ ابھی تک پہنچے نہیں۔ میں نے ان کے پاسپورٹ کے اندراجات چیک کیے ہیں۔ یہ لوگ پاکیشیا سے آئے ہیں۔ ان میں سے ایک نام جولیا نافٹز واٹر ہے۔ اس گروپ میں یہی اکیلی عورت ہے۔ باقی افراد کے نام صفدر سعید، شکیل احمد خان، تنویر حسین، اے۔ ڈی صدیقی اور نیاض چوہان ہیں۔ ان کا سامان ابھی تک کمروں میں موجود ہے۔ میں نے ان کے کمرے چیک نہیں کیے بلکہ ہم انتظار میں ہیں کہ شاید یہ واپس آئیں ــــ" راونڈ ہیڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اچھی طرح نگرانی کرو اور دوسری بات یہ کہ ان کے مکمل حلیوں کی تفصیل معلوم کر کے ہمیں بتاؤ ــــ" عدنان نے کہا۔

"سر ہو سکتا ہے ان کے کمروں میں ان کے پاسپورٹ موجود ہوں۔ پھر ان کی تصویریں بھی موجود ہوں گی ــــ" آقا جمشید نے چونکتے ہوئے کہا۔

اور سنو۔ ان کے کمرے چیک کرو۔ اگر وہاں ان کے پاسپورٹ موجود ہوں تو وہ پاسپورٹ میرے پاس بھجوا دو فوراً ـــــ عدنان نے کہا۔

"بہتر سر۔ لیکن اگر یہ لوگ آ جائیں تو پھر ان کے متعلق کیا حکم ہے" ـــــ آثم نے پوچھا۔

"ان کو دیکھتے ہی گولی مار دینا اور پھر ان کی لاشوں کو گھسیٹتے ہوئے باہر لے آنا" ـــــ عدنان بیگ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"یس باس ایسا ہی ہوگا" ـــــ آثم نے جواب دیا اور عدنان بیگ نے رسیور کریڈل پر پھینک دیا۔

"پاکیشیا کے لوگ اور یہاں۔ پاکیشیا تو بہت دور دراز کا ایک پس ماندہ سا ملک ہے" ـــــ آغا جمشید نے کہا۔

"ہوگا۔ بہر حال اب مجھے ان کی لاشیں چاہئیں۔ لاشیں اور فوراً" ـــــ عدنان کو ایک بار پھر غصہ آنا شروع ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے باس ایسا ہی ہوگا۔ آپ بے فکر رہیں" ـــــ آغا جمشید نے کہا اور پھر اٹھ کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ آغا جمشید کے جانے کے بعد عدنان چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے میز پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"یس۔ پولیس ہیڈ کوارٹر" ـــــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"پولیس کمشنر سے بات کراؤ۔ میں عدنان بیگ بول رہا ہوں" ـــــ عدنان نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اوہ اچھا جناب ہولڈ کیجئے" ـــــ دوسری طرف سے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر چند لمحوں بعد پولیس کمشنر طاہر بیگ کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو میں طاہر بول رہا ہوں" ـــــ پولیس کمشنر کے لہجے میں بے تکلفی تھی۔

"طاہر میں عدنان بول رہا ہوں۔ وہ تمہارا پرنس آف ڈھمپ تو ابھی دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن ایک اور مسئلہ سامنے آیا ہے۔ اس سلسلے میں تم سے مشورہ چاہئے تھا" ـــــ عدنان نے کہا۔

"کیا مسئلہ" ـــــ طاہر بیگ کی چونکی ہوئی آواز سنائی دی۔

اور عدنان نے فائٹ گروپ کے متعلق تفصیل سے بتا دیا۔

"اوہ یہ تو واقعی سیریس مسئلہ ہے یہ کون سا گروپ ابھرا ہے" ـــــ طاہر بیگ کے لہجے میں تشویش کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

"ایک یورپین عورت ہے اور سنو اس کے باقی ساتھی پاکیشیا کے باشندے ہیں اور یہ سب پاکیشیا سے ہی آئے ہیں۔ انہوں نے ہوٹل فلسان میں کمرے لئے ہوئے ہیں۔ دراصل یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ پاکیشیا سے آنے والے گروپ کا آخر کیا مقصد ہو سکتا ہے" ـــــ عدنان نے کہا۔

"مقصد ـــــ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو مجھے کیا معلوم" ـــــ طاہر بیگ نے چونکتے ہوئے کہا۔

"دیکھو طاہر بیگ ـــــ اس پاکیشیا والی اطلاع ملنے سے قبل میرا خیال تھا کہ شاید کوئی مجرم گروپ یہاں قدم جمانا چاہتا ہے لیکن اب اس اطلاع کے بعد میرا نظریہ بدل گیا ہے۔ ظاہر ہے پاکیشیا سے آنے والے گروپ کا مقصد یہاں آباد ہونا تو نہیں ہو سکتا۔ یہ

لوگ تو کسی خاص مقصد کے تحت ہی آئے ہوں گے ــــ" عدنان نے کہا۔

"ہاں تمہاری بات درست ہے۔ لیکن وہ مقصد کیا ہو سکتا ہے واقعی سوچنے والی بات ہے ــــ" طاہر بیگ نے جواب دیا۔

"سنو میرے فون کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ذرا اعلیٰ حکام کے حلقے میں تفتیش کرو۔ مجھے خیال آ رہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہیں سرکاری طور پر ہمارا زور توڑنے کے لئے باہر سے کوئی مخصوص گروپ نہ منگوایا گیا ہو" عدنان بیگ نے اصل بات کر ہی دی۔

"اوہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ وزیر اعظم صاحب تو کھل کر ہماری حمایت کر رہے ہیں ــــ" طاہر بیگ نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"دیکھو طاہر بیگ ــــ تم سرکاری ملازم ہو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حکومتی سطح پر کیا کیا کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ بظاہر ہماری حمایت کی جا رہی ہو اور در پردہ ہمارے خلاف کے لئے پلاننگ کی گئی ہو۔ یا دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حکومت کے مخالفین حکومت کا زور توڑنے کے لئے کوئی سازش کر رہے ہوں ــــ" عدنان بیگ نے کہا۔ وہ واقعی خاصا شاطر دماغ آدمی تھا اور بات کی تہہ تک پہنچ جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ آقا جمشید جیسے اکھڑ اور وحشی قسم کے آدمی اس سے ڈرتے تھے۔

"تمہاری بات درست نظر آ رہی ہے۔ عدنان واقعی اس پہلو پر بھی سوچا جا سکتا ہے ــــ" طاہر بیگ نے جواب دیا۔

"تم اس سلسلے میں ٹوہ لو۔ ہو سکتا ہے کوئی بات نکل آئے ــــ" عدنان نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں آج ہی کام شروع کر دیتا ہوں ــــ" طاہر بیگ نے رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

"سنو ــــ میں تمہیں ایک طریقہ بتاتا ہوں۔ تم سب سے پہلے اس بات کا پتہ چلاؤ کہ حکومتی سطح یا حزب اختلاف میں سے کوئی شخص پاکیشیا گیا ہے یا کسی نے پاکیشیا کے کسی اعلیٰ حکام یا وفد سے ملاقات کی ہو۔ اگر یہ ٹریس ہو جائے تو بات بن سکتی ہے ــــ" عدنان نے کہا۔

"اگر یہ پتہ چل بھی جائے تو بات کیسے بن سکتی ہے۔ سرکاری وفود تو ملتے ہی رہتے ہیں ــــ" طاہر بیگ نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم بس پتہ کر کے مجھے بتا دو باقی کام مجھ پر چھوڑ دو میں سب کچھ اگلوا لوں گا ــــ" عدنان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں ــــ" طاہر بیگ نے جواب دیا۔

"ایک کام تم نے اور کرنا ہے۔ اگر مجھے جولیا فائٹ گروپ کے ممبران کی تصویریں مل جاتی ہیں تو میں ان کی کاپیاں بھجوا دوں گا تم انہیں پولیس میں بانٹ دینا اور انہیں حکم دے دینا کہ وہ انہیں تلاش کریں۔ جیسے ہی کوئی مشکوک آدمی کا پتہ چلے مجھے اطلاع کر دینا۔ باقی کام میں خود کر لوں گا ــــ" عدنان نے کہا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ تم تصویریں بھجوا دینا ــــ" طاہر بیگ نے جواب دیا۔

"او کے گڈ بائی ــــ" عدنان نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

رسیور رکھنے کے بعد وہ چند لمحوں تک خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"یہ بھی آقا جمشید کو کہہ دو کہ جیسے ہی تصویریں اس کے پاس پہنچیں وہ مجھے بھجوا دے ـــــــ" عدنان نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر باس ـــــــ" نوجوان نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور پھر عدنان کے واپس جانے کا اشارہ دیکھ کر وہ مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

خیابان روڈ کا آغاز ہوتے ہی عمران نے ٹیکسی رکوائی اُسے کرایہ ادا کر کے وہ نیچے اتر آیا۔ جب ٹیکسی آگے بڑھ گئی تو وہ اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ خیابان روڈ خاصی آباد سڑک تھی اور یہاں ٹرانسپورٹ کے ساتھ ساتھ لوگوں کا بھی خاصا رش تھا عمران ہاتھ میں بیگ پکڑے اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور تقریباً آدھی خیابان روڈ گزرنے کے بعد اسے قاچار بار کا بورڈ نظر آ گیا۔ یہ ایک پرانی سی عمارت تھی۔ بورڈ کی حالت سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا کہ بار گھٹیا قسم کے لوگوں کی آماجگاہ ہے۔ لیکن اسے معلوم تھا کہ اس بار کا مالک قاچار طبیعت کے لحاظ سے گھٹیا نہیں بلکہ وہ دوستوں پہ جان دینے والا آدمی ہے۔ قاچار سے اس کے خاصے پرانے تعلقات تھے۔ قاچار پہلے پاکیشیا میں بار چلاتا تھا۔ اور چھوٹے موٹے جرائم میں بھی ملوث رہتا تھا۔ لیکن یہ جرائم ایسے تھے جو عمران کے دائرہ کار میں

نہ آتے تھے۔ اس لئے عمران کی اس سے دوستی رہی اور پھر ایک بار قاچار کے مخالف گروپ نے حملہ کر دیا۔ اتفاق سے عمران اس وقت اس کے دفتر میں موجود تھا۔ اور پھر عمران کی بے جگری نے قاچار کو مرنے سے بچا لیا۔ اس پر قاچار دل کی گہرائیوں سے عمران کی قدر کرنے لگا تھا۔ لیکن مخالفت کی شدت کی بنا پر وہ پاکیشیا سے سکونت ترک کر کے ترکی چلا گیا تھا۔ کیونکہ وہ ترکی النسل تھا۔ ترکی آ جانے کے باوجود وہ اکثر فون پر عمران سے بات چیت کر لیا کرتا تھا۔ اس لئے عمران کو اس کا بار اور خیابان روڈ کا علم تھا۔ لیکن اب کئی سالوں سے ان کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ نہ ہی قاچار کا فون آیا تھا۔ اور نہ عمران کو فرصت ملی تھی کہ اس سے بات کرتا۔ یہ تو اب ترکی آتے ہوئے قاچار کا خیال آ گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر قاچار زندہ ہوا تو پھر عمران کی خاطر اپنی جان دینے سے بھی گریز نہ کرے گا۔ اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ عمران لاابالی سا آدمی ہے۔ کھانے پینے کی فکر نہ ہے اور عمران بس عیش ہی کرتا ہے۔

عمران بار میں داخل ہوا تو گھٹیا قسم کی نشیات کی تیز بو نے اس کا استقبال کیا۔ لیکن عمران پرواہ کئے بغیر کاؤنٹر کی طرف مڑ گیا۔ ہال میں اس وقت خاصے لوگ موجود تھے۔ جن میں اکثریت ملاحوں کی تھی۔ کیونکہ قیا بار روڈ سمندر کے کنارے پر تھا۔ اسی لئے بحری جہازوں کے ملازم زیادہ تر اسی بار میں ہی آ کر تفریح کیا کرتے تھے۔

کاؤنٹر پر ایک نوجوان کھڑا گلاسوں کو صاف کر رہا تھا۔

”مسٹر اچار کون سی بوتل میں بند ہوں گے“ —— عمران نے کاؤنٹر پر جا کر سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اچار —— کیا مطلب۔ یہ بار ہے اچار کی دکان نہیں ہے“ —— کاؤنٹر مین نے غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مگر باہر بورڈ پر تو اچار لکھا ہوا ہے۔ میں نے خود پڑھا ہے“ —— عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

”اچار نہیں قاچار —— یہ قاچار بار ہے“ —— کاؤنٹر مین نے بے اختیار ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا اچھا قاچار۔ یعنی ق کا اچار۔ یا چار بار تھا۔ یہ تو ریاضی کا سوال بنتا ہے۔ چلو ایسے ہی سہی تو پھر۔ ق کا اچار کہاں ملے گا۔ مگر پہلے یہ بتاؤ کہ یہ ق ہوتی کیا چیز ہے۔ جس کا یہاں اچار ڈالا جاتا ہے“ —— عمران کی زبان ظاہر ہے اپنی عادت سے مجبور تھی۔

”تم کہاں سے آئے ہو“ —— کاؤنٹر مین نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں خود رو ہوں“ —— عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

”خود رو —— یہ کون سی جگہ ہے“ —— کاؤنٹر مین شاید خود رو کا معنی نہ سمجھ سکا۔

”جو چیز خود اپنی مرضی سے پیدا ہو جائے۔ اُسے خود رو کہتے ہیں۔ جو کھیتوں میں جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں ناں انہیں خود رو کہتے ہیں“ —— عمران نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ جیسے استاد کلاس روم میں کسی کند ذہن بچے کو سمجھاتا ہے۔

”تو تم جڑی بوٹی ہو“ —— کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ کاؤنٹر مین نے خاصی خوبصورت

بات نکل جاتی تھی۔ اور عمران جب خود بات سے بات نکالتا تھا تو وہ ایسی بات کسی دوسرے کے منہ سے سن کر محظوظ بھی ہوتا تھا۔

"اگر تم چشمہ لگوا لو۔ تو میرا خیال ہے آئینہ دیکھ کر تمہیں خود پتہ چل جائے گا کہ تم مذکر ہو یا مونث میرے بتانے کا تو کوئی فائدہ نہیں"۔ عمران نے کہا۔

"مذکر مونث۔ کیا تمہارے دماغ کا کوئی پرزہ ڈھیلا ہے"۔ کاؤنٹر مین نے اس بار آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"جب پرزہ ڈھیلا ہو جائے تو پھر واقعی مذکر مونث کی گڈمڈ ہو جاتی ہے۔ اب تم خود سوچو جڑی بوٹی دونوں مونث ہیں۔ اس لئے نہ میں جڑی ہو سکتا ہوں اور نہ تم بوٹی"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا میں سمجھ گیا۔ بہرحال فرمائیے آپ کو کیا چاہیے"۔ کاؤنٹر مین شاید اب جان چھڑانے کے موڈ میں آگیا تھا۔

"قاچار"۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"قاچار۔ وہ تو ہمارا باس ہے"۔ کاؤنٹر مین نے کہا۔

"ابھی زندہ ہے ناں۔ کہیں خدانخواستہ کسی قبر میں پڑا قوالی تو نہیں سن رہا"۔ عمران نے کہا۔

"دیکھو تم مجھے اجنبی لگتے ہو اس لئے تمہارے مفاد میں تمہیں مشورہ دے رہا ہوں کہ باس کے متعلق کوئی فقرہ کہنے سے پہلے اپنی ہڈیاں گن لینا۔ وہ انتہائی سخت آدمی ہے"۔ کاؤنٹر مین نے اس بار کرخت لہجے میں کہا۔

"چلو ہے کا لفظ کہہ کر تم نے یہ تو بتا دیا کہ وہ زندہ ہے۔ اب ایسا کرو اسے کہہ دو کہ تمہارا ایک دوست علی عمران ملنے آیا ہے۔ پھر دیکھنا اس کی سخت ہڈیاں کیسے نرم پڑتی ہیں"۔ عمران نے کہا۔

"علی عمران۔ کیا واقعی تم نے باس سے ملنا ہے"۔ کاؤنٹر مین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بھئی اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ کہیں کوئی گڑبڑ تو نہیں۔ کہیں جنس بدل گئی ہو تو مجھے پہلے بتا دینا۔ مجھے بوڑھی عورتوں سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ نصیحتوں کا پٹارہ کھول لیتی ہیں"۔ عمران نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے پراسرار سے لہجے میں کہا اور کاؤنٹر مین کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

اس نے میز پر پڑے ہوئے انٹر کام کا رسیور اٹھایا اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔

"یس"۔ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز ابھری۔

"باس ایک نوجوان آپ سے ملنے آیا ہے۔ اپنا نام علی عمران بتاتا ہے"۔ کاؤنٹر مین نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ پھر دوہراؤ"۔ دوسری طرف سے قاچار کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"علی عمران آپ سے ملنا چاہتا ہے"۔ کاؤنٹر مین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا تم ہوش میں ہو۔ کیا واقعی اس نے یہی نام بتایا ہے۔ اس نام کا آدمی تو پاکیشیا میں رہتا ہے۔ یہ کہاں سے آیا ہے"۔

قاچپار نے کہا۔

"آپ کہاں سے آئے ہیں ـــــ" اس بار کاؤنٹرمین نے مؤدبانہ لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ وہ شاید باس کی وجہ سے ہی بدل گیا تھا۔

"اچار بنانے والی کمپنی سے ـــــ" عمران نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

"ارے یہ تو واقعی علی عمران کی آواز ہے ـــــ" دوسری طرف سے قاچپار کی حیرت سے بھری آواز سنائی دی اور پھر کاؤنٹرمین ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا لیکن دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا۔

"ارے ارے مجھے بچاؤ۔ وہ خود آ رہا ہے۔ ارے مارے گئے ـــــ" عمران نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا اور پھر بیگ سمیت وہ تیزی سے اچھلا اور کاؤنٹر پر ہاتھ ٹکا کر وہ دوسری طرف جدھر وہ کاؤنٹرمین کھڑا تھا کود گیا اور پھر جھک کر کاؤنٹر کے نیچے ہو گیا۔

"ارے باپ رے۔ پلیز بتانا نہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے ـــــ" عمران کے چہرے پر شدید خوف تھا۔ اور کاؤنٹرمین کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ اسی لمحے قاچپار کی آواز سنائی دی۔

"کہاں ہے علی عمران ـــــ میرا دوست میرا بھائی ـــــ" قاچپار کے لہجے میں شدید اشتیاق نمایاں تھا۔

"بھائی صاحب مار دو گے تو نہیں ـــــ" عمران نے کاؤنٹر کے پیچھے سے سہمے سے لہجے میں کہا اور قاچپار اچھل پڑا۔ اسی لمحے عمران یوں ڈرتے ڈرتے اٹھا۔ جیسے اس کی ٹانگیں کانپ رہی ہوں چہرے پر پسینہ برس رہی تھی۔

"ارے عمران۔ تم۔ تم ـــــ" قاچپار نے اچھل کر کاؤنٹر کی دوسری طرف سے ہی عمران کو گلے لگانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن ظاہر ہے۔ درمیان میں چوڑا سا کاؤنٹر تھا اس لئے بات نہ بن سکی۔

"ارے مجھے باہر تو آنے دو لیکن پہلے وعدہ کرو کہ مارو گے تو نہیں؟" عمران نے کہا۔

"تم باہر تو آؤ پھر دیکھو میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔ تم نے یہاں آنے کی پہلے اطلاع کیوں نہ دی ـــــ" قاچپار نے مصنوعی طور پر آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"ارے قاچپار بھائی پہنچا پوچھو۔ مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ تم زندہ ہو۔ میں تو عالم برزخ میں تمہیں تلاش کرتا رہ گیا ـــــ" عمران نے تیزی سے کاؤنٹر کی سائیڈ سے باہر نکلتے ہوئے کہا اور قاچپار نے جھپٹ کر اسے یوں گلے لگا لیا جیسے صدیوں کے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں۔

"ارے ارے میری پسلیاں ـــــ ارے یہ اچار کی چاشنی نہیں میری پسلیاں ہیں ـــــ" عمران نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا اور قاچپار نے قہقہہ لگاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ صرف کاؤنٹرمین ہی نہیں بلکہ بار میں موجود ہر شخص حیرت سے اس سارے سین کو دیکھ رہا تھا۔ قاچپار انتہائی سخت گیر اور سنجیدہ آدمی تھا لیکن آج تو اس کا روپ ہی علیحدہ تھا۔

"آؤ میرے ساتھ ـــــ" قاچپار نے عمران کو بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"ارے میرا بیگ ـــــ" عمران نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آ جائے گا ـــــ آ جائے گا ـــــ" قاچپار نے کہا اور پھر وہ

عمران کو لئے ایک راہداری سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے کمرے میں لے آیا۔ یہ خاصا شاندار قسم کا دفتر تھا۔

"بیٹھو۔۔۔ سب سے پہلے یہ بتاؤ کیا پیو گے۔۔۔" قاچار نے

"سادہ پانی۔۔۔" عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"اوہ ابھی تک ویسے کے ویسے ہی ہو۔۔۔" قاچار نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر دو کوکا کولا کی بوتلیں لانے کا حکم دیا۔

"ہاں اب بتاؤ کہ کب آئے اور کیسے آئے۔۔۔" قاچار نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ حقیقی مسرت سے کھلا جا رہا تھا۔

"کب آنے والی بات تو بتا دیتا ہوں۔ آج ہی آیا ہوں۔ لیکن دوسری بات نہ پوچھو ورنہ یہ تمہارا مسرت سے دمکتا ہوا چہرہ بجھ جائے گا۔۔۔" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیا کوئی ٹریجڈی ہو گئی ہے۔۔۔" قاچار نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ارے میں خود سب سے بڑی ٹریجڈی ہوں۔ میں تو تمہاری بات کر رہا ہوں۔۔۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے یہ بات نہیں۔ تم کہو تو سہی۔ میں پاکیشیا میں کمزور تھا۔ یہاں میں نے اپنی پالیسی ہی اور رکھی ہے اور اب انقرہ میں قاچار کے نام کا ڈنکا بجتا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔۔۔" قاچار نے سینہ پھیلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ڈنکا۔۔۔ تمہارا۔۔۔ میں نے تو سنا ہے یہاں راؤنڈ میڈز کا

ڈھول بجتا ہے۔ تمہارے ڈنکے کی آواز ہی سنائی نہیں دی کہیں۔" عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ بات نہیں۔۔۔ راؤنڈ میڈز بہت بڑی تنظیم ہے۔ میرا اس سے کیا مقابلہ۔ میں تو اپنے لیول کی بات کر رہا ہوں۔ اوہ کہیں تم راؤنڈ میڈز کے خلاف کام کرنے تو نہیں آئے۔۔۔" اس بار قاچار نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا اور اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان نے کوکا کولا کی دو بوتلیں ان کے سامنے رکھ دیں اور پھر واپس مڑ گیا۔

"میں نے کہا نہیں تھا کہ کیسے آنے کی بات نہ پوچھو۔ ورنہ تمہارا چہرہ بجھ جائے گا اور دیکھو ابھی تو میں نے کچھ بتایا ہی نہیں لیکن تمہارا یہ حال ہو رہا ہے۔۔۔" عمران نے بوتل اٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"دیکھو عمران۔۔۔ تم قاچار کو اچھی طرح جانتے ہو۔ پھر ایسی بات کیوں کرتے ہو۔ اگر تم واقعی راؤنڈ میڈز کے خلاف کام کرنے آئے ہو۔ تو سمجھ لو کہ میں تم سے زیادہ راؤنڈ میڈز کا دشمن ہوں۔ میری لاش سے گزر کر ہی راؤنڈ میڈز تم تک پہنچ سکتے ہیں۔۔۔" قاچار نے بڑے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔

"اوہ ایسی کوئی بات نہیں۔ تم گھبراؤ نہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں راؤنڈ میڈز کے خلاف کام کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ لیکن تم سامنے نہیں آؤ گے۔ تم نے بہرحال یہیں رہنا ہے۔۔۔" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ تو اس کا مطلب ہے۔ خدا نے لوگوں کی سن لی اور راؤنڈ میڈز کے بُرے دن آخر آ ہی گئے۔۔۔" قاچار نے بڑے اطمینان کا

ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو لوگ اتنے تنگ ہیں ان لوگوں سے" ۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تنگ لوگ ان کے بے پناہ ظلم سے سسک رہے ہیں۔ یہ لوگ تو درندے ہیں درندے" ۔۔۔۔ قاچار نے کہا۔

"اچھا چھوڑو یہ تو ہوتا رہے گا۔ اب پہلے میری بات سن لو۔ مجھے فوری طور پر کوئی پرائیویٹ رہائش گاہ چاہیے۔ جہاں ایک کار کا بھی اور اسلحے کا بھی بندوبست ہو" ۔۔۔۔ عمران نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"مل گئی سمجھو ۔۔۔۔ اور بولو" ۔۔۔۔ قاچار نے جواب دیا۔

"اور میرے دو ساتھی آئیں گے دونوں حبشی ہیں۔ ویسے مکمل حبشی۔ انھیں اس رہائش گاہ تک پہنچا دینا اور بس اس کے بعد تمہارا میرا تعلق صرف ان پر رہے گا" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"کیا تم واقعی اکیلے ہی راونڈ ہیڈز سے ٹکرانا چاہتے ہو" ۔۔۔۔ قاچار نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سنو قاچار تم میرے دوست ہو۔ میں تو صرف سیر کا شوقین ہوں۔ میں نے یہاں کی سیکرٹ سروس کے چیف مصطفےٰ بے کے کہنے پر ایک فائٹ گروپ کو ہائر کر دیا ہے۔ جولیا فائٹرز گروپ۔ یہ گروپ انتہائی تیز رفتار اور خوفناک گروپ ہے۔ وہ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ راونڈ ہیڈز سے مقابلہ تو اصل انہی کا ہوگا۔ میں تو صرف یہاں اس لئے آیا ہوں تاکہ اینٹ کیشن کھا کر سکوں اور بس" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ لیکن یہ گروپ کہاں کا ہے۔ میں نے پہلے کبھی اس گروپ کا

نہیں سنا" ۔۔۔۔ قاچار نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"اب تو سن لیا ہے۔ اس کی باس سوئٹزرلینڈ کی ہے۔ باقی ان پاکیشیا کے ہیں" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔ بہرحال اس گروپ کو بھی اگر کسی تعاون کی ضرورت پڑے تو میں حاضر ہوں" ۔۔۔۔ قاچار نے جواب دیا۔

اور عمران سمجھ گیا کہ قاچار دل سے چاہتا ہے کہ راونڈ ہیڈز کا خاتمہ ہو اور وہ اپنے قدم ان کی جگہ جمائے۔ بہرحال عمران کو اس سے کوئی مطلب نہ تھا کہ قاچار کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں۔

"اب مجھے روانہ کرو۔ کیونکہ راونڈ ہیڈز میرے پیچھے ہوں گے میں کل رات ہی ملان سے انھیں جھکائی دے کر آیا ہوں۔ اس لئے میں نے تمہارے ڈاونٹن کو پرنس آف ڈھمپ کی بجائے اصل نام علی عمران بتایا تھا اور یہاں بوجھ کر پاکیشیا کا نام نہ لیا تھا" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"لو اس کا مطلب ہے ٹکراؤ شروع ہو چکا ہے" ۔۔۔۔ قاچار نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ابھی تو صرف تعارف ہوا ہے۔ ٹکراؤ تو ابھی ہوگا" ۔۔۔۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوکے ۔۔۔۔ میں کار ڈاونٹن کو سمجھا دوں گا۔ تم آؤ عقبی طرف سے چلتے ہیں" ۔۔۔۔ قاچار نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میز کی دراز کھول کر چابیوں کا ایک سیٹ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ کوٹھی کی چابیاں ہیں اس میں کار کی چابیاں بھی موجود ہیں۔ کار وہیں گیراج میں موجود ہے" ۔۔۔۔ قاچار نے کہا۔

"تمہارے ساتھ چلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے صرف پتہ بتا دو۔ میں ابھی تمہیں ریزرو سٹاک میں رکھنا چاہتا ہوں"۔۔۔ عمران نے چابیوں کا سیٹ لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ جیسے تمہاری مرضی۔ یہ کوٹھی نگار زمان ٹاؤن میں ہے۔ کوٹھی نمبر بیس"۔۔۔ قاچار نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ عمران کی بات سمجھ گیا تھا کہ عمران فی الحال قاچار سے کوئی لنک ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔

"او۔ کے تھینک یو"۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر چابیوں کا سیٹ جیب میں ڈال کر وہ دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ اچانک رک گیا۔

"اوہ تمہارے پاس کوئی میک اپ باکس ہے یہاں"۔۔۔ عمران نے مڑ کر پوچھا۔

"ہے تو نہیں منگوا دیتا ہوں"۔۔۔ قاچار نے کہا۔

"کسی اور کو مت بھیجو خود جاؤ اور میرا بیگ بھی یہاں بھجوا دو"۔۔۔ عمران نے واپس آکر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور قاچار سر ہلاتا ہوا دفتر سے باہر نکل گیا۔

عمران چند لمحے بیٹھا سوچتا رہا پھر اس نے میز پر پڑا ہوا ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر انکوائری کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ مگر دوسرے لمحے رک گیا کیونکہ یہاں کی انکوائری کا نمبر تو اسے معلوم ہی نہ تھا اور پھر چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے مصطفٰی بے کے نمبر ڈائل کر دیئے۔

"یس مصطفٰی اینڈ کمپنی"۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز آئی۔

"مصطفٰی بے منیجنگ ڈائریکٹر سے بات کراؤ۔ میں پاکیشیا سے ڈائریکٹ لائن پر بات کر رہا ہوں"۔۔۔ عمران نے جان بوجھ کر اپنی یہاں موجودگی کو ظاہر نہ کرنے کے لیے کہا۔

"کون صاحب بول رہے ہیں"۔۔۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"علی عمران"۔۔۔ عمران نے مختصر سا جواب دیا۔

"ہولڈ آن کیجئے"۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر چند لمحوں بعد مصطفٰی بے کی آواز گونجی۔

"یس منیجنگ ڈائریکٹر مصطفٰی بے بول رہا ہوں"۔۔۔ مصطفٰی بے کا لہجہ خاصا محتاط تھا۔

"بے نے تو بولنا ہی ہے۔ بولنا تو بے سے ہی شروع ہوتا ہے اور ایک لفظ اور بھی ہے وقوف اس سے پہلے بے لگانے کی دیر ہے اور بس"۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ عمران صاحب آپ"۔۔۔ اس بار مصطفٰی بے قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"بے لگانے سے پہلے ہی سمجھ گئے۔ خاصے سمجھ دار ہو۔ ناؤ موسم کا کیا حال ہے تمہاری طرف سے"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"عمران صاحب موسم بڑا ابر آلود شروع ہو گیا ہے۔ ابھی میں نے محکمہ موسمیات کی رپورٹ سنی ہے۔ ایک بار بجلی چمکی ہے۔ پہلی چمک جو بار میں ہوئی تھی وہ تو خالی تھی۔ البتہ تعارف ہو گیا۔ اس کے بعد بجلی ایک [illegible]ک پر گری اور دو گھر جل گئے ہیں۔ محکمہ موسمیات کے ڈائریکٹر نے مجھے فون کیا تھا۔ میں نے انہیں جدید لیبارٹری کے لیے جگہ مہیا

کردی ہے ۔۔۔۔۔۔" مصطفٰے بے نے عمران کا کوڈ سمجھتے ہوئے انہی الفاظ میں ساری بات بتادی۔ آخر وہ بھی سیکرٹ سروس کا چیف تھا۔

"کیا رد عمل ہے اس موسم کا ۔۔۔۔۔" عمران نے پوچھا۔

"رد عمل جہاں تک میں نے معلوم کیا ہے۔ خاصی بوکھلاہٹ آمیز ہے۔ کچھ لوگ ہوٹل عبدان میں آکر کھڑے تھے۔ وہ اب تک چیکنگ کے بعد واپس نہیں گئے۔ لیکن ان کا سامان وہاں موجود ہے۔ اس سامان سے ان کے پاسپورٹ، تصاویر مل گئی ہیں۔ اور اب انھیں بڑی شدت سے تلاش کیا جارہا ہے۔ حتیٰ کہ پولیس بھی اس تلاش میں شامل ہے ۔۔۔۔۔" مصطفٰے بے نے کہا۔

"اوہ اچھا۔ اب اگر ان سے ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ وہ محتاط رہیں۔ اچھا گڈ بائی ۔۔۔۔۔" عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا کیونکہ اس نے دفتر کے دروازے کے باہر قدموں کی آواز سن لی تھی۔ چند لمحوں بعد تاچار اندر داخل ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں عمران کا بیگ تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک بڑا سا ڈبہ۔ وہ بازار سے نیا میک اپ باکس لے آیا تھا۔

عمران نے اس کے ہاتھ سے میک اپ باکس لیا اور پھر اٹیچڈ باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر آیا تو تاچار حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا۔ عمران کی شکل بالکل بدل گئی تھی۔ اب وہ مقامی ترک لگ رہا تھا۔

"آنکھوں کو مزید چوڑا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ لمبائی ختم ہو کر صرف چوڑائی باقی رہ جائے ۔۔۔۔۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ بیگ اٹھائے تاچار کو ٹاٹا کرتے ہوئے دفتر سے باہر نکلتا چلا گیا۔

بشیکا بار اس وقت ہر قسم کے افراد سے بھرا ہوا تھا۔ ہال میں پانچ راؤنڈ میز بھی موجود تھے۔ وہ بڑے چوکنا نظر آرہے تھے۔ کاؤنٹر پر ایک راؤنڈ میز بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے بھی کاؤنٹر کے نچلے خانے میں مشین گن اس انداز میں رکھی ہوئی تھی کہ پلک جھپکنے میں نہ صرف اسے اٹھائے بلکہ اسے آسانی سے استعمال بھی کر سکے۔ بار کے گیٹ کے باہر بھی خلاف معمول دو راؤنڈ میز مشین گنیں اٹھائے کھڑے تھے۔ وہ اندر آنے والے ہر شخص کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ چونکہ بار میں آنے والے اکثر افراد جانے پہچانے تھے۔ اس لیے وہ بس دیکھنے پر ہی اکتفا کر رہے تھے۔ بار کے نچلے تہہ خانوں میں ہونے والا جوا بھی اپنے پورے عروج پر تھا اور شیشے کی دیواروں والے کمرے میں آقا جمشید اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھا ہال میں ہونے والے جوئے اور کھیلنے والے افراد کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"اے تم کون ہو" ——— اچانک گیٹ پر کھڑے ہوئے راونڈ ہیڈز نے دو افراد کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر کرخت لہجے میں کہا۔

"ہم بار میں جانا چاہتے ہیں" ——— ان میں سے ایک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم ہو کون ——— ؟ پہلے اپنی شناخت کراؤ" ——— اسی راونڈ ہیڈ نے پہلے سے بھی زیادہ کرخت لہجے میں کہا۔

"شناخت ——— اب بار میں جانے کے لئے شناخت کرانی پڑے گی" ——— دوسرے آدمی نے قدرے سخت لہجے میں کہا اور اسی لمحے دو افراد انہیں دھکا دے کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے بار میں داخل ہو گئے۔

"تم بول کیسے رہے ہو۔ جانتے ہو ہم کون ہیں" ——— راونڈ ہیڈز کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

"سنو جناب۔ غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ کو ہمارے اندر جانے پر اعتراض ہے تو ہم واپس چلے جاتے ہیں۔" پہلے آدمی نے نرم لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ راونڈ ہیڈز کوئی جواب دیتے ایک مرد اور ایک عورت سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آئے اور ان کے قریب پہنچتے ہی پہلے سے موجود دونوں افراد نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور وہ دونوں راونڈ ہیڈز اڑ کر نیچے سیڑھیوں پر جا گرے ان کی مشین گنیں ان کے ہاتھوں سے نکل کر ان آدمیوں کے ہاتھوں میں تھیں۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتے، مشین گن کی ریٹ ریٹ سے ماحول گونج اٹھا اور ساتھ ہی نیچے سڑک پر گرنے والے دونوں راونڈ ہیڈز خون سے لت پت ہو گئے۔

"تم یہیں ٹھہرو صفدر" ——— اس عورت نے چیخ کر کہا اور پھر اچھل کر تیزی سے بار میں داخل ہو گئی جہاں موجود راونڈ ہیڈز باہر جنگ کی آواز ابھرتے ہی تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ رہے تھے۔

"رک جاؤ ——— جولیانا فائٹر گروپ آگیا ہے" ——— عورت نے یوں چیختے ہوئے کہا جیسے وہ صرف انہیں اطلاع دے رہی ہو۔ اور جولیانا فائٹر گروپ کا نام سنتے ہی ہال میں جیسے چیخیں سی گونج اٹھیں۔

"کہاں ہے کہاں ہے" ——— دروازے کی طرف دوڑتے ہوئے راونڈ ہیڈز نے چیختے ہوئے پوچھا۔ اور جولیانا فائٹر گروپ کا نام سنتے ہی کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے راونڈ ہیڈز نے بھی مشین گن سنبھال لی۔

"میں ہوں جولیانا فائٹر گروپ کی باس جولیانا فٹز واٹر فائٹر ———" جولیا نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے منہ سے فائر کی آواز نکلتے ہی ہال میں تڑتڑاہٹ کی آوازیں گونج اٹھیں اور پھر وہ پانچوں راونڈ ہیڈز جو اب مختلف جگہوں سے بھاگ کر دروازے کی طرف آنے کے لیے ایک جگہ اکٹھے ہو گئے تھے ایک ہی فائر میں چیختے ہوئے فرش پر گرے اور جولیا نے انتہائی پھرتی سے گھوم کر کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے راونڈ ہیڈ پر فائر کھول دیا۔ اب تو ہال میں بھگدڑ سی مچ گئی تھی۔ وہ سب بری طرح چیخ رہے تھے۔

"سنو جاری تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں۔ لیکن اگر کسی نے ہمارے راستے میں آنے کی کوشش کی تو پھر......." جولیا نے چیخ کر کہا اور اسی لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز ایک بار پھر گونجی اور ہال کے درمیان میں لٹکا ہوا فانوس ایک دھماکے سے نیچے آ گرا۔ ہال میں روشنی اسی

فانوس کی مدد ہو رہی تھی۔ کیونکہ اس پر قریباً ڈیڑھ سو کے قریب بلب بڑے خوبصورت انداز میں سجائے گئے تھے۔ فانوس کے ٹوٹتے ہی یکلخت ہال میں اندھیرا سا چھا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہال میں بیٹھا ہوا ہر شخص بری طرح چیختا ہوا دروازے کی طرف لپکا اور پھر اندھیرے میں عورتوں اور مردوں کی چیخوں سے ہال گونجتا رہا۔ بے شمار افراد ایک دوسرے کے پیروں تلے آ کر روندے گئے۔ چند لمحوں بعد ہال یکلخت سرچ لائٹوں کی تیز روشنی سے جگمگا اٹھا اور پھر ہال میں راؤنڈ ہیڈز کی کثیر تعداد نظر آنے لگی۔ جس میں آغا جمشید بھی موجود تھا۔ فرش پر بے شمار بکھرے ہوئے راؤنڈ ہیڈز زخمی پڑے ہوئے تھے۔ ان کی تعداد دروازے کے قریب زیادہ تھی۔ جبکہ کاؤنٹر پر ایک راؤنڈ ہیڈ اوندھا پڑا ہوا تھا۔ اور دروازے سے کچھ فاصلے پر پانچ راؤنڈ ہیڈز اکٹھے مرے پڑے تھے۔ لوگ بے تحاشا دروازے سے باہر نکل گئے تھے۔

"کہاں ہیں — کہاں ہیں یہ لوگ —" آغا جمشید کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"باہر نکل گئے ہیں۔ ہڑبونگ کا فائدہ اٹھا کر —" ایک راؤنڈ ہیڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو یہاں کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ نکلو باہر اور ڈھونڈ ڈالو ہر شخص کو ڈھونڈ ڈالو۔ جس پر بھی شک ہو۔ اسے کتے کی موت مار ڈالو" آغا جمشید نے پیر پٹختے ہوئے کہا اور ہال میں موجود پچاس کے قریب راؤنڈ ہیڈ تیزی سے دروازے کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ ان کے چہروں پر وحشت اور شیطانیت چھا چکی تھی۔ آغا جمشید کی

طرف سے انہیں کھلے عام قتل کا حکم مل چکا تھا اور ظاہر ہے اس حکم کے ملنے کے بعد وہ کھل کر اپنی خباثت اور شیطانیت کا مظاہرہ کر سکیں گے۔ چنانچہ وہ مشین گنیں سنبھالے دروازے کی طرف دوڑ پڑے۔

جیشیکا بار کے گیٹ سے ذرا ہٹ کر دو بڑی گلیوں کے کونوں میں ایک ایک کار موجود تھی۔ ایک کار کے اسٹیئرنگ پر چوہان اور دوسری کار کے سٹیئرنگ پر صدیقی موجود تھا۔ جبکہ صفدر اور کیپٹن شکیل، تنویر اور جولیا بازار میں پھیل کر مختلف ستونوں کی آڑ میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے اوور کوٹوں کے اندر اسٹین گنیں موجود تھیں۔ وہ آج ایک باقاعدہ منصوبہ بنا کر یہاں آئے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ جیشیکا بار میں موجود راؤنڈ ہیڈز اس بار خاصے چوکنے ہوں گے اس لئے انہوں نے یہ پروگرام بنایا تھا۔ پہلے صفدر اور کیپٹن شکیل جیشیکا بار پہنچے۔ لیکن توقع کے عین مطابق گیٹ پر کھڑے ہوئے راؤنڈ ہیڈز نے انہیں روک لیا اور پھر منصوبے کے مطابق تنویر اور چوہان انہیں دھکیلتے ہوئے اندر چلے گئے۔ وہ اس انداز میں اندر گھسے کہ واپسی کے وقت فوراً ہی دروازے تک پہنچ سکیں۔ اور ان کے

اندر آنے کے چند لمحوں بعد ہی باہر سے دھماکوں اور فائرنگ کی آواز سنائی دی اور جولیا اندر داخل ہوئی اور اس نے پہلے سے طے شدہ فقرہ دہرایا اور تنویر اور چوہان جو پہلے ہی ہال میں موجود راونڈ ہیڈز کو ٹارگٹ کیے کھڑے تھے فائر کھول دیا۔ کاؤنٹر مین پر جولیا نے گولی چلا دی اور اس کے ساتھ ہی جولیا نے ہی فانوس کی زنجیر پر فائر کیا اور پھر جیسے ہی اندھیرا ہوا وہ سب بھاگ کر دروازے سے باہر آ پہنچے۔ انہیں معلوم تھا کہ ان کی تلاش سے راونڈ ہیڈز باہر نکلیں گے۔ اس لئے پلاننگ کے مطابق چوہان اور صدیقی تو جھکتے ہوئے گلیوں کے سروں پر کھڑی ہوئی کاروں کے سٹیئرنگ پر بیٹھ گئے جبکہ باقی سب نے اسی انداز میں پوزیشنیں سنبھال لیں کہ جیسے ہی راونڈ ہیڈز باہر نکلیں وہ ان پر فائر بھی کھول سکیں اور ضرورت کے وقت بھاگ کر کاروں میں بھی سوار ہو سکیں۔

باہر بازار میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ لوگ ادھر ادھر گلیوں میں دوڑتے چلے جا رہے تھے۔ بار سے نکلنے والے افراد بھی جس قدر تیزی سے ممکن ہو سکتا تھا غائب ہوتے جا رہے تھے اور ستونوں کی آڑ میں کھڑے ہوئے جولیا اور اس کے ساتھی حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہیں اب اندازہ ہوا کہ پورے شہر کے لوگوں پر راونڈ ہیڈز کی کتنی دہشت ہے اور پھر چند لمحوں بعد وہ چوکنے ہو گئے کیونکہ انہوں نے راونڈ ہیڈز کو بار کے دروازے سے باہر نکلتے دیکھا۔ باہر نکلتے ہی راونڈ ہیڈز بے تحاشا فائرنگ کرنے لگے۔ وہ ہوا میں ہی گولیاں چلا رہے تھے۔ دس بارہ افراد ان کی فائرنگ کی زد میں بھی آ گئے لیکن اس سے زیادہ افراد نشانے

پہنچ گئے کیونکہ بازار سنسان پڑا ہوا تھا۔ اب دروازے سے بیس کے قریب راونڈ ہیڈز باہر آ چکے تھے۔ اور ابھی تک وہ باہر آتے جا رہے تھے۔ وہ سب مشین پسٹل لئے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں جولیا کے منہ سے نکلنے والی ہلکی سی سیٹی کی آواز گونجی اور ستونوں کی آڑ میں کھڑے ہوئے صفدر، تنویر اور کیپٹن شکیل نے اور کاروں سے سٹین گنیں نکالیں دوسرے لمحے راونڈ ہیڈز پر جوابی فائرنگ شروع ہو گئیں۔ راونڈ ہیڈز چونکہ کھلی جگہ پر کھڑے تھے۔ اس لئے پہلے ہی راونڈ میں ان کی خاصی تعداد ڈھیر ہو گئی۔ باقی راونڈ ہیڈز نے اچھل کر پوزیشنیں لینے کی کوشش کی۔ کچھ نے واپس دروازے کی طرف بھاگنا چاہا لیکن جو ٹیم فائٹ گروپ تو ان کے لئے موت کا فرشتہ بن چکے تھے۔

اسی لمحے جولیا نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی عجیب ساخت کی گن کا ٹریگر دبا دیا اور میزائل کی طرز کا ایک چھوٹا سا بم اس کی گن کے چوڑے دہانے سے نکل کر سیدھا جھنکار بار کے شیشے کے دروازے سے ٹکرایا۔ دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور ان کی چیخوں کے ساتھ ہی دروازہ ٹوٹ کر اندر جا گرا۔ اب وہاں خلا تھا اور پھر دوسرا بم ٹکرایا اس خلا کے اندر جا گرا اور ایک اور دھماکہ ہوا اور اندر چیخیں گونجیں۔ مگر دوسرے لمحے جھنکار بار کی اوپر والی کھڑکیوں سے بھی گولیوں کی جیسے بارش ہو گئی۔ اسی لمحے انہیں دور سے پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دئیے اور جولیا نے میزائل بم کا دھماکہ اوپر والی کھڑکیوں پر کیا اور وہاں سے بھی چیخوں کا طوفان سا اٹھا۔ لیکن فائرنگ کونوں سے مسلسل ہوتی رہی۔

"بھاگو پولیس آ رہی ہے ۔۔۔۔" جولیا نے چیخ کر کہا اور پھر وہ سب تیزی سے زمین پر گر کر بیٹھے ہوئے کاروں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ زمین پر گرنے کی وجہ سے وہ گولیوں کی زد سے باہر تھے کیونکہ گولیاں اب بڑے محتاط انداز میں چلتے شاٹ گنس پر کی جا رہی تھیں اور احساس ہوتا تھا کہ چلنے والے لوگ دیکھے بغیر ہی فائرنگ کر رہے تھے چند لمحوں بعد وہ سب کاروں تک پہنچ گئے۔ جولیا اور کیپٹن شکیل چوہان والی کار میں اور تنویر اور صفدر صدیقی والی کار میں بیٹھے تھے۔ ان کے کاروں میں داخل ہوتے ہی دونوں کاریں ایک جھٹکے سے آگے بڑھیں اور پھر چوڑی گلیوں میں دوڑتی چلی گئیں۔ دونوں گلیاں آگے جا کر ایک بڑی سی سڑک پر مل جاتی تھیں اور اس طرح چند ہی لمحوں بعد دونوں کاریں بڑی سڑک پر پہنچ کر ایک دوسرے کے پیچھے دوڑنے لگیں اس سڑک پر خاصی کاریں تھیں۔ اس لئے وہ اطمینان سے کاریں چلاتے ہوئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ کہ اچانک ایک بائی روڈ سے پولیس کی دو کاریں عقاب کی طرح جھپٹیں اور پھر دوسرے لمحے ان میں ایک آگے جانے والی صدیقی کی کار کی طرف اور دوسری چوہان والی کار کی طرف اس انداز میں لپکی۔ جیسے سیدھی ان سے ٹکرا جائے گی لیکن صدیقی اور چوہان پولیس کی کاروں کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر پہلے ہی چوکنا ہو گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے انتہائی مہارت سے کاروں کا رخ بائیں طرف کو موڑ دیا اور پھر دونوں کاریں ٹائروں کی چیختی ہوئی آوازیں نکالتی ہوئیں دکانوں کے آگے رکھے ہوئے سامان سے ٹکراتی ہوئی پلک جھپکنے میں مڑیں ان کا رخ دوبارہ پیچھے کی طرف

ہو گیا۔ اور دونوں پولیس کاریں ان کی کاروں کے اچانک مڑ جانے کی وجہ سے بروقت نہ رک سکیں۔ اور پوری سپیڈ سے دوڑتی ہوئیں زوردار دھماکوں سے دکانوں کے شوکیسوں کو توڑتی ہوئیں اندر گھستی چلی گئیں۔

"ویل ڈن ۔۔۔۔" جولیا اور صفدر نے بیک وقت اپنے اپنے ساتھیوں کو شاباش دیتے ہوئے کہا اور دونوں کاریں پیچھے سڑک پر جانے کی بجائے ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتی ہوئیں ایک گلی میں گھستی چلی گئیں اور گلی کو کراس کر کے وہ جیسے ہی ایک اور سڑک پر پہنچیں اچانک پولیس کاروں کے سائرن گونج اٹھے اور دو پولیس کاریں تیزی سے ان کے تعاقب میں دوڑنے لگیں۔ وہ شاید اس سڑک پر پہلے سے موجود سنبھالے ہوئے تھیں۔

جولیا نے یہ صورت حال دیکھتے ہی تیزی سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کا بٹن دبا دیا۔

"جولیا سپیکنگ ۔۔۔۔ اگلی گلی میں ہم مڑ رہے ہیں۔ پیچھے آنے والی پولیس کاروں پر بم فائر کر دو اور گلی میں مڑ جاؤ۔ وہاں ہم نے کاروں کو چھوڑ دینا ہے اور اینڈ آل ۔۔۔۔" جولیا نے چیخ کر کہا اور اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک تنگ سی گلی چوہان کو نظر آئی اور چوہان نے بجلی کی سی تیزی سے کار اس گلی میں موڑ دی۔ اسی لمحے پیچھے آنے والی صدیقی کی کار نے اپنے تعاقب میں آتی ہوئیں پولیس کاروں پر بم فائر کئے گئے اور دونوں پولیس کاریں جیسے زوردار دھماکوں سے سڑک پر ہی بکھرتی چلی گئیں۔ اور صدیقی نے بھی کار اسی گلی میں موڑ دی

چوہان نے گلی کے درمیان میں پوری قوت کے ساتھ بریک لگائے اور پھر وہ جولیا اور کیپٹن شکیل تیزی سے کار سے باہر نکل آئے۔ دوسرے لمحے صدیقی نے بھی بریک لگائے اور پھر صدیقی، تنویر اور صفدر بھی باہر آ گئے۔ گلی ابھی تک سنسان تھی۔ اس گلی میں دونوں طرف کی عمارتوں کے عقبی حصے تھے۔ جن میں صرف کھڑکیاں ہی تھیں۔ کوئی دروازہ موجود نہ تھا۔

نیچے اترتے ہی وہ سب سڑک کی طرف بھاگے۔ لیکن اسی لمحے دونوں اطراف سے دو پولیس جیپیں سائرن بجاتی ہوئیں اندر داخل ہوئیں۔

"خبردار ہاتھ اٹھا لو۔ اب تم بھاگ نہیں سکتے ——" میگا فون پر کسی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور صورت حال ایسی بن گئی تھی کہ وہ سب ایک لمحے میں مارے جا سکتے تھے۔ اس لئے جولیا نے فوری طور پر ہاتھ میں پکڑی ہوئی گن نیچے پھینکی اور ہاتھ اٹھا لئے۔ اور چونکہ جولیا لیڈر تھی۔ اس لئے باقی سب کو بھی اس کی پیروی کرنی پڑی اور چند ہی لمحوں بعد انہیں پولیس والوں نے بڑی بے دردی سے نیچے گرا کر ان کے ہاتھ پیچھے کر کے آٹومیٹک ہتھکڑیاں پہنا دی اور جولیا فائٹ گروپ پہلے ہی حملے میں پوری طرح قابو میں آ گیا۔ ان سب کے چہرے بری طرح وحشت زدہ تھے۔ خاص طور پر تنویر کی حالت بے حد وحشت ناک تھی وہ غصے اور وحشت سے دانت پیس رہا تھا۔ ایکسٹو نے اسے خاص طور پر اگر جولیا کی ہدایت پر فوری عمل کرنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو وہ شاید اس وقت جولیا کی پرواہ نہ کرتا اور کی زندگی میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس طرح بغیر کسی جان تو

دفاع کے دشمنوں کے قبضے میں آ گئے تھے۔

ہتھکڑیاں ڈال کر انہیں بری طرح دھکیل کر پولیس جیپ میں ڈالا گیا اور دوسرے لمحے پولیس جیپیں ایک دوسرے کے پیچھے سائرن بجاتی ہوئیں سڑک پر دوڑنے لگیں۔ جولیا سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی جبکہ سب کی نظریں جولیا پر جمی ہوئی تھیں۔ ان نظروں میں ناگواری کا تاثر صاف جھلک رہا تھا۔

"کاش یہاں جولیا کی جگہ عمران ہوتا تو ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا ——" اچانک تنویر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"خاموش رہو —— ورنہ جان سے مار دیں گے ——" ساتھ بیٹھے ہوئے سپاہی نے تنویر کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سپاہی کو تھپڑ بہت مہنگا پڑا۔ کیونکہ تنویر نے غضب ناک انداز میں چیختے ہوئے اچھل کر پوری قوت سے اس سپاہی کی ناک پر ٹکر ماری سپاہی جیپ کے پچھلے حصے پر بیٹھا ہوا تھا۔ غضبناک انداز میں ماری گئی ٹکر کھاتے ہی اڑتا ہوا اچھل کر نیچے سڑک پر جا گرا اور دوسرے لمحے ٹائروں کی زوردار آوازوں کے ساتھ ہی ایک انسانی چیخ نکلی اور وہ سپاہی پیچھے آنے والی پولیس جیپ کے ٹائروں کے نیچے بری طرح کچلا گیا۔ جیپ میں بیٹھے ہوئے دوسرے سپاہی بے اختیار تنویر پر پل پڑے لیکن اس بار باقی ممبر بھی سپاہیوں پر پل پڑے۔ وہ ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے صرف کاندھوں اور پیروں کی ضربیں لگانے پر مجبور تھے۔ البتہ جہاں موقع مل جاتا وہ ٹکریں مار دیتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جیپ کے پچھلے حصے میں انتہائی خوف ناک

لڑائی شروع ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی جیپ کے ٹائر چیخ اٹھے۔ اور جیپ تیزی سے ایک طرف رکتی چلی گئی اور پھر آگے بیٹھے ہوئے دو پولیس مین باہر نکلے۔ اور انھوں نے پیچھے آکر سٹین گنوں کے بٹوں سے جولیا اور اس کے ساتھیوں کو پیٹنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں میں ہی جولیا اور اس کے بکھرے ہوئے ساتھیوں پر قابو پا لیا گیا۔ اس بار انھیں جیپ کے اندر اوندھے منہ لٹا کر سپاہی ان کے اوپر چڑھ بیٹھے تاکہ وہ کوئی حرکت نہ کر سکیں۔ صرف جولیا کو سیدھا بٹھایا گیا تھا۔

"کاش ہمیں پولیس کمشنر نے تمھیں گولی مارنے کا حکم دیا ہوتا"۔ سپاہیوں نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

جیپیں ایک بار پھر چل پڑیں۔ اب ٹائروں کے نیچے آکر کچلے جانے والے سپاہی کی لاش پچھلی جیپ پر لدی ہوئی تھی۔ جبکہ آگے والی جیپ میں سوائے جولیا کے وہ سب اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ اور دو دو، تین تین سپاہی ان کے پشتوں پر چڑھے بیٹھے تھے۔

جیپیں دوڑتی ہوئی ایک بائی روڈ پر مڑیں اور پھر ایک عمارت میں گھستی چلی گئیں۔ جیپوں کے رکتے ہی سپاہی اچھل کر جیپوں سے باہر آئے۔ یہ کسی زرعی فارم کا کمپاؤنڈ سا تھا۔ اس میں ایک بند باڈی کا ٹرک پہلے سے موجود تھا۔ اور چار راونڈ ہیڈز وہاں اسٹین گنیں اٹھائے کھڑے تھے اور پھر سپاہیوں نے گنوں کے زور پر جولیا اور اس کے ساتھیوں کو باہر نکالا۔ ان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور چہروں پر زخموں کے نشانات تھے۔

"یہ انتہائی خطرناک ہیں۔ کاش پولیس کمشنر نے ہمیں انھیں گولی

مارنے کا حکم دیا ہوتا تو میں ایک ایک کے جسم میں پورا برسٹ مارتا۔" سپاہیوں کے انچارج نے جس کے کاندھے پر دو ستارے موجود تھے دانت پیستے ہوئے وہاں موجود راونڈ ہیڈز سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔ تمھاری خواہش تھوڑی دیر میں پوری ہو جائے گی۔ ہم ایک ایک برسٹ تمھارے نام کا بھی ماریں گے ـــــ" ایک راونڈ ہیڈ نے زہریلے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر انھیں سٹین گنوں کے زور پر اس بند باڈی کے ٹرک کے پچھلے حصے میں سوار کر دیا گیا۔ اور ٹرک کا فولادی دروازہ باہر سے بند کر کے اسے لاک کر دیا گیا۔

یہ ٹرک اپنی ساخت کی بنا پر بم پروف دکھائی دے رہا تھا۔ چند لمحوں بعد ہی ٹرک حرکت میں آگیا۔ اس کے فرش پر بیٹھے ہوئے جولیا اور اس کے ساتھی خاموش بیٹھے تھے۔ ان سب کی شکلیں بگڑی ہوئی تھیں۔

"جولیا یہ سب تمھاری وجہ سے ہوا۔ اس گلی میں تم مڑی ہی کیوں جہاں ہم چھپ نہ سکتے تھے ـــــ" تنویر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"اب مجھے کیا معلوم کہ اس گلی میں کیا ہے اور تمھیں کس نے کہا تھا کہ تم اس حالت میں الجھ پڑو ـــــ" جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تنویر خاموش ہو جاؤ۔ اب آپس میں لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہمیں اب اس قید سے نکلنے کے متعلق سوچنا چاہیے ـــــ" صفدر نے نرم لہجے میں کہا۔

"آج مجھے عمران کی اہمیت کا احساس ہوا ہے۔ وہ شخص واقعی گریٹ ہے۔ کاش وہ ہمارے ساتھ ہوتا تو ہم کم از کم اس طرح حقیر مجرموں کی طرح نہ پکڑے جاتے ۔۔۔۔" تنویر نے دانت پیستے ہوئے کہا اور سارے ساتھی بے اختیار مسکرا دیئے۔ تنویر کے یہ فقرے عمران کے لئے سب سے بڑا اعزاز تھے۔ کیونکہ کم از کم تنویر جیسے آدمی سے وہ عمران کے حق میں ایسے فقرے سننے کی توقع بھی نہ رکھتے تھے۔ لیکن آج وہی تنویر جو ہمیشہ عمران کے خلاف بولتا تھا عمران کی عدم موجودگی میں اس کی عظمت کا قصیدہ پڑھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"میری پنڈلی کے ساتھ چھوٹا سا ریوالور موجود ہے ۔۔۔۔" اچانک کیپٹن شکیل نے پنڈلی پر بندھے ہوئے ہاتھ مارتے ہوئے خوشی سے چیختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس کے پیچھے بندھے ہوئے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا ریوالور موجود تھا اور اس ریوالور کو دیکھتے ہی سب کے چہرے مسرت سے چمک اٹھے۔ اب ہتھکڑیاں توڑنے کی سبیل پیدا ہو گئی ہے اور پھر صفدر نے سب سے پہلے مڑ کر اپنے دونوں ہاتھ کیپٹن شکیل کی پشت کی طرف کر دیئے اور کیپٹن شکیل نے ریوالور کی نال ہتھکڑی کے درمیانی کلپ پر اس انداز میں رکھی کہ گولی صفدر کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ ٹرک چلنے کی وجہ سے ان کے جسم بری طرح ہل رہے تھے۔ دوسرا کیپٹن شکیل کو چونکہ صفدر کی ہتھکڑی نظر نہ آ رہی تھی۔ کیونکہ اس کی بھی پشت تھی۔ وہ صرف نال کو کلپ پر جمانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور کیپٹن شکیل جانتا تھا کہ ذرا سی نال ہلنے کا مطلب صفدر کی پشت پر گولی مارنا تھا۔ اور پھر کیپٹن شکیل نے دانتوں پر دانت جماتے

ہوئے ٹریگر دبا دیا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا اور گولی درمیانی کلپ کو توڑتی ہوئی ٹرک کے فرش پر لگی اور پھر اچٹ کر سائڈ کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ سائیڈ میں بیٹھی ہوئی جولیا اس گولی سے بال بال بچی تھی۔ فرش سے ٹکرا کر گولی اچٹ کر اس کے کان کے پاس سے نکلتی ہوئی دیوار سے ٹکرائی تھی۔ اگر وہ ایک انچ بھی دائیں طرف اٹھتی تو جولیا کی عین پیشانی میں گھس جاتی۔ ٹرک کی باڈی واقعی فائر پروف تھی اس لئے گولی اس سے ٹکرا کر اس میں گھسنے کی بجائے اچٹ گئی تھی۔ صفدر کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ ہتھکڑی کے کلپ البتہ اس کی کلائیوں میں موجود تھے۔ لیکن صفدر کے ہاتھ آزاد ہو چکے تھے۔

"واہ۔ نشانہ واقعی قابل داد تھا ۔۔۔۔" چوہان اور صدیقی نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"یہ تو جولیا سے پوچھو جو بال بال بچی ہے ۔۔۔۔" کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور جولیا پھیکی سی ہنسی ہنس کر رہ گئی۔ اس کے چہرے پر شکست خوردگی کے آثار واضح طور پر نمایاں تھے۔

"جولیا تم خواہ مخواہ مایوسی کا شکار ہو رہی ہو۔ ہمیں تو سبق ہی یہی ملا ہے کہ آخری سانس تک لڑنا ہمارا فرض ہے اور ابھی ہماری سانس جاری ہے۔ اس لئے ظاہر ہے آخری سانس تو نہیں آیا ۔۔۔۔" صفدر نے جولیا کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا اور جولیا کا چہرہ کھل اٹھا۔ صفدر کے اس فقرے نے اس کے چہرے پر چھائی ہوئی مایوسی جیسے دھو ڈالی تھی اور پھر صفدر نے کیپٹن شکیل کے ہاتھ سے ریوالور لے کر سب سے پہلے جولیا کی ہتھکڑی توڑی

اس بار اس نے فرش پر گولی ٹکرانے کے اینگل کا خاص طور پر خیال رکھا تھا۔ اور پھر باری باری سب کی ہتھکڑیاں ٹوٹتی چلی گئیں۔ چونکہ ٹرک کی باڈی بم پروف تھی۔ اس لئے شاید گولیوں کی آواز ٹرک چلانے والوں کے کانوں تک نہ پہنچی تھیں۔ کیونکہ ٹرک اسی رفتار سے چلا جا رہا تھا۔ لیکن سب سے آخر میں جو ان کی ہتھکڑی توڑتے ہوئے غلط سمت میں جا پہنچی اور پھر ٹرک کے اس حصے سے جا ٹکرائی جو ٹرک کے سامنے کی رخ پر تھا۔ دوسرے لمحے اس حصے میں ایک سیاہ رنگ کی پلیٹ یک لخت روشن ہوتی چلی گئی۔ صفدر نے بڑی پھرتی سے اس پلیٹ پر فائر کیا لیکن ریوالور سے ٹرچ کی آواز سنائی دی۔ اور پلیٹ دوبارہ تاریک ہو گئی۔ اس چھوٹے سے ریوالور میں میگزین ہی اتنا تھا کہ جس سے صرف وہ اپنی ہتھکڑیاں ہی توڑ سکتے تھے۔

"کاش ایک دو گولیاں اور ہوتیں تو کام بن جاتا۔۔۔" صفدر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ لیکن پھر اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا۔ ٹرک کی فولادی دیواروں کے نامعلوم رخنوں سے نیلے رنگ کی گیس تیزی سے نکلنے لگی۔

"سانس روک لو۔۔۔" صفدر نے چیختے ہوئے کہا اور سب نے بے اختیار سانس روک لئے۔ لیکن گیس مسلسل باڈی میں بھرتی جا رہی تھی اور ان سب کے چہرے سانس روکنے کی وجہ سے سرخ ہوتے چلے گئے اور پھر سب سے پہلے تنویر دھڑام سے فرش پر گرا۔ وہ سانس لینے پر مجبور ہو گیا تھا اور پھر باری باری کٹے ہوئے

شہتیروں کی طرح گرتے چلے گئے۔ سب سے آخر میں صفدر اور کیپٹن شکیل گرے۔ اس سے زیادہ سانس روکنا ان کے بس سے باہر تھا۔ گیس اب پوری باڈی میں بھر چکی تھی اور فرش پر پڑے ہوئے جولیا فائٹ گروپ کے ممبران اس گیس میں تقریباً چھپ سے گئے تھے۔ اسی لمحے سیاہ پلیٹ دوبارہ روشن ہوئی۔ اور چند لمحوں بعد ہی گیس باڈی میں سے غائب ہونا شروع ہو گئی۔ ٹرک ابھی تک چل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد گیس مکمل طور پر غائب ہو چکی تھی۔ لیکن وہ سب لوگ گہری بے ہوشی میں غرق ٹیڑھے میڑھے انداز میں فرش پر گرے پڑے ہوئے تھے۔ اور پھر ٹرک ذرا سا مڑا اور اس کے بعد رکتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد اس کا پچھلا دروازہ کھلا اور چند لمحوں کے انتظار کے بعد کئی راونڈ ہیڈز اچھل کر اندر داخل ہوئے اور انھوں نے ٹرک کے فرش پر پڑے ہوئے بے ہوش جولیا فائٹ گروپ کے ممبران کو ٹانگوں سے پکڑ کر باہر گھسیٹنا شروع کر دیا۔ ان راونڈ ہیڈز کے چہروں پر بے پناہ حقارت تھی۔ اور یہی بے پناہ حقارت جولیا اور اس کے ساتھیوں کے عبرت ناک انجام کا پتہ دے رہی تھی۔

آقا جمشید زخمی شیر کی طرح ٹہل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں غصے اور وحشت کے چراغ جل رہے تھے۔ جوبیا فائٹ گروپ نے پورے جشیکا بار کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ اٹھارہ راونڈ ہیڈز تو موقع پر ہی ہلاک ہو گئے تھے جبکہ آٹھ سے زیادہ شدید زخمی ہو چکے تھے اور جشیکا بار کی حالت یوں نظر آ رہی تھی۔ جیسے اس پر ایٹم بم پھینکے گئے ہوں۔ اب اسے راونڈ ہیڈ کی رپورٹ کا انتظار تھا جو اس گروپ کے تعاقب میں گیا تھا۔ اسی لمحے میز پر پڑے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور آقا جمشید نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس ——" آقا جمشید نے دہاڑتے ہوئے کہا۔

"طاہر بیگ بول رہا ہوں۔ میرے آدمیوں نے جوبیا فائٹ گروپ کو گرفتار کر لیا ہے۔ میں کمال بازار میں تھا جب یہ حملہ ہوا تو میں نے فوری ٹرانسمیٹر پر پٹرول گاڑیوں کے عملوں کو ان کے تعاقب اور گرفتاری

کا حکم دے دیا تھا ——" طاہر بیگ کی مسرت سے لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اوہ طاہر بیگ تم نے کمال کر دیا —— کہاں ہیں یہ لوگ۔ انھیں ذرا میرے حوالے کر دو ——" آقا جمشید نے چیختے ہوئے جواب دیا۔

"کہاں بھیجوں انھیں ——" طاہر بیگ نے پوچھا۔

"جشیکا بار پہنچا دو ——" آقا جمشید نے جواب دیا۔

"نہیں آقا جمشید تم انھیں میری حدود سے باہر لے جا کر مارو۔ نقرہ سے کہیں باہر یہاں نہیں۔ یہاں سیاسی مسئلہ بن جائے گا۔" طاہر بیگ کی آواز سنائی دی۔

"اوہ اچھا اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ ٹھیک ہے تم انھیں ہائی وے کے تیسری موڑ پر واقع ریڈی ہاؤس میں پہنچا دو۔ وہاں سے میرے آدمی انھیں لے لیں گے۔ میں انھیں ہدایات دے دوں گا۔" آقا جمشید نے کہا۔

"ٹھیک ہے ——" طاہر بیگ نے جواب دیا اور آقا جمشید نے جلدی سے کریڈل دبا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس راونڈ ہیڈ پوائنٹ فارٹی فور ——" دوسرے لمحے دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"آقا جمشید سپیکنگ۔ تمھارے پاس ہینڈ باڈی کا ٹرک تو ہے۔ جس میں ہم افراد کو سمگل کرتے ہیں ——" آقا جمشید نے چیخ کر کہا۔

"یس سر ——" دوسری طرف سے چونکتے ہوئے انداز میں جواب دیا گیا۔

"ابھی پولیس گاڑیاں کچھ افراد کو لے کر وہاں پہنچ رہی ہیں۔ انھیں اس ٹرک میں ڈال کر ازمیر پہنچا دو۔ پوائنٹ نمبر بارہ ازمیر ۔۔۔ اور سنو۔ ان کا بے حد خیال رکھنا یہ بے حد خطرناک لوگ ہیں اور آخری بات بھی سن لو کہ میں انھیں خود اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا چاہتا ہوں" آقا جمشید نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر ۔۔۔ حکم کی تعمیل ہوگی سر ۔۔۔" دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"جب ازمیر یہ لوگ پہنچ جائیں تو مجھے مطلع کرو۔ اور سنو ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو تمھاری موت عبرت ناک ہوگی ۔۔۔" آقا جمشید نے کہا۔

"یس سر۔ یس سر ۔۔۔ جیسے آپ کہیں سر ۔۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور آقا جمشید نے رسیور کریڈل پر پھینکا اور تیزی سے چلتا ہوا راہداری میں آیا اور پھر بھاگتا ہوا ایک اور کمرے کے دروازے میں داخل ہوا۔

"وہ پکڑے گئے باس ۔۔۔ جولیا فائٹ گروپ پکڑا گیا ۔۔۔" آقا جمشید نے اندر داخل ہوتے ہی چیخ کر کہا اور کرسی پر بیٹھا ہوا عدنان جو بات مکمل کر کے رسیور رکھ ہی رہا تھا۔ آقا جمشید کی بات سنتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ یک لخت سرخ پڑ گیا تھا۔

"کہاں ہیں کہاں ہیں۔ کیسے پکڑے گئے ۔۔۔" عدنان بیگ نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

"میں نے انھیں ازمیر پوائنٹ نمبر بارہ پر بھیجنے کے احکام دیئے ہیں ۔۔۔" آقا جمشید نے کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔ کیا انھیں زندہ رہنے کی مہلت دے دی۔ انھیں فوراً گولی مار دو فوراً وقت ضائع کئے بغیر ۔۔۔" عدنان بیگ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"باس انھیں طاہر بیگ نے پکڑا ہے اور طاہر بیگ کا اصرار ہے کہ انھیں انقرہ سے باہر گولی ماری جائے۔ اس کا کہنا ہے کہ سیاسی مسئلہ کھڑا ہو جائے گا ۔۔۔" آقا جمشید نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا اچھا ۔۔۔ پوری تفصیل بتاؤ۔ ابھی وزیر داخلہ کا فون آیا تھا۔ انھیں اس سارے ہنگامے کی اطلاع مل چکی ہے میں انھی سے بات کر رہا تھا ۔۔۔" عدنان نے کہا اور آقا جمشید نے طاہر بیگ کے فون آنے سے لے کر اب تک کے تمام واقعات تفصیل سے سنا دیئے۔

"ٹھیک ہے۔ طاہر بیگ کا اندازہ درست ہوگا۔ ان لوگوں کی پشت پر کوئی سیاسی گروپ ہوگا ۔۔۔" عدنان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ وہاں چلیں گے یا میں خود ہی انھیں ٹھکانے لگا آؤں" آقا جمشید نے پوچھا۔ وہ شاید یہی بات پوچھنے آیا تھا۔

"تم خود جاؤ۔ سیاسی مسئلہ درمیان میں ہے تو پھر میرا وہاں جانا ٹھیک نہیں رہے گا۔ اور سنو ان کی ایک ایک ہڈی ٹوٹنی چاہیے۔ ان کے جسموں کو گولیوں سے چھلنی کر دو۔ اور پھر ان کی لاشیں ازمیر کی سڑکوں پر پھنکوا دو۔ ان کے گلے میں راؤنڈ ہیڈ کے کارڈ ڈال دو ۔۔۔" عدنان بیگ نے کہا۔

"ازمیر بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ میرا تو خیال ہے ان کی لاشوں

کو جشیکا بار کے سامنے لٹکا دینا چاہیے" — آقا جمشید نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"مگر وہ سیاسی پیچ — " "ٹھیک ہے میں طاہر بیگ سے بات کرتا ہوں۔ تم بہر حال جا کر انہیں ختم کرو۔ پھر یہ فیصلہ بھی ہو جائے گا" — عدنان بیگ نے ٹیلیفون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور آقا جمشید مڑ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

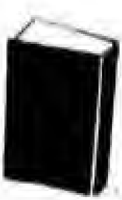

ٹیلیفون کی گھنٹی بجتے ہی عمران نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔ جوزف اور جوانا ابھی چند لمحے پہلے قاچار بار سے ہوتے ہوئے اس کی نئی رہائش گاہ گارڈن ٹاؤن پہنچ گئے تھے اور عمران انہیں موجودہ مشن کے بارے میں ہدایات دینے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی تھی۔

"یس" — عمران نے جان بوجھ کر اپنا نام نہ بتایا تھا۔

"میں قاچار بول رہا ہوں" — دوسری طرف سے قاچار کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اوہ قاچار کیا بات ہے" — عمران نے اس کا لہجہ سن کر چونکتے ہوئے پوچھا۔

"عمران صاحب آپ کا فائٹ گروپ پکڑا گیا ہے" — قاچار نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو" — عمران نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں۔ میں نے آپ کی بات سن کر اپنے آدمی پھیلا دیئے تھے تاکہ مجھے فوری خبریں مل سکیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے تفصیلی رپورٹ ملی ہے۔ فائٹ گروپ نے جشیکا بار پر ریڈ کیا۔ جس کے نتیجے میں بے پناہ فائرنگ ہوئی اور بہت سے راؤنڈ ہیڈز مارے گئے۔ جشیکا بار تباہ کر دیا گیا اور پھر فائٹ گروپ کاروں میں فرار ہونے لگا۔ لیکن پولیس جیپیں ان کے پیچھے لگ گئیں۔ دو چار پولیس جیپیں انہوں نے تباہ کر دیں اور پھر وہ ایک گلی میں مڑ کر کاروں سے اترنے لگے۔ لیکن پولیس نے انہیں گھیر کر بے بس کر دیا۔ انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور انہیں ہتھکڑیاں لگا دی گئیں" — قاچار نے تیز تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اب وہ کہاں ہیں۔ پولیس ہیڈ کوارٹر میں ہیں" — عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"نہیں پولیس نے انہیں راؤنڈ ہیڈز کے حوالے کر دیا ہے اور وہ

انھیں ایک بند باڈی کے ٹرک میں ڈال کر لے گئے ہیں۔ میرے آدمی اس ٹرک کا تعاقب کر رہے ہیں۔ ابھی ابھی مجھے کال ملی ہے کہ ٹرک کا رخ ازمیر کی طرف ہے۔ انقرہ سے ایک سو بیس کلومیٹر دور ہے ۔۔۔ قاچار نے جواب دیا۔

"اوہ مجھے فوراً ان کو چھڑوانا ہے۔ فوراً ۔۔۔" عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"تو میں آپ کے پاس آ جاتا ہوں وہاں سے اکٹھے چل پڑیں گے۔ میں نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ مجھے لمحہ بہ لمحہ کی خبر ٹرانسمیٹر پر دیں ۔۔۔" قاچار نے کہا۔

"نہیں اس طرح دیر ہو جائے گی۔ یہ ازمیر کس سمت میں ہے" عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"گارڈن ٹاؤن سے مشرق کی سمت دو کلومیٹر پر چوک آئے گا۔ وہاں سے دائیں طرف مڑیں۔ دوسرے چوک سے پھر دائیں طرف۔ اور یہ سڑک سیدھی ازمیر جاتی ہے۔ آپ چل پڑیں۔ آپ کو دوسرے چوک پر ملوں گا ۔۔۔" قاچار نے جواب دیا۔

"او کے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم آ جانا ۔۔۔" عمران نے کہا اور رسیور تیزی سے کریڈل پر پھینکا۔

"باہر کار میں بیٹھو۔ سارے ساتھی پکڑے گئے ہیں۔ وہ سخت خطرے میں ہیں۔ اسلحہ میں لے آتا ہوں ۔۔۔" عمران نے جوزف اور جوانا سے تیز لہجے میں کہا۔ جوزف اور جوانا سر ہلاتے ہوئے تیزی سے باہر کی طرف لپکے جبکہ عمران کمرے کے اندر

دروازے کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ جہاں ایک چھوٹے کمرے میں رکھے ہوئے صندوقوں میں ہر قسم کا آتشیں اسلحہ موجود تھا۔ عمران نے جلدی سے وہاں سے تین اسٹین گنیں ان کا میگزین اٹھایا اور پھر تھیلوں سے جیبیں بھریں اور بھاگتا ہوا وہ پورچ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پورچ میں سیاہ رنگ کی بڑی سی کار موجود تھی۔ عمران نے گنیں پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے جوانا اور جوزف کی طرف پھینکیں اور اچھل کر سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔

"ان کے میگزین بھر لو جلدی ۔۔۔" عمران نے غراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی کار اسٹارٹ ہو کر ایک جھٹکے سے مڑی اور تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ کوٹھی کا پھاٹک ریموٹ کنٹرول سسٹم سے ہی کھلتا اور بند ہوتا تھا اور ریموٹ کنٹرول کار میں بھی موجود تھا چنانچہ جیسے ہی کار دروازے کے قریب پہنچی عمران نے ڈیش بورڈ کا بٹن دبا دیا تو پھاٹک تیزی سے کھلتا چلا گیا اور عمران کار کو باہر نکال لے گیا۔ کار کے باہر نکلتے ہی پھاٹک خود بخود بند ہو گیا لیکن عمران نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ بلکہ اس نے کار کو مشرق کی سمت ڈال دیا۔ اور پھر کار آندھی اور طوفان کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔ عمران نے دانت بھینچ لئے تھے۔ اسے اب اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے خواہ مخواہ اتنے اہم معاملے میں اپنے آپ کو پیچھے رکھا۔ اب اگر وہ بروقت نہ پہنچ سکا تو پوری سیکرٹ سروس کا ہی خاتمہ ہو جائے گا۔ چوک پر سے اس نے کار کو دائیں طرف موڑا اور رفتار اور بڑھا دی۔ دوسرے چوک پر جیسے ہی وہ

پہنچا۔ اچانک سرخ رنگ کی ایک کار آگے باہر کھڑے ہوئے قاچار نے زور زور سے ہاتھ لہرانا شروع کر دیا اور عمران نے اُسے دیکھتے تیزی سے بریک لگائے اور کار چیختی اور گھسٹتی ہوئی اس سرخ رنگ کی کار کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ قاچار جلدی سے دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اور عمران نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔ عمران کے چہرے پر اس وقت بے پناہ سنجیدگی تھی۔ چوک سے اس نے دائیں طرف کار موڑ دی۔

"ذرا آہستہ چلاؤ۔ ٹریفک پولیس پیچھے لگ جائے گی۔ پھر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا" قاچار نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران نے جھلاتے ہوئے انداز میں ایکسیلیٹر دبا کم کر دیا۔ واقعی یہ مسئلہ بھی پیدا ہو سکتا ہے اور اس وقت ایسے کسی مسئلے میں وہ الجھنا نہ چاہتا تھا۔

"کیا رپورٹ ہے" عمران نے قاچار سے پوچھا۔

"ٹرک ازمیر کے قریب پہنچنے ہی والا ہوگا۔ میں تازہ ترین رپورٹ طلب کر لیتا ہوں" قاچار نے کہا اور پھر اس نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکال کر اس کا بٹن دبا دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ قاچار سپیکنگ اوور" قاچار نے بٹن دبا ہی بار بار کہنا شروع کر دیا۔

"یس نمبر تھرٹی سپیکنگ باس اوور" دوسری طرف ایک آواز ابھری۔

"کیا رپورٹ ہے نمبر تھرٹی۔ اوور" قاچار نے پوچھا۔

"باس ٹرک اب ازمیر میں داخل ہو کر اب ازمیر کے بیرونی قصبے ماشوگا کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اوور" نمبر تھرٹی نے جواب دیا۔

"اوہ تم پر کسی کو شک تو نہیں ہوا۔ اوور" قاچار نے پوچھا۔

"نہیں باس۔ ٹرک کے تعاقب میں یا چیکنگ پر کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لئے شک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اوور" نمبر تھرٹی نے جواب دیا۔

"او کے۔ میں خود وہاں آ رہا ہوں۔ تم مجھے وقتاً فوقتاً رپورٹ دیتے رہو۔ اور سنو ٹرک جس عمارت میں داخل ہو اس کی خاص طور پر نگرانی کرنا۔ اوور" قاچار نے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس میں خیال رکھوں گا۔ اوور" دوسری طرف سے کہا گیا اور قاچار نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے عمران" قاچار نے پیچھے مڑ کر دیو ہیکل جوزف اور جوانا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جوزف اور جوانا کو چونکہ اس نے خود عمران کے پاس بھجوایا تھا۔ اس لئے انہیں دیکھ کر اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"اس گروپ کو پکڑنا ہے۔ ڈائریکٹ ایکشن" عمران نے سرد لہجے میں جواب دیا اور قاچار نے سر ہلا دیا۔

"تم سامنے نہیں آؤ گے قاچار۔ سب کام ہم خود کر لیں گے بس تم ہمیں اس عمارت تک پہنچا دو" عمران نے قاچار کو گہری سوچ میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ہم پہنچ ہی جائیں گے۔ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ آخر اونڈ میڈ

گروپ کو انقرہ سے باہر نکال کر کہیں لے جاتے ہیں۔ اس سے پہلے تو انھوں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ وہ تو بات کرنے کی بھی تکلیف کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ وہ تو بس گولیاں چلانے کے عادی ہیں" ـــــ تاجیار نے کہا۔

"ہوگی کوئی بات۔ یہ بعد میں سوچتے رہیں گے" ـــــ عمران نے کہا اور موضوع ختم کر دیا۔ اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے ازمیر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ یہ ہائی وے تھی۔ اس لئے اس پر چلنے والی ٹریفک خاصی تیز رفتار تھی۔ چنانچہ عمران نے بھی رفتار بڑھا دی تھی اور پھر تقریباً دس منٹ بعد وہ ازمیر کے خاصے بڑے قصبے کی حدود میں پہنچ گئے۔

"آگے آنے والے چوک سے بائیں ہاتھ مڑ جانا۔ یہ سڑک ماشوگا جاتی ہے" ـــــ تاجیار نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔ اسی لمحے تاجیار کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ٹرانسمیٹر میں سے سیٹی کی آواز نکلی اور تاجیار نے چونک کر بٹن دبا دیا۔

"ہیلو نمبر تھرٹی کالنگ باس۔ اوور" ـــــ نمبر تھرٹی کی آواز سنائی دی۔

"یس تاجیار سپیکنگ۔ اوور" ـــــ تاجیار نے جواب دیا۔

"باس، ٹرک ماشوگا قصبے کے آخر میں واقع ایک کافی بڑے زرعی فارم میں داخل ہو گیا ہے۔ اس زرعی فارم سے کچھ فاصلے پر ایک دو منزلہ عمارت زیر تعمیر ہے۔ میں نے اس پر چڑھ کر خفیہ طور پر دوربین کی مدد سے چیک کیا ہے۔ ٹرک میں سے ایک

عورت اور پانچ افراد کو بے ہوشی کے عالم میں ٹرک سے اتار کر فارم کی درمیانی عمارت میں لے جایا گیا ہے۔ اوور" ـــــ نمبر تھرٹی نے کہا۔

"اس سے پوچھو کہ فارم میں کتنے افراد موجود ہیں" ـــــ عمران نے تاجیار سے مخاطب ہو کر پوچھا اور تاجیار نے عمران کا سوال دوہرا دیا۔

"سر، اس فارم میں مجھے دس کے قریب راؤنڈ مین نظر آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اندر اور بھی ہوں۔ اوور" ـــــ نمبر تھرٹی نے جواب دیا۔

"او کے۔ ہم وہیں آ رہے ہیں۔ تم ہمارا انتظار کرو۔ ہم سیاہ رنگ کی کار میں ہیں۔ اوور" ـــــ تاجیار نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور تاجیار نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ عمران اس دوران کار ماشوگا قصبے کی طرف جانے والی سڑک پر موڑ چکا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ماشوگا قصبے میں داخل ہو چکے تھے۔ یہ قصبہ بھی خاصا آباد تھا۔ اور یہاں خاصے لوگ تھے۔

"بس سیدھی سڑک چلے چلو۔ فارم قصبے کے آخر میں ہے" ـــــ تاجیار نے کہا اور عمران سر ہلاتے ہوئے کار کو آگے بڑھاتا لے گیا۔ اور پھر قصبے کی گنجان آبادی سے باہر نکلتے ہی انھیں دور سے ایک بہت بڑا فارم ہاؤس اور اس کے ساتھ ایک نو تعمیر دو منزلہ عمارت بھی نظر آ رہی تھی۔

"اس نو تعمیر عمارت کی طرف کار لے چلو۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ راؤنڈ

ہیڈ زکار کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ہوشیار ہو جائیں ـــــ" قاچار نے کہا اور عمران نے کار اس زیر تعمیر عمارت کی طرف موڑ دی۔ زیر تعمیر عمارت کے قریب پہنچتے ہی انھیں ایک نیلے رنگ کی اسٹیشن ویگن نظر آئی جس پر کسی کمپنی کا مونوگرام نظر آرہا تھا۔

"یہ منیر جعفری کی اسٹیشن ویگن ہے ـــــ" قاچار نے کہا لیکن عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسٹیشن ویگن کے قریب عمران نے کار روک دی۔

"تم نیچے اترو قاچار اور بس تماشا دیکھو۔ ویسے ہو سکتا ہے تمھاری اس اسٹیشن ویگن کی ضرورت پڑ جائے۔ اس لیے ہوشیار رہنا ـــــ" عمران نے کار روکتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو کیا تم اکیلے ہی شیروں کی کچھار میں گھس جاؤ گے ـــــ" قاچار نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم اترو تو سہی۔ یہ تمھارے لیے شیر ہوں گے میرے لیے نہیں ـــــ" عمران نے سخت لہجے میں کہا اور قاچار حیرت بھرے انداز میں جیسے ہی نیچے اترا، عمران نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی اور پھر وہ آندھی بنے ہوئے سیدھا اس فارم کی عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"جوزف آگے بڑھ کر میری سائیڈ کی جیبوں سے کچھ بم نکال لو اور آپس میں بانٹ لو ـــــ" عمران نے کہا اور جوزف نے آگے کی طرف بڑھ کر جھکتے ہوئے عمران کی جیبوں سے دستی بم نکالے اور آدھے جوانا کی طرف بڑھا دیئے اور آدھے خود رکھ لیے۔

"میگزین تیار ہیں ـــــ" عمران نے مڑے بغیر پوچھا۔

"یس باس تیار ہیں ـــــ" جوانا نے جواب دیا۔

"تو اب تم بھی تیار ہو جاؤ۔ لیکن مخصوص اشارے کے منتظر رہنا ـــــ" عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے کار پھاٹک کے سامنے جا کر روکی اور پھر وہ تینوں بڑی تیزی سے نیچے اتر آئے۔ مشین گنیں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔ عمران نے آگے بڑھ کر فارم کے لکڑی کے دروازے کو دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا اور پھر وہ تینوں فارم میں داخل ہو گئے۔ ابھی وہ تینوں پھاٹک سے گزر کر چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ عمارت کے برآمدے میں تین راؤنڈ ہیڈ نظر آئے۔ ان کی نظریں ان تینوں پر جمی ہوئی تھیں اور چہرے پر حیرت تھی۔

"کون ہو تم ـــــ رک جاؤ ـــــ" ان میں سے ایک نے مشین گن سیدھی کرتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"ہم دوست ہیں ـــــ" عمران نے ایک ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے زور سے جواب دیا لیکن اس نے قدم نہ روکے۔ وہ دراصل عمارت کے اندر جا کر آپریشن کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔

"دوست نہیں، تم اجنبی ہو رک جاؤ ـــــ" اسی نے ایک بار پھر چیختے ہوئے کہا۔

"ایک بار کہہ دیا ہم دوست ہیں دشمن ہوتے تو دیواریں پھلانگ کر آتے ـــــ" عمران نے بڑے بااعتماد لہجے میں جواب دیا۔

اب وہ ان کے کافی قریب پہنچ چکے تھے۔

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ رک جاؤ ـــــ" اس نے چیختے ہوئے کہا۔

"سنو ہم ایک خاص پیغام لے کر آئے ہیں۔ راونڈ ہیڈز کے لئے پولیس کمشنر طاہر بیگ کا مخصوص پیغام" — عمران نے اسی طرح با اعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پولیس کمشنر طاہر بیگ کا نام سنتے ہی راونڈ ہیڈ نے ٹریگر پر سے انگلی ہٹا لی لیکن اس کے چہرے سے اب بھی تذبذب کے آثار نمایاں تھے اور عمران بڑے اعتماد سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ جوزف اور جوانا بھی بڑے اعتماد سے ان کے پیچھے چل رہے تھے۔

"اس پوائنٹ کا انچارج کون ہے" — عمران نے قریب جا کر قدرے دبنگ لہجے میں پوچھا۔

"میں ہوں کیمل" — اسی روکنے والے نے جواب دیا۔

"قیدی کہاں ہیں۔ ہمیں ان کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ پولیس کمشنر نے حکم دیا ہے کہ وزیر اعظم از خود ان قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان کے آنے سے قبل انہیں قتل نہ کیا جائے" — عمران نے کہا۔

"اوہ وزیر اعظم کا ان قیدیوں سے کیا تعلق" — انچارج نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ دراصل عمران کی اس دلیرانہ پیش قدمی نے اس کے ذہن کو مرعوب کر دیا تھا۔

"تعلق ہو گا تو وہ آ رہے ہیں" — کہاں ہیں قیدی۔ کیا انہیں قتل تو نہیں کر دیا گیا" — عمران نے جواب دیا۔

"نہیں وہ صرف بے ہوش ہیں۔ آغا جمشید فوراً آ رہے ہیں۔ تم ان سے بات کر لینا" — انچارج نے جواب دیا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہاں ہیں قیدی۔ میں خود انہیں دیکھنا چاہتا ہوں" عمران نے کہا۔

"ایسا ناممکن ہے جب تک آغا جمشید نہیں پہنچ جاتے۔ تم یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ واپس پہنچنے ہی والے ہیں اور تم اپنے ہتھیار ہمارے حوالے کر دو" — انچارج نے لہجے کو سخت کرتے ہوئے کہا اور اس بات چیت کے دوران ساتھ دیگر راونڈ ہیڈز بھی مختلف دروازوں سے نکل کر برآمدے میں پہنچ چکے تھے۔ اب ان کی تعداد دس ہو چکی تھی۔ وہ سب حیرت سے جوزف اور جوانا کو دیکھ رہے تھے۔

"ٹھیک ہے تم لے سکتے ہو لیکن زندہ نہیں" — عمران نے جواب دیا اور دوسرے لمحے اس نے بڑی پھرتی سے ٹریگر دبا دیا۔ اور زندہ نہیں کے الفاظ جوزف اور جوانا نے بھی سن لئے تھے جو اب عمران کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ عمران کے ساتھ ہی انھوں نے بھی ٹریگر دبا دیئے۔ راونڈ ہیڈز چونکہ حیرت بھرے انداز میں کھڑے تھے۔ اس لئے وہ بروقت نہ سنبھل سکے اور تین مشین گنوں نے پلک جھپکنے میں دسوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔

"پھیل جاؤ۔ جو نظر آئے اڑا دو" — عمران نے ان کے گرتے ہی چیخ کر کہا اور خود اچھل کر وہ راونڈ ہیڈز کی لاشوں کو پھلانگتا ہوا عمارت میں داخل ہو گیا جبکہ جوزف اور جوانا تیزی سے دائیں بائیں کی طرف گھوم گئے اور عمران ایک چھوٹے کمرے سے ہوتا ہوا جب ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا تو وہاں جولیا اور اس کے ساتھی فرش

پر ٹیڑھے میڑھے انداز میں بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ اسی لمحے جوانا اور جوزف اندر داخل ہوئے۔

"باس اور کوئی بھی نہیں ہے ——" جوزف نے کہا۔

"اچھا چلو اچھا ہوا۔ اب انہیں اٹھا کر باہر چلنا ہے۔ جلدی کرو ان بدمعاشوں کا آقا آنے والا ہے ——" عمران نے کہا۔

"باس اس کا انتظار کر لیا جائے —— ذرا اس سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ سارے تو ایک لمحے میں ختم ہو گئے۔ میں نے سوچا ذرا دھوم دھڑکا ہو گا ——" جوانا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو پھر بھی ٹھیک ہے۔ تم یہاں رکو۔ میں باہر جا کر تاچار کو بلا لاؤں۔ انہیں اسٹیشن ویگن میں لے جانا پڑے گا ——" عمران نے کہا۔ اور پھر وہ مشین گن اٹھائے تیزی سے صحن کی طرف بڑھا اس نے نو تعمیر دو منزلہ عمارت کی طرف دیکھ کر زور سے ہاتھ ہلایا۔ دوسرے لمحے ایک ستون کی آڑ سے تاچار باہر نکل آیا اور عمران نے اسے یہاں آنے کا اشارہ کیا اور دوبارہ مڑ کر عمارت کی طرف جانے لگا۔ اسی لمحے باہر کسی کار کے رکنے کی آواز سنائی دی۔

"چھپ جاؤ جلدی۔ آقا جمشید آ رہا ہے ——" عمران نے چیخ کر جوزف اور جوانا کو کہا اور پھر وہ خود بھی تیزی سے کمروں کے اندر گھس کر دروازوں کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔ کار اب سیدھی کھلے پھاٹک کے اندر آ رہی تھی۔ یہ نیلے رنگ کی بڑی سیلون تھی۔ جو اپنی ساخت کے لحاظ سے فائر پروف تو کیا بم پروف نظر آ رہی تھی۔ اس پر راونڈ ہیڈ کا مخصوص نشان بنا ہوا تھا۔ کار کے شیشے تاریک تھے۔ اندر کی کوئی چیز باہر

سے نظر نہ آ رہی تھی۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ اندر سے باہر کا نظارہ آسانی سے کیا جا رہا ہو گا۔ کار برآمدے کے پاس آ کر رک گئی۔ لیکن اس کے دروازے نہ کھلے۔ عمران اور اس کے ساتھی خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک راونڈ ہیڈ تیزی سے باہر نکلا وہ حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لیکن ابھی وہ برآمدے میں پہنچا ہی تھا کہ اچانک جوانا نے جو ساتھ والے دروازے کی اوٹ میں تھا اس پر فائر کھول دیا اور وہ راونڈ ہیڈ لٹو کی طرح گھومتا ہوا وہیں برآمدے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہی گر گیا۔ اسی لمحے برآمدے کے سامنے کھڑی ہوئی کار نے تیزی سے ٹرن لیا اور پھر وہ آندھی اور طوفان کی طرح گیٹ کی طرف بھاگنے لگی۔ جوزف اور جوانا نے اس پر بھی فائر کھول دیا۔ لیکن گولیاں اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں اور کار گیٹ سے باہر نکل کر سیدھی دوڑتی چلی گئی۔

"قہر جاؤ —— تم نے جلدی کی جوانا۔ آئندہ ایسا نہ کرنا ——" عمران نے سرد لہجے میں کہا اور جوانا نے ندامت بھرے انداز میں سر جھکا دیا۔

"اب جلدی کرو۔ یہاں زبردست ریڈ ہو گا۔ جلدی کرو۔ ان سب کو اٹھا کر باہر چلو ——" عمران نے کہا اور پھر اس نے جھک کر جولیا کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ جبکہ جوزف اور جوانا نے صفدر اور کیپٹن شکیل کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور وہ سب تیزی سے باہر کی طرف بڑھے۔ اسی لمحے اسٹیشن ویگن گیٹ کے اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔

"اوہ یہ گاڑی تو آقا جمشید کی تھی عمران صاحب ——" تاچار نے اسٹیشن ویگن سے چھلانگ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ۔۔۔ یہ جوانا کی غلطی سے بچ کر نکل گیا۔ بہرحال تم اس گروپ کو فوراً اسٹیشن ویگن میں ڈال کر میری رہائش گاہ پر پہنچاؤ۔ میری گاڑی تو آغا جمشید نے چیک کر لی ہوگی۔۔۔" عمران نے کہا اور پھر اسٹیشن ویگن کا پچھلا دروازہ کھول کر جولیا کو نیچے فرش پر لٹا دیا۔ جوزف اور جوانا نے صفدر اور کیپٹن شکیل کو لٹایا اور پھر دوڑ کر وہ دوبارہ اندر آگئے اور تنویر اور چوہان کو اٹھا لائے۔ اس کے بعد صدیقی کو بھی لے آیا گیا اور پھر عمران نے قاچار کو بھی اسی اسٹیشن ویگن میں بھیج دیا اور فوراً وہ تینوں تیزی سے اپنی کار کی طرف لپکتے چلے گئے۔ دوسرے لمحے کار تیزی سے واپس مڑ کر سڑک پر بھاگنے لگی۔ اسٹیشن ویگن مخالف سمت میں چلی گئی تھی۔ شاید قاچار اسے کسی اور سمت سے واپس لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ عمران کو دوسرا راستہ نہ آتا تھا اس لئے وہ واپس اسی راستے پر ہی بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ماشوگا قصبے سے نکل کر ابھی وہ ہائی وے پر پہنچنے والے نہیں تھے کہ ارد گرد کی عمارتوں سے تین کاریں تیزی سے نکلیں اور انہوں نے بیک وقت عمران کی کار کو ٹکر مارنی چاہی لیکن عمران نے بجلی کی پھرتی سے بریک لگائے اور اتنی تیز رفتاری میں یک لخت بریک لگنے سے کار لٹو کی طرح گھوم گئی اور اس پر چڑھ دوڑنے والی دو کاریں ایک خوفناک دھماکے سے ایک دوسرے سے ٹکرا گئیں جبکہ تیسری کار کے ڈرائیور نے بڑی پھرتی سے سٹیئرنگ موڑا اور وہ گھوم کر عمران کی کار کی طرف آئی۔ مگر اسی لمحے عمران نے ایک بار پھر سٹیئرنگ کو تیزی سے موڑا اور کار دو پہیوں پر اٹھ کر گھومتی ہوئی اتنی تیزی سے مڑ گئی۔ کہ پچھلی کار والا اتنی پھرتی سے اپنی کار کو نہ موڑ سکا اور نتیجہ یہ کہ وہ

کار بھی آندھی اور طوفان کی طرح اڑتی ہوئی سڑک کی دوسری طرف موجود ایک پختہ دیوار سے جا کر پوری قوت سے ٹکرا گئی اور عمران کار موڑ کر انتہائی تیز رفتاری سے پہلی تباہ شدہ دونوں کاروں کی سائیڈ سے اسے نکالتا ہوا آگے بڑھا لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیز رفتاری سے ہوا کہ جب تک کاروں کی پیٹرول ٹنکیاں پھٹیں۔ عمران کی کار ان سے خاصے فاصلے پر پہنچ چکی تھی۔ جوانا کی آنکھوں میں بے پناہ حیرت تھی۔ اس نے اسٹیئرنگ پر اس قدر ماہرانہ کنٹرول کا شاید خواب میں بھی تصور نہ کیا تھا۔ اس لئے وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے بت بنا بیٹھا رہ گیا۔ جبکہ جوزف نے بڑی پھرتی سے مشین گن کی نال کھڑکی سے باہر نکال کر فائر کھول دیا اور اس نے ایک عمارت کی آڑ میں کھڑے ہوئے راؤنڈ ہیڈز میں ایک کو نشانہ بنایا تھا۔ جیسے ہی گولی اس راؤنڈ ہیڈ کو لگی۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور دونوں راؤنڈ ہیڈز کے چیتھڑے اڑ گئے۔

"باس یہ بم پھینکنے والے تھے میں نے دیکھ لیا تھا۔۔۔" جوزف نے بڑے مسرت بھرے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاتھ سے یا گن سے۔۔۔" عمران نے پوچھا۔

"گن سے باس۔۔۔" جوزف نے جواب دیا اور عمران نے سر ہلا دیا لیکن آگے جاتے جاتے اس نے جلدی سے کار کو ایک بائی روڈ پر موڑ دیا اور پھر تھوڑی دور آگے بڑھنے کے بعد اس نے کار کو درختوں کے ایک جھنڈ کے نیچے روک دیا۔ اس جھنڈ کی وجہ سے کار دور سے نظر نہ آ سکتی تھی۔

"آؤ اب نکل چلیں۔ وہ صرف کار کو پہچانتے ہیں ہمیں نہیں" ۔۔۔۔ عمران نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا اور پھر وہ کار سے اتر کر تیزی سے چلتے ہوئے دور دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ کھیتوں میں موجود اونچی فصل کی وجہ سے وہ کسی حد تک چھپ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک سڑک پر پہنچ گئے۔ وہ جس جگہ پر جا کر سڑک پر چڑھے تھے۔ وہاں بس اسٹاپ کا بورڈ موجود تھا۔ اس لئے عمران نے آگے چلنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور خاموشی سے وہیں رک گیا۔ مشین گنیں انہوں نے اپنے اوور کوٹوں کے اندر چھپائی ہوئی تھیں۔ پانچ منٹ بعد بس اسٹاپ پر آ کر رکی۔ یہ انقرہ جانے والی بیرونی روٹ کی بس تھی۔ بس سے چند مسافر اترے تو عمران جوزف اور جوانا اندر داخل ہو گئے۔ بس تقریباً خالی تھی۔ اس لئے وہ اطمینان سے علیحدہ علیحدہ سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ عمران نے کنڈیکٹر کو آخری شاپ کی تین ٹکٹیں دینے کے لئے کہا اور پھر وہ اطمینان سے اردگرد کے ماحول کو دیکھنے میں مصروف ہو گئے۔ بس مختلف شاہراہوں پر رکتی ہوئی جب انقرہ شہر کی حدود میں داخل ہوئی تو عمران یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ جگہ جگہ پولیس والے شہر جانے والی کاروں کو روک روک کر ان کی تلاشی لے رہے ہیں۔ اور پولیس والوں کے ساتھ ساتھ راونڈ ہیڈز کی مخصوص نشانات والی کاریں بھی نظر آ رہی تھیں۔ بس کو کسی نے نہ روکا اور وہ سٹاپ پر مسافر اتار کر آگے بڑھتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ جنرل اسٹینڈ پر پہنچ گئی۔ یہ انقرہ شہر کا مرکزی اڈہ تھا۔ یہاں ہر طرف مختلف رنگوں کی عجیب عجیب ساخت

کی بسیں پھیلی نظر آ رہی تھیں۔ عمران اور اس کے ساتھی نیچے اترے اور پھر ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ٹیکسی اسٹینڈ سے انہیں آسانی سے ٹیکسی مل گئی اور عمران نے اسے کارڈن ٹاؤن چلنے کا کہا اور پھر کارڈن ٹاؤن کے پہلے چوک پر اس نے ٹیکسی رکوائی اور کرایہ دے کر وہ اپنی کوٹھی کی مخالف سمت کی طرف چل پڑا تاکہ ٹیکسی والا اگر چاہے بھی تو ان کی منزل کی سمت کی نشاندہی نہ کر سکے۔ جب ٹیکسی آگے بڑھ کر ایک موڑ مڑ گئی تو وہ اطمینان سے پلٹے اور پھر تیزی سے اپنی کوٹھی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کوٹھی کا پھاٹک بند تھا۔ عمران نے اس کی ذیلی کھڑکی کو دھکیلا تو وہ کھلتی چلی گئی۔ اور عمران اندر داخل ہو گیا۔ اور اسے سامنے پورچ میں اسٹیشن ویگن کھڑی نظر آ گئی۔ قاچار پہنچ چکا تھا۔ جب یہ لوگ پورچ کے قریب پہنچے تو قاچار ایک دروازے سے نکل کر باہر آ گیا۔

"اوہ شکر ہے آپ لوگ آ گئے۔ مجھے آپ کی طرف سے بڑی فکر تھی۔ میں نے فیبرتھری کو آپ کے پیچھے بھیجا ہے" ۔۔۔ قاچار نے عمران کو دیکھتے ہی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ شہر میں چیکنگ کی پوزیشن دیکھتے ہوئے تم لوگوں کی فکر تھی مجھے" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ کاریں چیک کر رہے تھے۔ آپ کو چیک نہیں کیا" ۔۔۔ قاچار نے کہا۔

"تمہاری کار کراسنگ ے بائی روڈ کے درختوں کے جھنڈ میں کھڑی ہے چونکہ یہ کار راونڈ ہیڈز کی نظروں میں آ گئی ہے اس لئے بہتر تو یہی

ہے کہ اسے تباہ کر دینا ـــــ" عمران نے کہا۔

" وہ میں کر لوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کے ساتھی اندر موجود ہیں لیکن وہ ابھی تک بے ہوش ہیں۔ میں نے انھیں ہوش میں لانے کی کوشش کی لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی ـــــ" قاچار نے کہا۔

" وہ اس طرح سے ہوش میں نہیں آتے۔ انھیں ہوش میں لانے کے لیے چلا کاٹنا پڑے گا، ساری رات دریا میں ایک ٹانگ پر کھڑے ہونا پڑے گا۔ بہرحال اب تم جا سکتے ہو۔ بہت بہت شکریہ اور یہ اسٹیشن ویگن بھی لے جاؤ ـــــ" عمران نے کہا۔

" میں آپ کے لیے دوسری کار بھجوا دوں گا ـــــ" قاچار نے کہا اور پھر وہ تیزی سے اسٹیشن ویگن کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی اسٹیشن ویگن کوٹھی سے باہر نکل گئی۔ جوزف نے جا کر پھاٹک بند کر دیا تھا۔ اس دوران عمران اندر جولیا اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچ چکا تھا۔ جو ابھی تک بے ہوش پڑے ہوئے تھے، عمران ـــــ چند لمحے انھیں غور سے دیکھتا رہا پھر وہ اس کمرے سے نکل کر ایک اور چھوٹے کمرے میں گیا جہاں فسٹ ایڈ باکس پڑا ہوا تھا۔ اس نے اس میں موجود ٹنکچر پیپرمنٹ کی بوتل نکالی ـــــ اور اسے لا کر اس نے باری باری ہر ممبر کی ناک سے لگا دیا۔ وہ اس گیس کو پہلے ہی سونگھ چکا تھا جس سے انھیں بے ہوش کیا گیا تھا۔ ہوش میں لانے کے لیے ایک خصوصی انجکشن کی ضرورت تھی لیکن عمران متبادل نسخے بھی جانتا تھا۔ اس لیے اسے معلوم تھا کہ مسئلہ پیپرمنٹ سے بھی حل ہو جائے گا۔ چنانچہ وہی ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ایک کر کے

سارے ساتھیوں نے آنکھیں کھول دیں اور پھر وہ حیرت بھرے انداز میں اچھل پڑے۔

" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یا صاحبان فائٹ گروپ ـــــ" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

" عمران صاحب آپ ـــــ" ان سب کے منہ سے بیک آواز نکلا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران، جوزف اور جوانا کو دیکھ رہے تھے۔

" خوش قسمتی سے میں نے آپ کا پارسل موصول کر لیا تھا۔ ورنہ اگر یہ پارسل ایکسٹو کے پاس پہنچ جاتا تو وہ یقیناً اس پر اپنا پتہ کاٹ کر اگلے جہان کا پتہ لکھ کر دوبارہ پوسٹ کر دیتا ـــــ" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" اوہ کیا مطلب۔ کیا ہم پاکیشیا میں ہیں ـــــ" جولیا سمیت سب نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

" ارے نہیں۔ پاکیشیا یہاں پہنچ گیا ہے ـــــ" عمران نے جواب دیا۔

" وہ ترک محکمہ ڈاک کا نمائندہ تھا۔ انھوں نے گیس چھوڑ کر تمھارا پارسل بنایا اور پھر مجھے ڈیلیور کر دیا۔ بس اتنی سی بات ہے ـــــ" عمران نے سنجیدہ انداز میں کہا اور وہ سب مسکرا دیے۔ البتہ جولیا نے منہ بنا لیا۔ اس کے چہرے پر شکست اور ندامت کے آثار واضح تھے۔

" عمران صاحب کیوں ہمارے صبر کا امتحان لے رہے ہیں۔ آپ کے لیے ہمارے پاس ایک خوشخبری بھی ہے ـــــ" صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

" اچھا ـــــ تو کیا جولیا راضی ہو گئی ہے۔ چلو دیر آید درست آید" عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اب تم مذاق کر سکتے ہو۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتی ہوں" — جولیا نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"شکست۔ ارے یہ کیا کہہ رہی ہو۔ ہاں کرنے کے بعد تو شکست و ریخت صنفِ کرخت میں شروع ہو جاتی ہے" — عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب بہرحال یہ موقع ایسا نہیں ہے" — کیپٹن شکیل نے حالات کو سنبھالتے ہوئے کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر عمران نے یہ باتیں جاری رکھیں تو یقیناً جولیا آپے سے باہر ہو جائیں گی۔

"ہاں، میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں کہ یہ موقع خوشی کا ہے۔ شادیانے بجانے کا ہے۔ آخر تنویر صاحب کے سر پہ سہرے کے پھول کھلیں گے۔ دل میں مسرت کی کلیاں چٹکیں گی" — عمران نے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو منہ بنائے خاموش بیٹھا تھا اور عمران کی بات سن کر صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

"وہ خوشخبری بھی تنویر سے متعلق تھی۔ وہ تمہاری وجہ سے جولیا سے لڑ پڑا تھا" — صفدر نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔

"میری وجہ سے لڑ پڑا تھا۔ اچھا تو تنویر کو لڑنا بھی آتا ہے بہت خوب میں تو سمجھا تھا کہ اب اس نے لڑنا چھوڑ کر بے ہوش ہونے کی پریکٹس شروع کر دی ہے" — عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"عمران تمہیں ہمارا مذاق اڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب میں نے شکست تسلیم کر لی ہے کہ ہم اپنے مشن میں ناکام ہو گئے ہیں اور ایکسٹو کے ہاتھوں ہر قسم کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ تو پھر میں ایسی

باتیں نہیں سننا چاہتی" — جولیا نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

"مشن میں ناکام ہو گئے ہو۔ کس مشن کی بات کر رہی ہو تم" — عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"راؤنڈ ہیڈز کے خلاف مشن کی بات کر رہی ہوں اور کیا کہہ رہی ہوں" — جولیا نے جواب دیا۔

"ارے وہ تو جولیا فائٹ گروپ کا مشن ہے اور ٹھیک چل رہا ہے۔ جولیا فائٹ گروپ کے ایک حصے نے جنشیکا بار تباہ کر دیا۔ بہت سے راؤنڈ ہیڈز مارے گئے۔ چار پولیس کاریں تباہ ہو گئیں۔ جبکہ دوسرے حصے نے ان کے ایک اور پوائنٹ پر حملہ کیا۔ وہاں دس راؤنڈ ہیڈز مارے گئے۔ تین کاریں تباہ ہوئیں۔ دو بم بردار راؤنڈ ہیڈز ہلاک ہوئے اور اب پورے شہر میں راؤنڈ ہیڈز اپنے زخم چاٹتے پھر رہے ہیں۔ کس مشن میں ناکامی کی بات کر رہی ہو تم" — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور جولیا سمیت سب کے چہروں پر حیرت اور مسرت کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

"ہمیں بے بس کر دیا گیا تھا اور پتہ نہیں ہم یہاں کیسے پہنچ گئے۔ ہمارا حال دیکھ رہے ہو۔ دراصل یہاں کی ناواقفیت کی وجہ سے سارا مسئلہ کھڑا ہوا۔ ہم ایسی گلی میں رک گئے جہاں چھپنے کی جگہ ہی نہ تھی" — جولیا نے کہا۔ اس بار اس کے لہجے میں توانائی کی جھلکیاں موجود تھیں۔

"ہونہہ۔ جولیا فائٹ گروپ کو بے بس کرنے والے ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے اور سنو اب دونوں حصے علیحدہ کام کیوں کریں" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور عمران نے دیکھا کہ اس کی

بات سنتے ہی سب کے چہرے یک لخت کھل اٹھے۔ ان کے چہروں سے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی دھوپ کا جلا مسافر کسی گھنی چھاؤں تک آ گیا ہو۔

"زندہ باد۔ اب دیکھیں گے کہ راؤنڈ ہیڈز کہاں چھپتے ہیں ـــــ" تنویر نے سب سے پہلے مسرت بھرا نعرہ لگاتے ہوئے کہا اور عمران واقعی حیرت سے اسے دیکھنے لگا کہ تنویر کو اس کی موجودگی سے خار کھاتا تھا پھر اسے کیا ہو گیا اور جب صفدر نے اسے بتایا کہ وہ واقعی جولیا سے لڑ پڑا تھا اور اس نے کہا تھا کہ اگر عمران ہوتا تو ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا تو عمران نے بے اختیار کھڑے ہو کر اسے لکھنوی انداز میں تسلیمات بجا لانی شروع کر دیں اور سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ ان سب کے چہروں پر چھایا ہوا تکدر دور ہو گیا۔ اور پھر عمران نے انہیں قاچار کے متعلق بتانے کے ساتھ ساتھ تفصیل بتا دی کہ وہ کس طرح انہیں ازبیر کے قبضے موگاشو سے چھڑا لایا ہے۔

"تو کیا ایکسٹو نے تمہیں ہم سے علیحدہ بھیجا تھا۔ تاکہ تم ہماری نگرانی کرو ـــــ" جولیا نے پوچھا۔

"ارے نہیں جولیا۔ ایکسٹو کو تو میرے یہاں آنے کا علم بھی نہیں۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ میں جوزف اور جوانا کی شادیاں کرانے افریقہ جا رہا ہوں اور اگر وہاں کسی بلیک بیوٹی نے مجھے پسند کر لیا تو شاید میرے پھولے بھی بج جائیں۔ یقین کرو ایکسٹو نے اس سکوپ کی بات سنتے ہی نہ صرف مجھے افریقہ جانے کی اجازت دے دی بلکہ اس

نے موٹی رقم بھی مجھے پکڑا دی اور آخر تک یہ تاکید کی کہ خالی نہ آنا ـــــ بنی دلہن منا کر آنا ـــــ" عمران نے کہا۔

"کیوں ایکسٹو کو آپ کی شادی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ـــــ" صدیقی نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"دلچسپی لئے ـــــ میدان صاف ہوتا ہے۔ رقیب روسفید کا کانٹا درمیان سے نکلتا ہے کیوں جولیا ـــــ" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے آخر میں جان بوجھ کر جولیا سے تصدیق کرائی اور جولیا نے مسکراتے ہوئے منہ پھیر لیا اور باقی افراد بے اختیار ہنس پڑے۔ صرف تنویر خاموش بیٹھا رہا۔

"اچھا اب آپ لوگ اپنی مرہم پٹی کریں۔ اچھا خاصا حلیہ بگڑ گیا ہے۔ نائٹ گروپ تھا۔ اس کے بعد نیا پروگرام بناتے ہیں۔ میں اتنی دیر میں قاچار سے راؤنڈ ہیڈز کا حال پوچھ لوں ـــــ" عمران نے کہا اور پھر اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

آقا جمشید عدنان کے دفتر سے نکل کر کار میں بیٹھ کر اس جگہ کی طرف چل پڑا۔ جدھر اس نے بولیا فائٹ گروپ کو بھیجا تھا۔ وہ اپنی مخصوص کار میں تھا جو فائر پروف تھی۔ بلکہ مکمل طور پر بم پروف تھی۔ اس کے علاوہ بھی اس میں بے شمار سسٹم لگائے گئے تھے۔ بغرضیکہ وہ ایک چلتا پھرتا سائنسی عجوبہ تھا۔ سٹیرنگ پر اس کار کا مخصوص ڈرائیور جمال آفندی تھا۔ جو آقا جمشید کا خاص ساتھی تھا اور اسی وجہ سے راؤنڈ ہیڈز تنظیم میں اُسے نمبر دو سمجھا جاتا تھا۔ کار خاصی تیز رفتاری سے چلتی ہوئی ازمیر قصبے سے گزرتی ہوئی جب پوائنٹ کی طرف بڑھی تو دور سے گیٹ کے باہر کھڑی ایک کار دیکھ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا آقا جمشید چونک پڑا۔ پوائنٹ کا پھاٹک کھلا ہوا تھا اور دور سے اندر کوئی راؤنڈ ہیڈ نظر نہ آ رہا تھا۔

"جمال کوئی گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے مجھے" ۔۔۔ آقا جمشید نے

کرخت لہجے میں کہا۔

"کیسی گڑبڑ باس۔ یہاں کیسی گڑبڑ ہو سکتی ہے" ۔۔۔ جمال نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا اور پھر وہ کار کو گھمائے پھاٹک کے اندر لیتا چلا گیا اور پھر برآمدے کے پاس پہنچتے ہی جمال اور آقا جمشید بجلی کی طرح چونک پڑے کیونکہ برآمدے میں پڑی ہوئی راؤنڈ ہیڈز کی لاشیں انہیں صاف نظر آ رہی تھیں۔

"اوہ باس یہ لاشیں" ۔۔۔ جمال نے بریک لگاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے جیسے وہ کوئی انہونی چیز دیکھ رہا ہو۔

"یہاں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ قیدیوں کو چھڑا لیا گیا ہے" ۔۔۔ آقا جمشید نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔

"میں دیکھوں باس عمارت تو واقعی خالی دکھائی دیتی ہے" ۔۔۔ جمال نے کہا۔

"ہاں دیکھو" ۔۔۔ آقا جمشید نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا اور پھر جیسے ہی جمال دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ آقا جمشید کھسک کر سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ اس کی چھٹی حس بار بار خطرے کا الارم بجا رہی تھی۔ اس کے اعصاب پر نامعلوم سی بے چینی طاری ہو گئی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سخت خطرے میں ہو۔ جمال آفندی اب تیز تیز قدم اٹھاتا برآمدے کی طرف بڑھتا جا رہا تھا اور پھر ابھی وہ برآمدے میں پہنچا ہی تھا کہ اچانک ایک دروازے کی اوٹ سے مشین گن کی تڑتڑاہٹ گونجی اور جمال لٹو کی طرح گھومتا ہوا وہیں برآمدے میں ہی گر گیا۔ فائر

کھلتے ہی آغا جمشید کو یوں محسوس ہوا جیسے خطرہ اس کے سر پر آن پہنچا ہو۔ اس نے بے اختیار گیئر بدل کر ایکسیلیٹر دبا دیا اور پھر وہ تیزی سے کار کو دوڑاتا ہوا واپس پھاٹک کی طرف بھاگنے لگا۔ اس کی کار پر گولیاں برسنے لگیں لیکن کار اسی طرح بھاگتی رہی اور چند لمحوں بعد وہ پھاٹک کراس کرتا ہوا سیدھا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ایک لمحے کے لئے بھی رکا تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑے گی اور پھر چند ہی لمحوں بعد وہ آندھی اور طوفان کی طرح کار دوڑاتا ہوا ماشوگا قصبے تک پہنچ گیا۔ ماشوگا پہنچنے کے بعد اس کی بے چینی میں قدرے کمی ہوئی۔ اس نے تیزی سے کار کو ایک سائیڈ میں روکا اور پھر ڈیش بورڈ کے نیچے لگی ہوئی ایک پلیٹ کو کونے سے پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا تو پلیٹ کسی ڈھکن کی طرح کھلتی چلی گئی۔ اندر مختلف رنگوں کے بہت سے بٹن نظر آنے لگے۔ اس نے پھرتی سے ایک ناب کو گھمایا اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔

”یس پوائنٹ ازمیر راؤنڈ ہیڈ“ —— دوسرے لمحے ڈیش بورڈ سے ایک کرخت سی آواز ابھری۔

”آغا جمشید سپیکنگ“ —— آغا جمشید نے چیختے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

”اوہ باس۔ یس باس یس سر“ —— دوسری طرف سے بولنے والا شاید آغا جمشید کی آواز سنتے ہی بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

”اس وقت تمہارے پوائنٹ پر کتنی نفری ہے۔ جلدی بتاؤ“ —— آغا جمشید نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

”دس راؤنڈ ہیڈ ہیں سر“ —— جواب ملا۔

”کاریں کتنی ہیں“ —— آغا جمشید نے سوال کیا۔

”تین کاریں ہیں جناب“ —— جواب دیا گیا۔

”سنو سب نفری اور کاروں کو لے کر ماشوگا ہائی وے کراسنگ پر پہنچ جاؤ۔ تمہیں ہر طرح سے مسلح ہونا چاہیئے۔ تم نے وہاں چھپ کر انتظار کرنا ہے۔ ایک سیاہ رنگ کی کار نیا ماڈل جیسے ہی وہاں پہنچے اسے تم نے ہر صورت میں تباہ کر دینا ہے۔ اس میں ہمارے دشمن ہیں۔ ہر قیمت پر تباہ کرنا ہے“ —— آغا جمشید نے کہا۔

”کب پہنچے گی یہ کار باس“ —— دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”یہ کار ماشوگا پوائنٹ کے باہر موجود ہے۔ تم نے آدھے گھنٹے تک انتظار کرنا ہے۔ اگر اس دوران وہاں نہ پہنچے تو پھر تم نے ماشوگا پوائنٹ پر جا کر حملہ کر دینا ہے۔ جو بھی وہاں نظر آئے اسے ہلاک کر دو۔ تمہیں ازمیر ہائی وے کراسنگ تک پہنچنے میں کتنی دیر لگ جائے گی“ —— آغا جمشید نے پوچھا۔

”زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ سر“ —— دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”او کے۔ پہنچ جاؤ۔ اور تباہی میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے“ آغا جمشید نے کہا اور بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ وہ واپس ماشوگا پوائنٹ پر جائے اور معلوم کرے کہ وہاں کتنے لوگ موجود ہیں۔ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ وہ خود سامنے نہ آنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے احساس ہو گیا تھا کہ دشمن ان کی توقع سے کہیں زیادہ خطرناک ہیں اور ہو سکتا ہے کہ

وہ کسی چکر میں پھنس جائے۔ اس لئے اس نے ایسی جگہ پر رکنے کا فیصلہ کیا جہاں سے پوائنٹ نمبر بیس کی کاروں کو چیک کر سکے۔ یہ سوچتے ہوئے وہ کار کو آگے بڑھا کر لے گیا اور پھر ماشوگا بائی وے کراسنگ سے ذرا پہلے اس نے کار ایک گلی میں بیک کر کے داخل کی اور گلی کے سرے پر ہی رک گیا۔ اب یہاں سے وہ آسانی سے سب کچھ دیکھ سکتا تھا اور خود بھی کسی اچانک حملے سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ وہ نجانے کیوں اپنے آپ کو نفسیاتی طور پر اس گروپ سے قدرے خوفزدہ سا محسوس کر رہا تھا۔ شاید اس کی وجہ اچانک اور پے در پے حملے تھے۔ ویسے اب وہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے خواہ مخواہ قیدیوں کو موشوگا پوائنٹ بھیجنے کا کہہ دیا۔ وہیں ان کا خاتمہ کر دیا جاتا تو یہ صورت حال سامنے نہ آتی۔ بہرحال اب اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ انہیں ایک لمحے کا بھی موقع نہ دے گا اور پھر اس نے راونڈ ہیڈز کی گاڑیاں بائی وے کراسنگ پر پہنچتی دیکھ لیں اور اس کے چہرے پر اطمینان کی لہر سی دوڑ گئی۔ دو کاریں ایک طرف اور ایک کار مخالف سمت کی عمارتوں کی آڑ میں لگ گئی۔ اور چند لمحوں بعد اس کی نظریں جیسے ہی بائیں طرف قصبے کی طرف سے آنے والی سڑک پر پڑیں۔ وہ چونک پڑا۔ اس نے وہی سیاہ کار کو بائی وے کراسنگ کی طرف بڑھتے دیکھ لیا تھا۔ یہ وہی کار تھی جو پوائنٹ کے باہر خالی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پھرتی سے دوبارہ بٹن دبا دیا۔

"ہیلو آغا جمشید سپیکنگ ۔۔۔ سیاہ کار آرہی ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ یہ بچ کر نہ جائے۔ تباہ کر دو ۔۔۔" آغا جمشید نے چیختے ہوئے کہا۔

"ہم نے چیک کر لیا ہے باس۔ اب یہ بچ کر نہ جائے گی ۔۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور آغا جمشید نے بٹن بند کر دیا۔ اسی لمحے سیاہ کار تیزی سے اس کے سامنے سے گزرتی چلی گئی اور پھر جیسے ہی سیاہ کار کراسنگ کے قریب پہنچی، راونڈ ہیڈز کی کاریں بجلی کی تیزی سے دونوں اطراف سے نکلیں اور آغا جمشید کے چہرے پر گہری مسکراہٹ چھا گئی کیونکہ انہوں نے انتہائی شاندار طریقہ اختیار کیا تھا کہ دونوں اطراف سے ٹکر مار کر کار کو پچکا دیا جائے۔ مگر دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ کیونکہ سیاہ کار بجلی کی تیزی سے گھوم گئی اور اس پر چڑھ دوڑنے والی دونوں کاریں ایک خوفناک دھماکے سے ایک دوسرے سے ٹکرا گئیں۔ جبکہ تیسری کار تیزی سے گھومی اور سیاہ کار کی طرف لپکی مگر اسی لمحے سیاہ کار ایک بار پھر تیزی سے گھومی اور حیرت انگیز طور پر دو پہیوں کے بل پر گھومتی ہوئی اتنی تیزی سے مڑی کہ اس پر لپکنے والی راونڈ ہیڈ کی تیسری کار سنبھل نہ سکی اور سامنے موجود ایک عمارت کی دیوار سے پوری قوت سے ٹکرا گئی۔ اسی لمحے سیاہ کار دونوں تباہ شدہ کاروں کے قریب سے نکلتی ہوئی آندھی اور طوفان کی طرح بائی وے پر چڑھ گئی۔ اسی لمحے سیاہ کار سے تڑتڑاہٹ کی تیز آواز گونجی اور پھر ایک عمارت کی سائیڈ میں ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی تینوں کاروں کی پٹرول ٹنکیاں بھی خوفناک دھماکوں سے پھٹیں اور آغا جمشید نے اتنے زور سے ہونٹ کاٹے کہ اسے اپنے لبوں پر خون بہتا ہوا محسوس ہونے

لگا۔ سیاہ کار نہ صرف صاف طور پر بچ کر نکل گئی تھی بلکہ تین کاریں بھی تباہ ہو گئی تھیں اور ظاہر ہے ازمیر پوائنٹ کے راؤنڈ ہیڈز بھی ساتھ ہی ختم ہو گئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں وحشت سی چھا گئی اور دوسرے لمحے اس نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھائی اور پھر اسے انتہائی تیز رفتاری سے اڑاتا ہوا وہ ان تباہ شدہ کاروں کے قریب سے گزر کر ہائی وے پر پہنچا اور پھر اس نے کار کو اس طرف دوڑا دیا جدھر سیاہ رنگ کی کار گئی تھی۔ اب اس کے ذہن میں موجود طرف کا کہیں دور دور تک پتہ نہ تھا۔ اور اب اسے اپنے آپ پر جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی کہ اس نے خود کیوں اس حملے میں حصہ نہ لیا۔ حالانکہ اس کی اپنی کار میں ایسا سسٹم موجود تھا جس سے وہ سیاہ کار پر تباہ کن بم پھینک سکتا تھا۔ لیکن نجانے کیا بات تھی کہ ہائی وے کراسنگ پر حملہ کرنے سے پہلے اس کے اعصاب پر عجیب سا خوف طاری ہو گیا تھا۔ اس نے تیزی سے ڈیش بورڈ کے نیچے لگا ہوا ایک ہک کھینچا اور پھر اس پلیٹ کو ہٹا کر ایک بٹن دبا دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ راؤنڈ ہیڈز ہیڈ کوارٹر الرٹ۔ آقا جمشید کالنگ۔ اوور"

آقا جمشید نے کرخت لہجے میں بار بار فقرہ دہرانا شروع کر دیا۔ البتہ اس کی آنکھیں سڑک پر جمی ہوئی تھیں لیکن وہاں دور نزدیک کہیں بھی سیاہ رنگ کی کار نظر نہ آ رہی تھی۔

"یس۔ ہیڈ کوارٹر اٹنڈنگ۔ اوور" ۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"انقرہ شہر میں موجود ہر راؤنڈ ہیڈ کو الرٹ کر دو۔ فائٹ گروپ ایک سیاہ کار میں سوار ہو کر انقرہ کی طرف آ رہا ہے۔ وہ ماشوکا پوائنٹ سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی اڑا دو۔ اوور" آقا جمشید نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن سر وہ تو بے ہوش تھے۔ اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔

"ہاں۔ لیکن وہ فرار ہو گئے ہیں۔ سیاہ رنگ کی کار کو چیک کرو۔ جو غیر ملکی اس کار میں نظر آئے اسے اڑا دو اور پولیس کمشنر کو کہہ کر پولیس چیکنگ بھی کراؤ یا روکو سیاہ کار۔ اوور" ۔۔۔ آقا جمشید نے چیختے ہوئے کہا۔

"او۔ کے میں ابھی انتظامات کرتا ہوں سر۔ اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور آقا جمشید نے بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سپیڈ بڑھا دی۔ لیکن وہ حیران تھا کہ سیاہ رنگ کی کار آخر کہاں غائب ہو گئی۔ وہ تو اس کراسنگ سے کافی دور آ چکا تھا اور پھر اچانک اسے خیال آیا تو اس نے کار کی رفتار آہستہ کی اور اسے ٹرن کرتا ہوا واپس کراسنگ کی طرف لے گیا۔ اسے اچانک خیال آیا تھا کہ کہیں سیاہ کار راستے میں ہی کہیں نہ مڑ گئی ہو۔ کیونکہ اس کی تیز رفتار کار کو اسے لازماً پکڑ لینا چاہئے تھا لیکن سیاہ کار غائب تھی۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ وہ کسی بائی روڈ پر مڑ گئی ہوگی اور اسے خیال آیا تھا کہ اتنے فاصلے کے درمیان ایک ہی بائی روڈ آتی تھی اور

پھر جیسے ہی کار اس بائی روڈ پر پہنچی اس نے کار ادھر موڑ دی تھوڑی دور آنے کے بعد اچانک اُسے ایک چمک سی محسوس ہوئی یہ چمک ٹیفیکی تھی جو درختوں کے جھنڈ سے نظر آ رہی تھی اور آغا جمشید نے چونک کر کار کو بریک لگا دیئے۔ کار سے نیچے اتر کر وہ جیسے ہی جھنڈ کی طرف بڑھا اسے جھنڈ کے اندر کھڑی ہوئی سیاہ رنگ کی کار نظر آ رہی تھی۔ یہ وہی سیاہ رنگ کی کار تھی جس کا تعاقب وہ کر رہا تھا۔ کار خالی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اس کی تلاشی لینی شروع کر دی لیکن وہاں کوئی چیز اُسے ایسی نظر نہ آئی جس سے وہ کوئی اندازہ لگا سکتا۔ کار پر نمبر پلیٹ بھی موجود نہ تھی۔ اس نے بڑے جھنجھلاہٹ آمیز انداز میں دروازہ بند کیا اور اپنی کار کی طرف بڑھنے لگا کہ اچانک اُسے ایک خیال آیا اور وہ چونک کر مڑا اور پھر تیزی سے دوبارہ کار کی طرف دوڑ آیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گیا۔ سٹیرنگ سائیڈ والے دروازے کے ہینڈل کے نیچے قاچار بار کا سٹکر اب واضح طور پر نظر آ رہا تھا چونکہ اس کے الفاظ مٹے مٹے سے تھے اس لئے سرسری انداز میں وہ پڑھا نہ جا سکتا تھا۔ لیکن غور سے دیکھنے پر قاچار بار کے الفاظ صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ اور آغا جمشید نے پہلے اُسے نظر انداز کر دیا تھا لیکن واپس جاتے ہوئے اچانک اس کے ذہن میں وہ چیز کھٹکی تھی اور اب اس کے چہرے پر درشتی کے آثار واضح ہو گئے تھے۔ اس سٹکر کا صاف مطلب یہی تھا کہ اس کار کا تعلق قاچار بار سے ہے اور قاچار کے متعلق وہ جانتا

تھا کہ وہ پاکیشیا کافی عرصے رہ کر آیا تھا اور اس کا تعلق بھی زیر زمین دنیا سے تھا۔ وہ تیزی سے اپنی کار کی طرف لپکا اور پھر اس نے کار کو موڑ کر اس کا رخ ہائی وے کی طرف کر دیا۔ ہائی وے پر آنے کے بعد اب وہ آندھی اور طوفان کی طرح انقرہ کی طرف اڑا چلا آ رہا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ قاچار بار کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ اور اس کے مالک قاچار کی ایک ایک بوٹی علیحدہ علیحدہ کر دے گا۔ اچانک اسے ایک خیال آیا۔ اس نے تیزی سے ایک بار پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو۔ آغا جمشید کالنگ۔ ہیڈ کوارٹر اوور۔" آغا جمشید نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس سر ہیڈ کوارٹر اٹینڈنگ اوور۔" چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے اوور۔" آغا جمشید نے پوچھا لیکن ساتھ ہی اس کے لبوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ بھی ابھر آئی تھی کیونکہ رپورٹ تو اُسے معلوم ہی تھی کہ کیا ملنے والی ہے۔ اس کے منہ سے بھی یہ فقرہ بس روانی میں ہی نکل گیا تھا۔

"سر پولیس اور راونڈ ہیلڈز سارے شہر میں پھیل چکے ہیں۔ سیاہ رنگ کی کاریں چیک کی جا رہی ہیں لیکن اب تک کوئی مشکوک کار نظر نہیں آئی۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اب چیکنگ ختم کر دو۔ کار میں نے ڈھونڈ لی ہے۔ وہ ازمیر ہائی وے کراسنگ کے بعد پہلی بائی روڈ پر ایک درختوں کے جھنڈ کے اندر موجود ہے اور خالی ہے اوور۔" آغا جمشید نے کہا۔

"اوہ سر ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ دشمن کسی اور سواری پر انقرہ میں داخل ہوئے ہوں گے۔ اوور ۔۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ظاہر ہے۔ بہرحال میں نے ایک کلیو ڈھونڈ لیا ہے۔ اس کار کا تعلق قاچار بار سے ہے۔ تم ایسا کرو کہ میرے پہنچنے تک قاچار کے مالک کو اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جولیا فائٹ گروپ سے ملا ہوا ہے اور اسی کی امداد کی وجہ سے یہ لوگ واردات کر رہے ہیں۔ اوور ۔۔۔" آغا جمشید نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے باس۔ ایسا ہی ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قاچار انقرہ پر قبضہ کرنے کے لئے یہ گروپ باہر سے بلوا کر لایا ہو۔ اوور ۔۔۔" جواب دیا گیا۔

"پتہ لگ جائے گا۔ اور سنو قاچار بار کی مکمل نگرانی کراؤ۔ ہو سکتا ہے فائٹ گروپ والے وہاں چھپے ہوئے ہوں۔ اوور ۔۔۔" آغا جمشید نے دوسری ہدایت دی۔

"بہتر سر۔ اوور ۔۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور آغا جمشید نے اوور کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"عدنان بول رہا ہوں ۔۔۔" دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"جولیا فائٹ گروپ کا سلام قبول کرو عدنان بیگ ۔۔۔" عمران نے بڑے خوشگوار لہجے میں کہا۔ اس نے خود ہی انکوائری سے عدنان بیگ کا فون نمبر معلوم کر کے اسے فون کیا تھا۔

"اوہ تم۔ تم کون ہو ۔۔۔" عدنان بیگ نے چونک کر پوچھا۔

"بتایا تو ہے۔ اب اگر کہو تو لکھ کر بھجوا دوں ۔۔۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی تمہارا تعلق جولیا فائٹ گروپ سے ہے ۔۔۔" عدنان بیگ کا لہجہ کرخت ہو گیا تھا۔

"ابھی نکاح تو نہیں ہوا البتہ منگنی ہو چکی ہے۔ اگر تم نکاح پڑھانے پر رضامند ہو جاؤ تو آگے بھی سوچا جا سکتا ہے ۔۔۔" عمران نے لہجے کو سنجیدہ بناتے ہوئے کہا۔

• دیکھو تم کہاں ہو۔ اپنے آپ سے باز آ جاؤ اور آئندہ سے اپنی
حماقت بچا کر نکل جاؤ ورنہ یاد رکھو، راؤنڈ ہیڈز کے مقابلے میں تم
ٹک نہیں سکو گے ——— صدان بیگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔
• ارے ارے یہ کیا ہو گیا۔ تم تو مجھ سے ہی [illegible] لگ گئے ہو۔ راؤنڈ ہیڈز
کیا ہے۔ کیا کوئی جنوں کی بین الاقوامی تنظیم ہے۔ ویسے میرے پاس
ایک ایسے تعویذ کا نسخہ ہے جس سے [illegible]
اور گھنگھریالے بال اگ آتے ہیں۔ نسخہ تو میں مفت بتا دیتا ہوں [illegible]
[illegible] اور یقین جب [illegible] ہیڈ [illegible]
شکریہ کر دینا آزما کر دیکھ لو ——— عمران نے کہا۔
• شٹ اپ۔ تم [illegible] تم نہیں
جانتے کہ راؤنڈ ہیڈز کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں ——— صدان بیگ
نے کہا۔
• چلو تم بتا دو۔ ویسے لمبے ہاتھ تو بن مانسوں کے ہوتے ہیں اور ابھی
تک کے افریقہ میں کوئی ایسا جنگل نظر نہیں آیا جہاں اللہ تعالیٰ کی
یہ مخلوق پائی جاتی ہے ——— عمران نے جواب دیا۔
• [illegible]
[illegible] ——— دوسری طرف
سے صدان بیگ نے کہا۔
• اچھا ٹھیک ہے چلو میں آج تم کو معافی مانگنے تیار ہوں ———
عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر
تیزی سے کمرے سے باہر نکل کر [illegible] ایک سٹال پر

کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک اخبار خریدا اور اس کے سرسری مطالعے میں
مصروف ہو گیا لیکن اس کی نظریں سامنے موجود ٹیلیفون بوتھ کے دروازے
پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ صدان بیگ نے فوراً اس جگہ
کا پتہ چلایا ہو گا جہاں سے اسے فون کیا جا رہا تھا اور تھوڑی ہی دیر
بعد وہ اس فون بوتھ پر ٹوٹ پڑیں گے لیکن جب کافی دیر گزر گئی
اور فون بوتھ کی طرف کوئی راؤنڈ ہیڈ [illegible]
[illegible] سے مایوس ہو گیا۔ اس نے صدان بیگ کو کال [illegible]
[illegible]
[illegible]

اسی پس منظر کے تحت ہر کتاب میں موجود ہوتے ہیں۔ لیکن میری ہر کتاب میں مجرم کردار، ان کا پس منظر اور ان کی صلاحیتیں نئی ہوتی ہیں اس لئے ایک مصنف کی اصل تخلیقی صلاحیتوں کا علم مجرم کرداروں سے ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہر ناول میں نئے مجرم کردار لانا زیادہ پسند کرتا ہوں تاکہ میرے قارئین نئی نئی سچوئیشنز سے محظوظ ہو سکیں۔ آپ تو ابن صفی مرحوم کے مجرم کرداروں کی بات کرتے ہیں میں نے اپنے تخلیق کردہ مجرم کردار کبھی دوبارہ کسی کتاب میں شامل نہیں کئے۔ اگر ایک ادیب ایک کردار تخلیق کرتا ہے اور وہ پسند کیا جاتا ہے تو وہ اس سے اور اچھا کردار بھی تخلیق کر سکتا ہے۔ میری ہر کتاب پلاٹ، مجرم کردار اور سچوئیشنز کے لحاظ سے پہلے سے منفرد ہوتی ہے اور آپ کو ہر نئی کتاب پہلی کتاب سے زیادہ پسند آتی ہے۔ اگر میں وہی گھسے پٹے کردار بار بار پیش کرنا شروع کر دوں تو پھر انفرادیت اور تنوع غائب ہو جائے گا اور ساتھ ہی آپ کی دلچسپی بھی۔ اس لئے میں اپنے ان قارئین سے دلی طور پر معذرت خواہ ہوں جو مجھ سے ابن صفی صاحب کے تخلیق کردہ مجرم کرداروں پر کہانیاں لکھنے کی فرمائش کرتے رہتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ بات ان کی سمجھ میں آگئی ہوگی اور آئندہ وہ اصرار نہ کریں گے۔ شکریہ۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

جیشیکا بار کے جوئے خانے سے ملحقہ ایک بڑے کمرے میں پانچ لاؤڈ ہیڈز مشین گنیں اٹھائے دیواروں کے ساتھ لگے کھڑے تھے۔ درمیانی بڑی میز پر ایک بھاری سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ جس کے سامنے آغا جمشید، عدنان بیگ اور طاہر بیگ موجود تھے۔ مشین کو ایک پتلا دبلا سا آدمی آپریٹ کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے سفید رنگ کا ایپرن پہن رکھا تھا۔ سامنے دیوار پر ایک بڑی سی سکرین روشن تھی۔ اور اس سکرین پر ایک فون بوتھ صاف نظر آ رہا تھا۔ فون بوتھ خالی نظر آ رہا تھا۔

"یہ ہے وہ فون بوتھ جہاں سے جناب عدنان بیگ کو فون کیا گیا ہے"۔۔۔ آپریٹر نے سر اٹھا کر پولیس کمشنر طاہر بیگ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر یہ تو خالی ہے"۔۔۔ طاہر بیگ نے دانت پیستے

ہوئے جواب دیا۔

"اگر عدنان صاحب فون کے دوران مجھے اطلاع کر دیتے تو پھر فون کرنے والے کو پکڑا جا سکتا تھا"۔۔۔۔ آپریٹر نے معذرتانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں اس وقت اکیلا تھا"۔۔۔۔ عدنان بیگ نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی عدنان بیگ کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک قریبی بس سٹال پر کھڑا ہوا ایک نوجوان اخبار تہہ کرتا ہوا فون بوتھ کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ اور پھر اندر داخل ہوتے ہی اس نے سکے ڈال کر نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"گارڈن ٹاؤن"۔۔۔۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز اس کمرے میں گونج اٹھی۔

"عمران بول رہا ہوں۔ جولیا کہاں ہے"۔۔۔۔ اس نوجوان نے کہا اور جولیا کے نام کے ساتھ ساتھ اس نوجوان کی آواز سنتے ہی عدنان بیگ اچھل پڑا۔

"یہی ہے۔ یہی ہے۔ جس نے مجھے فون کیا تھا اور جولیا کا نام بھی اسی نے لیا تھا"۔۔۔۔ عدنان بیگ نے چیختے ہوئے کہا۔

"جاؤ اس بوتھ کو اڑا دو۔ زندہ بچ کر نہ جائے"۔۔۔۔ آقا جمشید نے عدنان بیگ کی بات سنتے ہی چیخ کر راونڈ ہیڈز سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھہرو۔ ایسے نہیں۔ تم اپنے آدمی بھیج دو۔ ممکن ہو سکتا ہے اس سے ہمیں کوئی مفید باتیں معلوم ہو سکیں۔ اسے فون کال مکمل ہونے دو"۔۔۔۔ طاہر بیگ نے فوراً ہی آقا جمشید سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اپنے آدمی فون بوتھ کی نگرانی کے لئے بھیج دو۔ جیسے ہی کال مکمل ہو۔ وہ اس نوجوان کو پکڑ کر یہاں لے آئیں۔ ہو سکتا ہے ہمیں جولیا نائٹ گروپ کے متعلق مکمل معلومات مل جائیں"۔۔۔۔ عدنان نے تیز لہجے میں راونڈ ہیڈز سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر راونڈ ہیڈز سر ہلاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

"جس نمبر پر اس نے فون کیا ہے۔ ان نمبروں کا پتہ چل سکتا ہے"۔۔۔۔ طاہر بیگ نے کہا۔

"نہیں جناب۔ اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ یہی نوجوان جولیا نائٹ گروپ سے ہے تو ہم اس وقت چیک کر لیتے جب یہ نمبر گھما رہا تھا"۔۔۔۔ آپریٹر نے جواب دیا۔

"میں نے چیک کیا ہے۔ اس نے تھرٹی ون تھرٹی زیرو فور زیرو پر رنگ کیا ہے"۔۔۔۔ عدنان بیگ نے جواب دیا۔

"اوہ پھر تو ٹھیک ہے"۔۔۔۔ طاہر بیگ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر وہ سب فون پر ہونے والی گفتگو سننے میں منہمک ہو گئے۔

جیسے جیسے بات آگے بڑھ رہی تھی۔ عدنان بیگ اور آقا جمشید کے چہرے بگڑتے جا رہے تھے۔

"اوہ انتہائی خوفناک منصوبہ ہے یہ تو۔ شکر ہے طاہر بیگ کی وجہ سے ہم اس مشین کو حاصل کر سکے ہیں ورنہ تو ہمیں تباہ کر دیا جاتا" ۔۔۔ عدنان بیگ نے کہا۔

"یہ عمران اس جولیا گروپ سے علیحدہ ہے۔ اس لئے جولیا اس کی بات نہیں مان رہی" ۔۔۔ آغا جمشید نے کہا۔

"ہاں علیحدہ تو ہے۔ لیکن یہ اس کا ساتھی اور میرا خیال ہے موشو کا پوائنٹ سے اس گروپ کو چھڑانے والا یہی ہے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے جواب دیا۔ اسی لمحے عمران نے فون رکھ دیا اور پھر جیسے ہی فون بوتھ سے باہر نکلا راڈز ہیڈز نے اسے چھاپ لیا۔

"گڈ" ۔۔۔ طاہر بیگ نے سکرین دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے قریب پڑے ہوئے ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھا کر پھرتی سے انکوائری کے نمبر ڈائل کئے۔

"کیا نمبر بتائے تھے تم نے تھری زیرو" ۔۔۔ طاہر بیگ نے مڑ کر عدنان سے پوچھا۔

"تھری ون تھری زیرو فور زیرو" ۔۔۔ عدنان نے جواب دیا۔

"ہیلو انکوائری۔ پولیس کمشنر طاہر بیگ سپیکنگ۔ نمبر نوٹ کرو۔ تھری ون تھری زیرو فور زیرو۔ نوٹ کر لیا۔ اب جس جگہ یہ فون ہے اس کا ایڈریس بتاؤ جلدی" ۔۔۔ طاہر بیگ نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ ایک منٹ ہولڈ آن فرمائیے" ۔۔۔ دوسری طرف سے آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اور طاہر بیگ خاموش ہو گیا۔

"نوٹ فرمائیے۔ یہ نمبر گارڈن ٹاؤن کی کوٹھی نمبر چوبیس کا ہے۔ ... کے نام پر لگا ہوا ہے" ۔۔۔ آپریٹر نے کہا۔

"ٹھیک ہے اور اب اسے بھول جاؤ" ۔۔۔ طاہر بیگ نے ... رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"... کال میں تو گارڈن ٹاؤن کا نام آیا تھا۔ اس کا مطلب ہے ... درست ہے" ۔۔۔ طاہر بیگ نے مڑ کر عدنان سے مخاطب ...

"... بچ کر نہیں جا سکتے۔ میں اس پوری کوٹھی کو اڑا دوں گا۔" ... بیگ نے دانت پیستے ہوئے کہا اور طاہر بیگ نے اثبات میں ... دیا۔

"... عدنان۔ اعلیٰ حکام شہر میں ہونے والے واقعات پر سخت ... ہیں اور اگر تم نے کوٹھی اڑا دی تو ہنگامہ اور بڑھ جائے گا۔ راڈز ... ہونے والے پے در پے حملوں نے مخالفوں کو بولنے کا موقع ... ہے اور اخبارات بھی اب کھل کر راڈز ہیڈز کے خلاف بول رہے ... لئے تم ایسا اقدام نہ کرو بلکہ اس کی بجائے ایسا کرو کہ ان ... کو خاموشی سے قتل کرا دو" ۔۔۔ طاہر بیگ نے اسے سمجھاتے ... کہا۔

"پہلے بھی تمہارے کہنے کی وجہ سے ہم انہیں بے ہوش کر کے ... پوائنٹ پر لے گئے تھے۔ لیکن وہاں سے انہیں چھڑا لیا گیا۔ اب ... اگر انہیں موقع مل گیا تو ہو سکتا ہے یہ ایک بار پھر ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں" ۔۔۔ عدنان نے اکھڑے لہجے میں کہا۔

نہیں اب یہ نہیں نکل سکتے۔ اچھا ایسا ہے کہ تم سامنے نہ آؤ۔ میں پولیس کے ذریعے انہیں اغوا کر کے کسی خفیہ پوائنٹ پر پہنچا دیتا ہوں۔ اس کے بعد تم جس طرح چاہو انہیں قتل کرا دینا مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بس میں مزید ہنگامہ نہیں چاہتا ــــ طاہر بیگ نے کہا۔

لیکن جب ان پر ہاتھ ڈالا جائے گا تو ہنگامہ ضرور ہوگا ــــ عدنان بیگ نے کہا۔

تم فکر نہ کرو۔ میرے پاس ایسے دستے ہیں جو بے ہوش کر دینے والی گیس سے مسلح ہیں۔ ہم پوری پولیس فورس اس کوٹھی پر بھیج دیتا ہوں۔ اس کے بعد ان کے بچ نکلنے کا ایک فیصد بھی امکان نہیں رہے گا ــــ طاہر بیگ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

چلو ایسے ہی سہی۔ میں تم سے بگاڑنا نہیں چاہتا اور پھر تمہاری وجہ سے یہ لوگ پکڑے جا سکتے ہیں۔ لیکن اب یہ بچ کر نہ جائیں۔ تم انہیں ہمارے ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔ پھر ہم ان سے اچھی طرح نپٹ لیں گے ــــ عدنان بیگ نے کہا۔

ٹھیک ہے پہنچ جائیں گے۔ تم بے فکر رہو ــــ طاہر بیگ نے کہا۔ اور پھر تیزی سے ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا۔ وہ شاید اب اپنی فورس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ جبکہ عدنان کمرے سے باہر آ گیا۔ آغا جمشید اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے دفتر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ دفتر میں عمران ایک دیوار سے لگا کھڑا تھا جبکہ پانچ راؤنڈ ہیڈز اس کے سامنے مشین گنیں اٹھائے مستعد کھڑے تھے۔

یس۔ جناب۔ آپ انہیں سمجھائیں میں ایک شریف آدمی ہوں ــــ عمران نے گھگھیائے ہوئے انداز میں عدنان بیگ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے چہرے سے بے پناہ خوف جھلک رہا تھا اور پورا جسم ... رہا تھا جیسے اسے جاڑے کا بخار ہو گیا ہو۔

مسٹر عمران۔ یہ اداکاری نہیں چلے گی۔ ہم نے تمہاری پوری گفتگو سن لی ہے۔ میں نے تمہیں پہلے نہیں کہا تھا کہ ہم سے معافی مانگ کر اپنی جان بچا لو۔ لیکن تم اکڑ رہے ہو ــــ عدنان بیگ نے ... جواب دیتے ہوئے کہا۔

یس جناب۔ آپ کو ضرور غلط فہمی ہو رہی ہے۔ مجھ جیسے بزدل آدمی کا ... سے کیا تعلق ہو سکتا ہے ــــ عمران نے جواب دیا۔

جمشید اسے لے کر ہیڈ کوارٹر پہنچو۔ جو باقی گروپ بھی وہاں پہنچ رہا ہے۔ طاہر بیگ انہیں لے کر وہاں آ جائے گا۔ وہیں چل کر ان کی اجتماعی قبر بنائی جائے گی ــــ عدنان بیگ نے آغا جمشید سے مخاطب ہو کر کہا جو بڑی وحشت آمیز نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

کیا ضرورت ہے ان کو اکٹھا کرنے کی۔ ان سب کو گولیوں سے اڑا دیا جائے تو وہ بہتر نہیں ہے ــــ آغا جمشید نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔

طاہر بیگ ہنگامہ نہیں چاہتا۔ اعلیٰ حکام میں بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ ان سب کو خفیہ قتل کر کے دفن کرنا پڑے گا ــــ عدنان نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں تحکم تھا۔

ٹھیک ہے ــــ آغا جمشید نے کہا اور پھر وہ راؤنڈ ہیڈز سے مخاطب ہو گیا۔

دستوں کے ہاتھ ہتھکڑیوں سے جکڑ کر اسے ڈنگی میں ڈالو اور ہیڈ کوارٹر لے چلو ۔۔۔۔ آغا جمشید نے حکم دیا اور دو نقاب پوش عقابوں کی طرح عمران پر ٹوٹ پڑے۔ چند لمحوں بعد عمران کے ہاتھ ہتھکڑی میں جکڑ دیئے گئے۔ اور ایک راڈ نقاب پوش اُسے دھکیلتا ہوا ڈنگی کی طرف لے چلا۔ عمران نے کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا۔ وہ جان بوجھ کر خاموش تھا کیونکہ اگر جولیا اور اس کا گروپ پکڑا جاتا ہے تو پھر اُٹھے ہی بھو معافی کی جائے ویسے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا کہ اس نے راڈ نقاب پوش کی جوابی کارروائی کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ اگر اُسے ذرا سا بھی احساس ہو جاتا کہ فون بوتھ کو کسی طرح چیک کیا جا رہا ہے تو وہ کم از کم دوسری کال کرنے کی غلطی نہ کرتا۔ لیکن بہر حال اُسے اطمینان تھا کہ وہ ہر قسم کے حالات سے آسانی سے نمٹ لے گا۔ اس لیے وہ خاموش تھا۔

جولیا نے بڑے غصیلے انداز میں رسیور رکھا۔ اس کے چہرے پر شدید جھنجلاہٹ کے آثار نمایاں تھے۔

" کیا بات ہے مس جولیا کیا عمران نے کوئی خاص بات کر دی ہے۔"
تنویر نے اس کا موڈ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

" وہ نامکمل باتیں کر رہا ہے۔ مولہ مخواہ پھنسنے والی۔ کہہ رہا تھا کہ پروگرام بدل گیا ہے۔ عثمان اور آغا جمشید کو اغوا کر کے یہاں لایا جائے۔ پھر یہاں سے ان کے میک اپ میں اپنے آدمی بھیجے جائیں جو سارے راڈ نقاب پوشوں کو کہیں اکٹھا کریں اور پھر ان سب کا اکٹھا خاتمہ کر دیا جائے۔"
جولیا نے جھنجلائے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" پروگرام تو اچھا ہے ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

" خاک اچھا ہے۔ جنگیکا بار سے ان دونوں کا اغوا ناممکن ہے۔ خیالی پروگرام ہے احمقانہ اور مسٹر جوزف اور جانا تھمیں یہ ان ملا

رہا ہے۔ وہ جنگلا بار کے سامنے فون بوتھ کے قریب ہے تم جاؤ ـــــ جولیا نے بات کرتے کرتے ایک طرف بیٹھے جوزف اور جوانا سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ دونوں خاموشی سے اٹھے اور تیز تیز قدم اٹھاتے اس ہال کمرے سے باہر نکل گئے۔

• تو پھر اب تم نے کیا پروگرام بنایا ہے ـــــ تنویر نے سرد لہجے میں پوچھا۔

• میرا پروگرام یہ ہے کہ ہم سب میک اپ کر کے باہر نکلیں۔ ہمارا میک اپ مقامی ہونا چاہیے تاکہ ہم ان لوگوں سے علیحدہ نظر آئیں اور پورے شہر میں پھیلے ہوئے راونڈ ہیڈز کے پوائنٹس کا کھوج نکالیں اور پھر ڈائریکٹ ایکشن کر کے ایک ایک پوائنٹ کو تباہ کر دیں۔ اس طرح ہم محفوظ بھی رہیں گے اور راونڈ ہیڈز کی طاقت بھی تیزی سے ختم ہوتی چلی جائے گی ـــــ جولیا نے جواب دیا۔

• لیکن اس طرح تو خاصا وقت لگ جائے گا ـــــ صفدر نے کہا۔

• تو کیا ہوا ہم پر مخصوص وقت کی قید تو نہیں ہے جب مکمل طور پر راونڈ ہیڈز ختم ہو جائیں گے تو ہمارا مشن مکمل ہو جائے گا ـــــ جولیا نے جواب دیا۔

• ویسے میری ایک تجویز ہے ـــــ اچانک چوہان نے کہا۔

• ہاں کہو ـــــ جولیا نے چونک کر کہا اور باقی ممبر بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

• آغا جمشید اور عدنان راونڈ ہیڈز کے سربراہ ہیں۔ اگر ہم پہلے ان دونوں کا خاتمہ کر دیں تو راونڈ ہیڈز تنظیم انتشار کا شکار ہو جائے گی اور پھر

آسانی سے شکار کیا جا سکے گا ـــــ چوہان نے کہا۔

• اگر ان دونوں کے ساتھ پولیس کمشنر طاہر بیگ کو بھی شامل کر لیا جائے تو میرا خیال ہے بات زیادہ اچھی ہو جائے گی ـــــ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

• یہ تجویز اچھی ہے۔ اس طرح واقعی راونڈ ہیڈز تنظیم انتشار کا شکار ہو جائے گی ـــــ صفدر نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

• پھر ایسا ہے کہ ہم اپنے آپ کو دو گروپوں میں تقسیم کر لیں۔ ایک گروپ کے فرائض پوائنٹس کی تلاش اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہو اور دوسرا گروپ ان تینوں افراد کے قتل کے لئے تیزی سے کام کرے۔ ان تینوں کے قتل تک ہمیں مکمل معلومات بھی مل جائیں گی اور تینوں کے قتل ہوتے ہی ہم تیزی سے ان کے پوائنٹس پر چھاپے مار کے ان کا فوری خاتمہ کر سکیں گے ـــــ جولیا نے کہا۔

• گو یہ تجویز اچھی ہے۔ میرا خیال ہے۔ عمران بھی اس تجویز کی تائید کرے گا ـــــ صفدر نے کہا۔

• اگر کرے گا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی مرضی اور ہاں اب ہمیں اپنی رہائش گاہ کی طرف لوٹ جانا چاہئے۔ یہ جگہ عمران کی ہے۔ یہاں رہ کر عمران کی مرضی پر چلنا ہو گا ـــــ جولیا نے کہا۔

• یہ بھی ٹھیک ہے ـــــ کیپٹن شکیل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

• لیکن عمران کو آنے دیں۔ اس کے علم میں ہونا چاہئے کہ ہم کہاں گئے ہیں ـــــ صفدر نے کہا۔

• ہم اسے فون کر دیں گے ـــــ جولیا نے جواب دیا۔ لیکن پھر

اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک ان سب کے قریب ہی ایک دھماکہ سا ہوا۔ آواز ایسی تھی کہ کوئی عمارت کے اندر گونجا ہو۔

"یہ کون ہے ــــ" وہ سب نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا اور پھر دوڑ کر تیزی سے باہر کی طرف لپکے۔ ہال سے باہر نکل کر وہ راہداری سے ہوتے ہوئے پورچ کی طرف بڑھے کیونکہ دھماکہ اسی طرف ہی سنائی دیا تھا اور پھر جیسے ہی پورچ میں پہنچے۔ اچانک بیک وقت بے شمار دھماکے ہوئے اور دستی بموں جیسے ڈبے ان کے آس پاس بارش کی طرح گرنے لگے۔ ان ڈبوں میں سے دھواں تیزی سے نکلنے لگا۔

"بھاگو۔ یہ بے ہوش کرنے والے بم ہیں ــــ" جولیا نے چیخ کر کہا۔ اور ان سب نے تیزی سے واپس راہداری کی طرف دوڑ لگائی۔ لیکن اسی لمحے جولیا لڑکھڑا کر فرش پر گر گئی۔ ایک بم عین اس کے قدموں میں پھٹا تھا اور وہ اس میں سے نکلنے والے دھوئیں کے اثر سے نہ بچ سکتی۔ جولیا کے گرتے ہی وہ سب تیزی سے مڑے اور پھر صفدر اور کیپٹن شکیل اسے اٹھانے کے لیے لپکے ہی تھے کہ بم راہداری کے اندر پھٹنے لگے۔ اور پھر وہ سب زود اثر دھوئیں کی زد سے نکلنے کی جدوجہد میں لڑکھڑا کر راہداری میں ہی گرتے چلے گئے۔ بم ابھی تک مسلسل پھٹ رہے تھے۔ اور اب ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیلا ہوا تھا۔ چند لمحوں بعد کوٹھی کی دیواروں سے پولیس کے سپاہی گیس ماسک پہنے اندر کود گئے۔ اور پھر انھوں نے پھاٹک کھول دیا اور اس کے بعد تو پچاس ساٹھ پولیس والے اندر داخل ہو گئے۔ ان سب نے چہروں پر گیس ماسک

پہنے ہوئے تھے۔ وہ بڑی تیزی سے کوٹھی کے اندر داخل ہو کر پھیلتے چلے گئے۔ انھوں نے جولیا اور اس کے ساتھیوں کو اٹھا کر باہر لان میں ڈال دیا۔ کوٹھی کے باہر ہی پولیس کی جیپیں اور کاریں موجود تھیں اور انھوں نے پوری کوٹھی کو گھیر رکھا تھا۔ دھواں اب آہستہ آہستہ غائب ہوتا چلا جا رہا تھا۔ پھر ایک سپاہی نے ہاتھ اٹھا کر مخصوص اشارہ کیا اور ایک پولیس وین کوٹھی کے اندر داخل ہوئی۔ وین پورچ میں آ کر رک گئی۔ سپاہیوں نے تیزی سے وین کا پچھلا دروازہ کھولا اور جولیا اور اس کے ساتھیوں کو اٹھا اٹھا کر تیزی سے اس کے اندر پہنچا دیا گیا۔ پانچ سٹین گنوں سے مسلح سپاہی بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ جونہی وین کا پچھلا دروازہ بند کیا گیا اور دوسرے لمحے وین تیزی سے مڑی اور سائرن بجاتی ہوئی کوٹھی ــــ کے پھاٹک سے باہر نکلتی چلی گئی۔

عمران کو دھکیل کر دفتر سے نکال کر جشیکا بار کے ہال میں لایا گیا۔ اس وقت ہال میں صرف چند افراد ہی نظر آ رہے تھے۔ جب سے جولیا گروپ نے جشیکا بار پر خوف ناک حملہ کیا تھا۔ جشیکا بار کی رونق اجڑ گئی تھی۔ اس سے پہلے جشیکا بار کو شہر کی محفوظ ترین عمارت سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس حملے کے بعد ہر شخص یہاں آنے سے خوف زدہ ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اب پورے شہر میں جولیا فائٹ گروپ کا چرچا تھا اور بظاہر ہر شخص اس گروپ کے خلاف بات کرتا تھا کیونکہ راؤنڈ ہیڈز اس نام سے ہی الرٹ ہو گئے تھے لیکن اندرونی طور پر ہر شخص خوش تھا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ جلد از جلد اس خوف ناک اور ظالم تنظیم سے نجات ہو سکے۔

عمران کو ہال سے گزار کر جشیکا بار کے دروازے سے باہر لایا گیا۔ دروازے کے ساتھ ہی ایک کار موجود تھی۔ جس کے گرد چار مسلح راؤنڈ

ہیڈز موجود تھے۔ عمران کو سیڑھیاں اتار کر اس کار میں بٹھا دیا گیا اور دوسرے لمحے کار آگے بڑھنے لگی۔ دو اور کاریں بھی اس کے ساتھ ہی چلیں اور پھر ایک کار عمران کی کار سے آگے اور ایک پیچھے ہو گئی۔ ان تینوں کاروں پر راؤنڈ ہیڈز تنظیم کا مخصوص نشان موجود تھا۔ اور ہر کار میں چار چار مسلح راؤنڈ ہیڈز موجود تھے اور پھر تینوں کاریں جیسے ہی کمال بازار کی طرف مڑیں۔ اچانک دونوں سائیڈوں سے آگے اور پیچھے والی کاروں پر بم گرے اور پھر خوف ناک دھماکوں کے ساتھ ہی دونوں کاریں سڑک پر ہی چٹختی چلی گئیں۔ درمیانی کار جس میں عمران موجود تھا نے تیزی سے ٹرن لے کر بائیں سائیڈ کی طرف بڑھنا چاہا مگر دوسرے لمحے اس پر مشین گن کی فائرنگ ہوئی اور اس کے ٹائر برسٹ ہوتے چلے گئے اور کار گھسٹتی ہوئی عین سڑک کے درمیان ہی رک گئی۔ کار کے رکتے ہی اس میں سوار چاروں راؤنڈ ہیڈز تیزی سے باہر نکلے۔ کار سے باہر نکلتے ہی دونوں اطراف سے ان پر گولیوں کی بارش ہوئی اور پھر چاروں ہی سڑک پر ڈھیر ہوتے چلے گئے۔ ان کے ڈھیر ہوتے ہی عمران بھی اچھل کر کار سے باہر نکلا۔

"یہاں اس طرف ۔۔۔" اچانک ایک عمارت کی آڑ سے جولیا کی آواز سنائی دی اور پھر عمران دوڑتا ہوا جولیا کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے لیکن پیر آزاد تھے اس لیے پلک جھپکنے میں وہ اس عمارت کے پاس پہنچ گیا تھا۔ بموں کے دھماکوں اور مشین گن کی فائرنگ شروع ہوتے ہی بازار میں بھگدڑ مچ گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بازار سنسان ہوتا چلا گیا۔ پولیس کی

سیٹیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ عمران اور جوانا بھاگتے ہوئے تیزی سے اس نو تعمیر عمارت میں گھسے اور پھر اس کے اندر دوڑتے ہوئے اس کے پچھلے دروازے سے باہر نکل آئے۔

"عمران صاحب میں نمبر تھرٹی ہوں۔ قاچار گروپ۔ جلدی سے اس کار میں بیٹھ جائیے ـــــ" باہر نکلتے ہی ایک نوجوان نے تیز لہجے میں کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اس کار کے کھلے دروازے کے اندر گھستا چلا گیا۔ جوانا بھی اندر داخل ہو گیا اور نوجوان ان کے بیٹھتے ہی اچھل کر سٹیرنگ پر بیٹھا اور دوسرے لمحے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھنے لگی۔

"ٹھہرو میرا ساتھی آ رہا ہے ـــــ" عمران نے اچانک چیخ کر کہا۔ اس نے اسی عمارت سے جوزف کو تیزی سے باہر نکلتے دیکھ کر کہا وہ بھی شاید ان کے پیچھے ہی بھاگا تھا۔ اس نوجوان نے پھرتی سے بریک لگائی

"ادھر آ جاؤ جلدی ـــــ" عمران نے چیخ کر کہا اور جوزف تیزی سے بھاگتا ہوا آیا اور اس نوجوان کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی ایک موڑ مڑ گئی۔ موڑ مڑتے ہی وہ تیزی سے بائیں طرف کو مڑی اور پھر ایک گلی میں گھستی چلی گئی۔ یہ تنگ سی گلی تھی۔ دوسرے لمحے بریک لگنے کی آوازیں ابھریں۔

"سامنے والے دروازے میں چلے جائیں۔ باس اندر موجود ہے۔" نوجوان نے بریک لگاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تینوں تیزی سے نیچے اترے۔ اور سامنے والے کھلے دروازے میں داخل ہونے چلے گئے۔ ان کے نیچے اترتے ہی کار تیزی سے آگے بڑھی اور پھر گلی سے باہر نکل کر سڑک پر مڑ گئی۔ وہ تینوں ہی اس کھلے دروازے میں داخل ہوئے

"عمران صاحب ادھر نیچے ـــــ" اسی لمحے قاچار کی تیز آواز سنائی دی۔ یہ آواز ایک گٹر کے کھلے دہانے کے اندر سے آ رہی تھی۔ یہ دہانہ دروازے کے ساتھ ہی تنگ سے صحن میں تھا اور وہ تینوں ہی اس دہانے کی طرف مڑ گئے۔ دہانے کے اندر لوہے کی سیڑھیاں موجود تھیں۔ چونکہ عمران کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اس لئے جوانا نے تیزی سے اسے اٹھا کر کندھے پر لادا اور پھر وہ سیڑھیاں اترتا نیچے گیا۔ گٹر کے اندر قاچار کھڑا تھا۔ گٹر میں پانی بہہ رہا تھا۔ لیکن اس کی مقدار کم تھی۔ جیسے ہی یہ تینوں نیچے پہنچے۔ اوپر سے کسی نے گٹر کا ڈھکن بند کر دیا۔ اسی لمحے قاچار نے ٹارچ جلائی اور پھر وہ اس کو لئے آگے بڑھتا چلا گیا۔ کافی دور بڑھنے کے بعد وہ ایک سیڑھی کے پاس رک گیا اور پھر تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ایک زوردار جھٹکا دہانے پر رکھے فولادی ڈھکن کو دیا تو ڈھکن اچھل کر دور جا گرا۔

"آ جاؤ ـــــ" قاچار نے عمران وغیرہ سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر خود پہلے باہر نکل گیا۔

"ایک بار پھر تکلیف اٹھاؤ جوانا ـــــ" عمران نے کہا اور جوانا نے ایک بار پھر عمران کو کاندھے پر لادا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا اور پھر اوپر پہنچ کر اس نے پہلے عمران کو باہر کی طرف نکالا تو قاچار نے عمران کو کھینچ کر باہر کھڑا کر دیا۔ پھر جوانا اور آخر میں جوزف بھی باہر آ گیا۔ اب وہ ایک اور مکان کے صحن میں کھڑے تھے۔ قاچار نے ... کے باہر آتے ہی بڑی پھرتی سے ایک طرف پڑا ہوا فولادی ڈھکن

اٹھا کر وہاں نے پر اچھی طرح جما دیا۔

"آؤ عمران اب ہم محفوظ ہیں ۔۔۔۔ قاچار نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر وہ انھیں لئے ہوئے مکان کے اندرونی کمرے میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے سب سے پہلے الماری میں رکھی ہوئی ماسٹر کی نکالی اور عمران کی ہتھکڑی کھول دی۔

"تمھاری کارگردگی سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم پہلے سے اس آپریشن کے لئے تیار تھے ۔۔۔۔ عمران نے داد دینے والے لہجے میں کہا۔

"میرے آدمی ہر وقت جشیکا بار کے سامنے رہتے ہیں اور کچھ آدمی اندر بھی چھپائے ہوئے ہیں۔ اب جب کھلی جنگ شروع ہو چکی ہے تو مجھے ہر طرف سے محتاط رہنا پڑتا ہے۔ آپ کے گرفتار ہوتے ہی مجھے اطلاع مل گئی اور میں نے آپ کو بچانے کے لئے اقدامات شروع کر دئیے۔ پھر مجھے اطلاع ملی کہ آپ کو ہیڈ کوارٹر شفٹ کیا جا رہا ہے۔ تو میں نے اپنے آدمیوں کو احکامات دئیے۔ اسی لئے جوزف اور جوانا مبر تری کو نظر آ گئے۔ وہ چونکہ پہلے ماسٹر کا پوائنٹ پر انھیں آپ کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔ اس لئے اس نے فوری ان سے رابطہ قائم کیا اور پھر ان کی مدد سے یہ سارا منصوبہ تیار ہو گیا۔ کاروں پر بم اور فائرنگ میرے آدمیوں اور ان دونوں نے مل کر کی۔ اور پھر منصوبے کے مطابق آپ یہاں پہنچ گئے ۔۔۔۔ قاچار نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ویری گڈ ۔۔۔۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنے اچھے جاسوس

گئے ہو ۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ قاچار کوئی جواب دیتا اچانک اس کی جیب سے سیٹی کی سی آواز نکلی اور قاچار نے چونک کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک جدید ترین مگر پاکٹ سائز ٹرانسمیٹر باہر نکال لیا۔ سیٹی کی آواز اسی ٹرانسمیٹر سے ہی نکل رہی تھی۔ قاچار نے بڑی پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا۔

"ہیلو ہیلو پاشا کالنگ اوور ۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"یس قاچار سپیکنگ اوور ۔۔۔۔ قاچار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس۔ جولیا فائٹ گروپ کو پولیس کے گیس ماسک سے مسلح دستوں نے بے ہوش کر کے اغوا کر لیا ہے۔ انھوں نے بہت بڑی تعداد میں گارڈن ٹاؤن والی کوٹھی پر چھاپہ مارا ہے۔ پہلے انھوں نے وہاں بے ہوش کر دینے والی زود اثر گیس کے بے شمار بم پھینکے اور پھر گیس ماسک پہن کر وہ سب اندر داخل ہو گئے اور وہاں بے ہوش پڑے ہوئے جولیا گروپ کو ایک بند وین میں ڈال کر وہ کوٹھی سے باہر نکال لائے ہیں اور اب ان سب کا رخ نائٹ ہیڈز کے ہیڈ کوارٹر کی طرف ہے اوور ۔۔۔۔ پاشا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ کیا وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے ہیں اوور ۔۔۔۔ قاچار نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"بس پہنچنے ہی والے ہیں باس۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں

پہنچ جائیں گے اوور ۔۔۔۔۔ پاشا نے جواب دیا۔

"او کے۔ میں ابھی تمہیں کال کر کے مزید ہدایات دیتا ہوں اوور" قاچار نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"قاچار کیا تمہارے پاس یہاں اسلحہ موجود ہے" ۔۔۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"ہاں موجود ہے کیوں" ۔۔۔۔۔ قاچار نے پوچھا۔

"تم مجھے اپنے اسلحہ خانے میں لے چلو اور ساتھ ہی ایک کار کا بھی بندوبست کر دو۔ فوراً جلدی" ۔۔۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت کے چراغ یک لخت جل اٹھے تھے۔

"آؤ" ۔۔۔۔۔ قاچار نے سر جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر وہ عمران کو اپنے ساتھ لئے تیزی سے ایک کمرے میں گھستا چلا گیا۔ عمران جوزف اور جوانا کو بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا اور پھر اس نے مخصوص قسم کا اسلحہ وہاں سے لیا اور جوزف اور جوانا کو دینے کے ساتھ ہی وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

"کار کہاں ہے" ۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا

"آؤ میرے ساتھ" ۔۔۔۔۔ قاچار نے جواب دیا اور پھر وہ عمران جوزف اور جوانا کو بھی ہمراہ لئے ایک راہداری سے گزرتا ہوا عقبی کوٹھی نما مکان میں پہنچ گیا۔ یہاں سٹین گن بردار چار اشخاص پورچ میں ٹہل رہے تھے۔ پورچ میں نیلے رنگ کی بڑی سی کار موجود تھی۔ جس کا طاقت ور انجن اسے عام کاروں سے ممتاز کر دیتا تھا۔

"تم ہیڈ کوارٹر پر حملہ کرنا چاہتے ہو" ۔۔۔۔۔ قاچار نے پوچھا۔

"ہاں اور فوری حملہ۔ تم بس اتنا کرو کہ کار ڈرائیو کر کے ہمیں ہیڈ کوارٹر تک پہنچا دو۔ اس کے بعد ہم جانیں اور ہمارا کام" ۔۔۔۔۔ عمران نے تیزی سے کار کی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"اب میں بھی اس کھلی جنگ میں براہ راست شامل ہو چکا ہوں۔ اب سے میں اور میرے ساتھی آپ کی کمان میں ہیں۔ آپ بس حکم کیجئے" ۔۔۔۔۔ قاچار نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔ جوزف اور جوانا پچھلی سیٹوں پر بیٹھ چکے تھے۔

"بس تم کار لے کر باہر ہمارا انتظار کرنا اور جیسے ہی ہیڈ کوارٹر تباہ ہو تم نے ہمیں فوراً ہی کسی محفوظ ٹھکانے پر پہنچانا ہے" ۔۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

اور قاچار نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی اور چند لمحوں بعد کار کوٹھی نما مکان کے مین گیٹ سے نکل کر سڑک پر پہنچی اور پھر خاصی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑنے والی بے شمار کاروں میں شامل ہو گئی۔ مختلف چوکوں پر مڑنے کے بعد کار ایک ایسی سڑک پر پہنچ گئی۔ جو مضافات کی طرف جاتی تھی۔ یہاں ٹریفک کا دباؤ قدرے کم تھا لیکن اس کے باوجود آنے جانے والی کاروں کی تعداد خاصی تھی اور پھر تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد قاچار نے کار کی رفتار آہستہ کر لی۔

"یہاں سے بائی روڈ جاتی ہے عمران جو سیدھی راونڈ ہیڈز کے ہیڈ کوارٹر میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ وہاں سڑک پر اور کوئی عمارت نہیں ہے۔ اس لئے اس بائی روڈ پر آتے ہی ہم راونڈ ہیڈز کی

نظروں میں آجائیں گے" ۔۔۔ قاچار نے کہا۔
"اوہ پھر پہلے پاشا سے معلوم کرو کہ جوبیا گروپ ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا ہے یا نہیں" ۔۔۔ عمران نے کہا۔
"میں کار روکتا ہوں۔ تم باہر نکل کر بونٹ کھول کر انجن چیک کرو۔ کیونکہ یہاں بغیر کسی ظاہری وجہ کے رکنا بھی ان لوگوں کو مشکوک کر دے گا" ۔۔۔ قاچار نے کہا۔
"تم چھوڑو ان مصلحتوں کو۔ اب مصلحتوں کا وقت نہیں رہا" ۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور قاچار نے سر ہلاتے ہوئے جیب سے ٹرانسمیٹر نکال لیا اور پھر اس کا بٹن دبا کر اس نے ہیلو ہیلو کرنا شروع کر دیا۔ فریکونسی شاید پہلے سے ہی پاشا والی سیٹ تھی۔
"ہیلو پاشا سپیکنگ۔ اوور" ۔۔۔ چند لمحوں بعد پاشا کی آواز ابھری۔
"تم کہاں موجود ہو۔ اوور" ۔۔۔ قاچار نے پوچھا۔
"باس میں بائی روڈ سے سو گز کے فاصلے پر ہوں۔ یہاں ایک پرانا فارم ہے۔ میں اور میرے ساتھی وہاں رکے ہوئے ہیں۔ اوور" ۔۔۔ پاشا نے جواب دیا۔
"جوبیا گروپ کہاں ہے۔ اوور" ۔۔۔ قاچار نے پوچھا۔
"وہ ہیڈ کوارٹر ابھی ابھی پہنچے ہیں۔ پولیس وین انہیں وہاں چھوڑ کر واپس جانے والی ہے۔ اوور" ۔۔۔ پاشا نے جواب دیا۔
"اوکے۔ اوور اینڈ آل" ۔۔۔ قاچار نے عمران کا اشارہ دیکھ کر کہا اور پھر بٹن آف کر دیا۔
"یہ پولیس وین اسی سڑک پر سے گزرے گی" ۔۔۔ عمران نے

یہی پوچھا۔
"ظاہر ہے" ۔۔۔ قاچار نے جواب دیا۔
"اوہ پھر تو موقع اچھا ہے۔ ہمیں فوراً اس پولیس وین پر قبضہ کرنا ہے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔
"اس کا تو ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم یہیں اس کا انتظار کریں اور پھر اس پر فائر کھول دیں" ۔۔۔ قاچار نے کہا۔
"نہیں یہاں بے شمار کاریں اکٹھی ہو جائیں گی۔ تم کار بائی روڈ پر لے چلو۔ جہاں پولیس وین آتی نظر آئے اس کے سامنے اس طرح روک دینا کہ وہ کراس نہ کر سکے" ۔۔۔ عمران نے کہا اور قاچار چند لمحے خاموش رہا پھر کندھے جھٹکتے ہوئے کار کو آگے بڑھانے لگا۔
"یہاں سے ہیڈ کوارٹر کی عمارت کتنے فاصلے پر ہے" ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔
"پانچ کلو میٹر تقریباً" ۔۔۔ قاچار نے جواب دیا۔
"گڈ ۔۔۔ پھر ٹھیک رہے گا" ۔۔۔ عمران نے کہا اور تھوڑا سا آگے جا کر قاچار نے کار بائی روڈ کی طرف موڑ دی۔ یہ ایک تنگ سی سڑک تھی۔ دونوں اطراف میں گھنے درخت ایک قطار کی صورت میں دور تک چلے گئے تھے۔ کار درمیانی رفتار سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی اور پھر ابھی ایک کلو میٹر کا فاصلہ طے ہوا ہو گا کہ دور سے پولیس وین آتی دکھائی دی۔
"جوزف اور جوانا تیار ہو جاؤ۔ ہمیں بغیر کسی دھماکے کے وین پر قبضہ کرنا ہے" ۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور جوزف اور جوانا نے

سر ہلا دیئے۔

پھر جیسے ہی پولیس وین قریب پہنچی، قاچار نے اپنی کار کو ذرا سا ٹیڑھا کر کے اس کے سامنے روک دیا۔ اس طرح پولیس وین کا راستہ مکمل طور پر بند ہو گیا تھا۔ کار رکتے ہی عمران دروازہ کھول کر تیزی سے باہر نکلا اور وین ڈرائیور کی طرف بڑھ گیا۔

"ارے کیوں روکی ہے کار اس طرح۔ کون ہو تم" ـــــــ وین ڈرائیور نے کرخت لہجے میں کہا۔

"پولیس کمشنر کا اہم پیغام ہے" ـــــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اسی لمحے جوزف اور جوانا بھی کار سے باہر نکلے اور تیزی سے وین کی طرف بڑھنے لگے۔

"کیا پیغام ہے" ـــــــ ڈرائیور نے پولیس کمشنر کا نام سنتے ہی نرم لہجے میں کہا۔ اسی لمحے عمران اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے وین ڈرائیور کو بازو سے پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا۔

"نیچے آؤ تو پیغام بھی بتاؤں" ـــــــ عمران نے کرخت لہجے میں کہا اور وین ڈرائیور کے نیچے آتے ہی ادھر سے جوزف نے دوسری طرف بیٹھے ہوئے سپاہی کو بھی عمران کے سے انداز میں نیچے کھینچ لیا۔ اور پھر پلک جھپکنے میں ان دونوں کی کنپٹیوں پر مکے پڑے۔ یہ ضربیں ایسی بھی تھیں کہ دونوں ہی ایک لمحے میں ڈھیر ہو گئے۔ ادھر جوانا تیزی سے وین کے پچھلے حصے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچا وین کا پچھلا دروازہ کھلا اور ایک سپاہی نے باہر جھانکا۔ وہ شاید وین کے اس طرح رک جانے کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ جوانا کو دیکھ کر وہ چونکا

ہی تھا کہ جوانا نے پلک جھپکنے میں اس کا بازو پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے باہر کھینچ لیا اور سپاہی کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ جوانا کا جھٹکا اس قدر شدید تھا کہ اس کا بازو ہی اپنی جگہ چھوڑ گیا تھا۔

"کیا ہوا۔ کیا ہوا" ـــــــ اندر سے پوچھا گیا اور پھر کھلے دروازے سے تیزی سے یکے بعد دیگرے چار سپاہی اچھل کر باہر نکلے۔ اسی لمحے عمران اور جوزف بھی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے دونوں افراد سے فارغ ہو کر جوانا کے پاس پہنچ گئے تھے اور پھر یہ کھیل چند ہی لمحوں میں اختتام پذیر ہو گیا اور پانچوں سپاہی سڑک پر ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔

"انہیں کھینچ کر درختوں میں پھینک دو جلدی" ـــــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اور پھر جوزف اور جوانا کے ساتھ قاچار بھی شامل ہو گیا۔ چند ہی لمحوں میں بے ہوش سپاہی درختوں کے پیچھے پہنچ گئے تھے۔

"قاچار تم اپنے آدمیوں کو لے کر مین روڈ پر ہمارا انتظار کرو۔ کار یہیں چھوڑ دو۔ ہم مین روڈ پر پہنچ کر وین چھوڑ دیں گے" ـــــــ عمران نے تیز لہجے میں قاچار سے کہا۔ اور پھر وہ اچھل کر وین کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جوزف اور جوانا وین کے پچھلے حصے میں سوار ہو گئے اور عمران نے تیزی سے وین کو تھوڑا سا بیک کر کے واپس موڑا اور پھر پولیس وین آندھی اور طوفان کی طرح دوڑتی ہوئی راونا ہیڈ کوارٹر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

باس اس طرح صورت حال قابو میں نہیں آئے گی۔ آپ ان مصلحتوں سے پیچھا چھڑائیے اور مجھے آزاد کر دیجئے۔ میں پورے شہر کو کھود کر ان کتوں کو نکال سکتا ہوں ——" آغا جمشید نے بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

عدنان کے دفتر میں اس وقت عدنان کے ساتھ پولیس کمشنر طاہر بیگ بھی موجود تھا۔ ان دونوں کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ کیونکہ عمران کو جیل سے فرار دور ہی چھڑا لیا گیا تھا۔ راونڈ ہیڈز کی تینوں کاریں تباہ کر دی گئی تھیں اور ان میں سوار بارہ راونڈ ہیڈز ہلاک ہو گئے تھے اور عمران اور حملہ آور گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکے تھے۔

"نہیں نہیں۔ شہر میں ہنگامہ نہیں ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حکام ...." طاہر بیگ نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"بکواس۔ تمہارے اعلیٰ حکام جائیں بھاڑ میں۔ یہاں راونڈ ہیڈز کو

سرعام مارا جا رہا ہے اور تم اعلیٰ حکام کی رٹ لگائے جا رہے ہو" عدنان نے بھیڑیئے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ وحشت تھی۔

"جوبیا فائٹ گروپ اب یکسر گرفتار ہو چکا ہوگا۔ اس عمران کو بھی پھر میں پکڑا جا سکتا ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے ہنگامے کی اور پھر میں نے تو تمہیں نہیں کہا تھا کہ اس عمران کو وہاں ہیڈ کوارٹر لے جاؤ بلکہ وہیں ڈھیر کر دینا تھا ——" طاہر بیگ نے غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب ایسا ہی ہوگا۔ آغا جمشید اب تم پوری طرح آزاد ہو۔ جیسے چاہے کرو۔ پورے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔ اور جوبیا فائٹ گروپ کے ہر ممبر کی لاشیں چوکوں پر لٹکا دو۔ اب معاملات برداشت سے باہر ہو چکے ہیں ——" عدنان نے ہونٹ کاٹتے ہوئے آغا جمشید سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شکریہ باس۔ اب آپ دیکھیں گے کہ ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ آغا جمشید —— قہر بن کر ان پر ٹوٹ پڑے گا۔ میں انہیں ایسی عبرتناک موت ماروں گا کہ پورا شہر سالوں کانپتا رہے گا ——" آغا جمشید نے بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ اس کی بات کا کوئی جواب دیتا میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عدنان بیگ نے پھرتی سے رسیور اٹھا لیا۔

"یس عدنان بیگ ——" عدنان بیگ نے کرخت لہجے میں کہا۔

"کمشنر صاحب یہاں ہوں گے۔ میں انچارج گیس ماسک گروپ

"پھر بھی مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں ان کا خود جا کر عبرت ناک حشر کروں" ۔۔۔ آقا جمشید نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھہرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں" ۔۔۔ عدنان بیگ نے کہا۔ اور تیزی سے ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں سے سیاہ رنگ کا اوور کوٹ نکال کر پہنا اور سر پر بھی سیاہ رنگ کی ٹوپی پہن لی۔ اس لباس کو دیکھتے ہی آقا جمشید کے لبوں پر بے اختیار سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ عدنان بیگ یہ مخصوص لباس اس وقت استعمال کرتا تھا جب وہ کسی کی موت کے احکام جاری کرتا تھا۔ اس لئے انڈر ورلڈ تنظیم میں اسے بلیک باس کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ ذرا میں بھی ان جیالوں کو دیکھوں" ۔۔۔ طاہر بیگ نے کہا۔

"ہاں چلو۔ ان کے عبرت ناک انجام میں تمہارا بھی حصہ ہے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے ٹوپی درست کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھنے ہی لگے تھے کہ میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ تینوں رک گئے اور عدنان نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھایا۔

"یس عدنان بیگ" ۔۔۔ عدنان بیگ نے کہا۔

"جناب وزیر اعظم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں ہولڈ آن کریں" ۔۔۔ دوسری طرف سے تیز لہجے میں کہا گیا اور عدنان بیگ وزیر اعظم کا نام سنتے ہی بری طرح چونک پڑا۔ اس نے رسیور کے مائیک پر ہاتھ رکھ کر طاہر بیگ اور آقا جمشید سے مخاطب ہو کر کہا۔

"وزیر اعظم بات کرنا چاہتے ہیں" ۔۔۔ اور وزیر اعظم کا نام سن کر

بول رہا ہوں" ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور عدنان بیگ نے خاموشی سے رسیور طاہر بیگ کی طرف بڑھا دیا۔

"یس طاہر بیگ سپیکنگ" ۔۔۔ طاہر بیگ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"باس آپریشن کامیاب رہا ہے۔ گارڈن ٹاؤن کی اس کوٹھی سے ایک عورت اور پانچ مردوں کو بے ہوشی کے عالم میں نکال لیا گیا ہے۔ پولیس وین انہیں لے کر آپ کے احکام کے مطابق راؤنڈ ہیڈ کوارٹر کی طرف جا چکی ہے۔ اب مزید کیا حکم ہے" ۔۔۔ انچارج نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کوئی رکاوٹ سامنے تو نہیں آئی" ۔۔۔ طاہر بیگ نے مسرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نو۔ نہیں سر تمام آپریشن بغیر کسی رکاوٹ کے مکمل ہو گیا ہے۔ ہم نے انہیں جوابی کارروائی کا موقع تو ایک طرف سنبھلنے کا بھی موقع نہ دیا تھا" ۔۔۔ انچارج نے جواب دیا۔

"او کے۔ اس کوٹھی کی مکمل تلاشی لو اور پھر اسے سیل کر دو میں بعد میں خود بھی اس کا معائنہ کروں گا" ۔۔۔ طاہر بیگ نے ہدایت دی۔

"بہتر باس حکم کی تعمیل ہوگی" ۔۔۔ انچارج نے کہا اور طاہر بیگ نے او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"لو ایک بار پھر پولیس نے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ تمہارا [illegible] گروپ تمہارے ہیڈ کوارٹر پہنچ رہا ہے" ۔۔۔ طاہر بیگ نے فاتحانہ انداز میں عدنان اور آقا جمشید سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

طاہر بیگ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"ہیلو۔ کون بول رہا ہے" ۔۔۔ چند لمحوں بعد وزیر اعظم کی گھمبیر آواز سنائی دی۔

"سر میں عدنان بیگ بول رہا ہوں۔ سر فرمائیے کیا حکم ہے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

"عدنان بیگ یہ شہر میں کیا ہو رہا ہے۔ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ کھلے عام فائرنگ اور بم پھینکے جا رہے ہیں اور اس ساری کارروائی میں راونڈ ہیڈز ملوث بتائے گئے ہیں" ۔۔۔ وزیر اعظم نے تلخ لہجے میں کہا۔

"سر راونڈ ہیڈز پر حملے ہو رہے ہیں۔ راونڈ ہیڈز تو صرف دفاع کر رہے ہیں" ۔۔۔ عدنان بیگ نے بھی تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"یہاں کون سی تنظیم ایسی وجود میں آ گئی ہے جو راونڈ ہیڈز کے سے چیلنج کر گئی ہے" ۔۔۔ وزیر اعظم کی طنزیہ آواز سنائی دی۔

"سر کوئی جونیا فائٹ گروپ ہے۔ پاکیشیا سے اس کا تعلق بتایا جا رہا ہے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پاکیشیا۔ مگر پاکیشیا سے تو ہمارے انتہائی قریبی دوستانہ اور برادرانہ تعلقات ہیں" ۔۔۔ وزیر اعظم کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"سر ۔۔۔ یہ کوئی پاکیشیا کی سرکاری ٹیم تو نہیں ہے۔ یہ تو وہاں کی کوئی تنظیم ہوگی۔ جو وہاں سے نکل کر یہاں قدم جمانے آئی ہوگی۔ ویسے آپ بے فکر رہیں۔ پوری ٹیم کو ہم نے پکڑ لیا ہے اور آج کے بعد وہ اس قابل نہیں رہے گی کہ راونڈ ہیڈز کے خلاف انگلی بھی کھڑی کر سکے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا تم نے انھیں ہلاک کر دیا ہے" ۔۔۔ وزیر اعظم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"جناب ہم تو سرکاری طور پر کسی کو ہلاک نہیں کرتے۔ اب لوگ خود ہی خودکشی کر لیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ یہ گروپ بھی تھوڑی دیر بعد خودکشی کرنے والا ہے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ میں سمجھ گیا۔ لیکن میں اس گروپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ تاکہ میں دیکھ سکوں کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو راونڈ ہیڈز کے مقابلے میں آئے اور دوسری بات یہ کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے سامنے خودکشی کریں" ۔۔۔ وزیر اعظم نے کہا۔

"لیکن سر۔ یہ مناسب نہ ہوگا۔ ویسے آپ حکم کریں تو ہم آپ کی تسلی کے لئے ان کی لاشیں آپ کو بھجوا دیں۔ یہ انتہائی خوفناک لوگ ہیں۔ ایک تو ان کا زیادہ دیر زندہ رہنا ہم سب کے لئے خطرناک ہے دوسری بات یہ کہ آپ کی حفاظت کا بھی مسئلہ ہے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے گریز کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں پہلے ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایک خفیہ رپورٹ ملی ہے کہ اس گروپ کو یہاں لے آنے میں ہماری حکومت کے ایک انتہائی اعلیٰ عہدیدار کا ہاتھ ہے اور میں اس بات کو چیک کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے وزیر اعظم بننے میں راونڈ ہیڈز کا سب سے زیادہ حصہ ہے اور اب راونڈ ہیڈز کے خلاف کسی گروپ کو درآمد کرنے کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ میرے ساتھ تعاون کرنے والی تنظیم کا خاتمہ کر کے مجھے کمزور کیا جائے" ۔۔۔ وزیر اعظم نے آخر

اصل بات کر دی۔

"اوہ سر، یہ بات تو واقعی حیران کن ہے۔ بہرحال اگر آپ تشریف لانا چاہتے ہیں تو پھر آپ فوراً آنے کا پروگرام بنائیں" ۔۔۔ عدنان نے اپنی تنظیم کی تعریف سن کر خوشی سے پھولتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے مجھے تو احساس ہے۔ میرا یہ دورہ خفیہ ہوگا میں پولیس کمشنر کو بلاتا ہوں۔ وہ ہمارا خاص آدمی ہے۔ میں اس کے ساتھ آجاؤں گا" ۔۔۔ وزیر اعظم نے کہا۔

"سر پولیس کمشنر ظاہر بیگ صاحب یہاں موجود ہیں اور سر اس گروپ کی گرفتاری بھی انہی کی رہین منت ہے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے ظاہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا تو پھر تم وہیں رکو میں پرائیویٹ کار میں اپنے دو باڈی گارڈز کے ساتھ پہنچ رہا ہوں۔ وہاں سے ہم آگے چلے جائیں گے" ۔۔۔ وزیر اعظم نے جواب دیا۔

"بہتر سر ۔۔۔ ہم آپ کے منتظر ہیں" ۔۔۔ عدنان بیگ نے کہا۔

"میں بار سے دور رک جاؤں گا۔ میرا باڈی گارڈ تمہارے پاس آئے گا" ۔۔۔ وزیر اعظم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سر" ۔۔۔ عدنان بیگ نے کہا اور دوسری طرف سے رسیور رکھنے کی آواز سن کر اس نے بھی رسیور رکھ دیا۔

"میرا خیال ہے آپ مجھے اجازت دیں میں ہیڈ کوارٹر چلا جاتا ہوں۔ آپ لوگ بعد میں آجانا" ۔۔۔ آغا جمشید نے کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا ٹیلیفون

کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور عدنان نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس عدنان سپیکنگ" ۔۔۔ عدنان نے رسیور اٹھاتے ہی کہا۔ مگر دوسری طرف سے بات سنتے ہی اس کی آنکھیں خوف اور حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

عمران آندھی اور طوفان کی طرح وین کو چلاتا ہوا راڈ منڈ ہیڈز کے ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سڑک نے جیسے ہی ایک موڑ کاٹا۔ ایک بہت بڑی عمارت اسے نظر آگئی۔ یہ عمارت شاید کسی زمانے میں کوئی مضافاتی ہوٹل تھا کیونکہ اس کی تعمیر سے اندازہ ایسا ہی تھا۔ اس کے لوہے کے گیٹ کے باہر دو مسلح راڈ منڈ ہیڈز کھڑے تھے۔ پولیس وین کو واپس آتے دیکھ کر انہوں نے تیزی سے پھاٹک کھول دیا۔ وہ شاید یہ سمجھے تھے کہ پولیس والے کسی اور مجرم کو لے کر آئے ہیں۔ عمران نے ایکسیلیٹر اور دبا دیا اور دوسرے

لمحے وین انتہائی تیزی سے پھاٹک کراس کرتی ہوئی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ عمارت کے آگے ایک لمبا سا برآمدہ تھا جس میں چھ راؤنڈ ہیڈز مشین گنیں سنبھالے کھڑے تھے۔ عمران نے بڑی پھرتی سے برآمدے کے قریب پہنچ کر وین کو تیزی سے موڑا اور اس کے ساتھ ہی ٹائر چیخ پڑے۔ دوسرے لمحے عمران نے سیٹ پر پڑی ہوئی مشین گن اٹھائی اور پھر وہ اچھل کر سیٹ سے باہر نکل آیا۔ برآمدے میں کھڑے ہوئے مسلح راؤنڈ ہیڈز حیرت بھرے انداز میں وین کو اس طرح مڑتے اور رکتا دیکھ رہے تھے۔ ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ پولیس وین میں ان کے دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ تو یہی سمجھ رہے تھے کہ شاید کوئی اور مجرم ڈھونڈے گئے ہیں۔ عمران نے نیچے اترتے ہی ٹریگر دبا دیا۔ اور پھر تڑتڑاہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی برآمدے میں موجود چھ کے چھ راؤنڈ ہیڈز فرش پر ڈھیر ہوتے چلے گئے۔ اسی لمحے وین کے پیچھے سے بھی فائر کی آواز ابھری اور عمران نے تیزی سے مڑ کر دیکھا تو گیٹ سے اندر آنے والے دونوں راؤنڈ ہیڈز اچھل کر گیٹ کے ساتھ ہی گر رہے تھے۔ اسی لمحے فائرنگ کی آواز سنتے ہی عمارت کے اندر سے راؤنڈ ہیڈز نکلنے شروع ہو گئے۔ مگر عمران کی مشین گن کا دہانہ انتہائی تیز رفتاری سے گولیاں اگل رہا تھا اور پھر جوزف اور جوانا کی مشین گنیں بھی چل نکلیں۔ وہ تینوں ہی وین کی آڑ سے فائرنگ میں مصروف تھے اور پھر عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے عمارت خوفناک دھماکوں سے لرز اٹھی اور پھر جوزف کی مشین گن ہوا میں اچھلتی چلی گئی اور چھت پر سے تین چار راؤنڈ ہیڈز ٹوٹتے ہوئے شہتیروں کی طرح دھڑام سے نیچے

آگرے۔ وہ شاید اوپر چڑھ کر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اب اندر سے جوابی فائرنگ ختم ہو گئی تھی۔ عمران تیزی سے اندر کی طرف بھاگا مگر وہ آڑ لے کر اندر جا رہا تھا۔ ابھی وہ ایک راہداری میں گھسا ہی تھا کہ اچانک اچھل کر دوسری سائیڈ پر ہوا۔ اور گولیوں کی بوچھاڑ پہلی جگہ سے ٹکراتی چلی گئی۔ مگر اسی لمحے گولیاں مارنے والا چیختا ہوا پیچھے گرا۔

• آجائیے عمران صاحب۔ ادھر میدان خالی ہے ——— باباری کی دوسری طرف سے جوانا کی آواز سنائی دی اور عمران بے اختیار مسکرا کر آگے بڑھنے لگا۔ جوانا نے واقعی فراست سے کام لیا تھا کہ وہ سائیڈ سے گھوم کر پچھلی طرف آگیا تھا اور پھر چند لمحوں بعد وہ پورے ہیڈ کوارٹر میں پھیل گئے۔ ہر طرف راؤنڈ ہیڈز کی لاشیں بکھری پڑی تھیں اور پھر عمران نے جوزف اور جوانا کو بقیہ راؤنڈ ہیڈز کو ڈھونڈنے کا حکم دیا اور خود وہ اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے میں مصروف ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد انہیں تلاش کر لیا۔ وہ سب ایک ہال کمرے میں موجود تھے۔ عمران نے بڑی پھرتی سے اس ہال کی الماریاں کھولنی شروع کر دیں۔ پہلی الماری کھولتے ہی اس کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ الماری میں ایک بڑی سی بوتل میں وہ دوا موجود تھی جس کے ذریعے وہ اپنے ساتھیوں کی بے ہوشی ختم کر سکتا تھا اور پھر اس نے انتہائی پھرتی سے بوتل کا ڈھکن کھول کر باری باری سب کی ناک سے لگانا شروع کر دیا اور چند ہی لمحوں بعد وہ سب ہوش میں آ چکے تھے۔

• جلدی نکلو یہاں سے۔ تم نے بار بار بے ہوش ہونے کی عادت ہی ڈال لی ہے ——— عمران نے ان کے ہوش میں آتے

ہی تیز لہجے میں کہا اور پھر وہ باہر کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب دوبارہ اسی ویگن میں سوار ہو چکے تھے جس کے ذریعے انہیں بے ہوش کر کے لایا گیا تھا۔ جوزف اور جوانا کے سوار ہوتے ہی عمران نے ویگن کو تیزی سے موڑا اور پھر ویگن اڑتی ہوئی ہائی وے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ ہائی وے کے قریب ہی قاجار اپنی کار لیے موجود تھا۔ اس وقت کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی اور آدمی تھا۔ قاجار بھاگتا ہوا آیا اور ویگن کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

• باہر نکال کر دائیں طرف لے چلئے جلدی —" قاجار نے تیز لہجے میں کہا اور عمران نے پولیس ویگن کو ہائی وے پر لے آ کر دائیں طرف موڑ دیا۔ تھوڑا ہی فاصلہ آگے جا کر اس نے قاجار کے اشارے پر اسے ایک بار پھر دائیں طرف موڑ دیا۔ اب وہ ایک اور ذیلی روڈ پر تھا۔ یہاں سے ایک اور چھوٹی سڑک پر مڑ کر وہ ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت میں پہنچ گئے۔ جہاں اس وقت دو کاریں موجود تھیں اور پھر انہوں نے پولیس ویگن وہیں چھوڑا اور ان کاروں میں سوار ہو گئے۔ چند لمحوں بعد ان کی کاریں ہائی وے پر چلنے والی ٹریفک میں شامل ہو چکی تھیں۔ جولیا اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر ایک بار پھر ندامت کے آثار طاری تھے۔ جبکہ عمران خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ وہ شاید کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ شاید آئندہ کے لیے کوئی خاص منصوبہ اس کے ذہن میں پرورش پا رہا تھا۔

"کیا ہوا باس —" آقا جمشید نے عدنان بیگ کا رنگ بدلتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

• یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو —" عدنان بیگ نے آقا جمشید کی بات کے بغیر حلق کے بل چیختے ہوئے فون کرنے والے کو جواب دیا۔

• باس میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں خود شدید زخمی ہوں۔ میں بڑی مشکل سے گھسٹ گھسٹ کر ٹیلیفون تک پہنچا ہوں —" دوسری طرف سے بولنے والے نے کمزور سے لہجے میں کہا۔

• اچھا ہم آ رہے ہیں —" عدنان بیگ نے غصیلے لہجے میں کہا، اور پھر زور سے رسیور کریڈل پر پھینک دیا۔

• اب ہمیں ڈوب کر مر جانا چاہیے۔ ہونہہ راؤنڈ میڈ تنظیم بنائے پھرتے ہیں —" عدنان بیگ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اس

کا چہرہ بری طرح بگڑا ہوا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

"آخر کیا ہوا ہے باس —" آقا جمشید نے پوچھا۔

"ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیا گیا ہے۔ سارے راونڈ ہیڈ زخمی کر دیئے گئے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دیا گیا — اور قیدیوں کو چھڑا لیا گیا ہے" عدنان بیگ نے جواب دیا اور آقا جمشید کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ قریب کھڑے ہوئے طاہر بیگ کا بھی یہی حال تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کس نے حملہ کیا ہے۔ ہیڈ کوارٹر پر حملہ یہ ناممکن ہے —" آقا جمشید نے کہا۔

"یہ ہوا ہے۔ حملہ آور پولیس وین میں سوار ہو کر ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوئے ہیں۔ پولیس وین کی وجہ سے انہیں باہر نہیں روکا گیا اور پھر اندر پہنچتے ہی انہوں نے بے تحاشا فائرنگ اور بم پھینک کر سب کچھ تباہ کر دیا اور اسی پولیس وین میں قیدیوں کو واپس اپنے ہمراہ لے گئے ہیں —" عدنان بیگ نے جھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"یہ تو دیدہ دلیری کی انتہا ہے —" طاہر بیگ نے کہا۔

"یہ سارا عذاب صرف تمہاری وجہ سے ہم پر نازل ہوا ہے طاہر بیگ۔ تم ہنگامہ نہیں چاہتے تھے اور اب دیکھو راونڈ ہیڈ تنظیم کا کیا حشر کیا جا رہا ہے۔ کیا ہو رہا ہے ہمارے ساتھ —" عدنان بیگ نے کہا۔

"لیکن میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ہیڈ کوارٹر پر اس طرح بھی حملہ کیا جا سکتا ہے اور سوچو اگر وزیر اعظم کی وہاں خفیہ موجودگی کے دوران یہ حملہ ہو جاتا تو پھر کیا ہوتا —" طاہر بیگ نے جواب دیا۔

"...لیس اب آپ نے مجھے کچھ نہیں کہنا۔ میں خودکشی کر لوں ...میں کسی کی بات نہیں سنوں گا۔ میں اپنے طور پر ان سے ...میں ان سے ایسا انتقام لوں گا کہ ان کی نسلیں بھی صدیوں تک خون ...روتی رہیں گی —" آقا جمشید نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔ ...کسی کی بات سنے تیز تیز قدم اٹھاتا دفتر سے باہر نکلتا

"...لیس وین پر انہوں نے کیسے قبضہ کر لیا۔ میں چیک کر لیتا ہوں" ...بیگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر وہ تیزی سے فون ...کی طرف لپکا۔ مگر اس سے پہلے کہ رسیور اٹھاتا ٹیلیفون کی گھنٹی بج ...طاہر بیگ نے رسیور اٹھا لیا۔

"...لیس —" طاہر بیگ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"پولیس کمشنر صاحب سے بات کرائیں۔ میں سپیشل سیل کا انچارج ...بول رہا ہوں —" دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"...میں پولیس کمشنر بول رہا ہوں۔ اسحاق بولو کیا بات ہے۔ مجھے ...ملی ہے کہ مجرموں نے پولیس وین پر قبضہ کر لیا تھا۔ تم اس ...پولیس وین میں تھے —" طاہر بیگ نے چونکتے ہوئے کہا۔

"...باس میں نے یہی اطلاع دینے کے لیے فون کیا ہے۔ ہم قیدیوں ...ہیڈ کوارٹر میں چھوڑ کر واپس آ رہے تھے کہ ایک کار کو ترچھا کر کے ...اور پھر کچھ لوگ یکدم ہم پر جھپٹ پڑے اور میں بے ہوش ...گیا۔ مجھے ہوش آیا تو میں نے پولیس وین کو واپس بائی پاس ...جا کر دائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا۔ میں درمیانی جنگل میں جا گرا

چلا گیا اور پھر میں اس جگہ پہنچا۔ جہاں یہ پولیس وین جا کر رکی۔ وہاں پہلے سے دو کاریں موجود تھیں۔ تمام لوگ وین سے اتر کر کاروں میں سوار ہوئے اور باقی رستے پر نکل گئے۔ میں بھاگتا ہوا وین پر پہنچا۔ اس کا ٹرانسمیٹر سلامت تھا چنانچہ میں نے اس ٹرانسمیٹر کی مدد سے تمام پولیس کو الرٹ کر کے ان کاروں کی تلاش کا حکم دے دیا ہے۔ میں نے کاروں کے نمبر اور رنگ بتا دیئے ہیں اور ابھی چند لمحے پہلے مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ کاریں گلشن کالونی کی طرف جاتی ہوئی دیکھی گئی ہیں ہمارے آدمی ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے پہلے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن پولیس ہیڈ کوارٹر سے اطلاع ملی کہ آپ جنگلے بار میں ہیں۔ چنانچہ میں وین پر آکر ٹرانسمیٹر کی بجائے فون پر آپ کو کال کر رہا ہوں ۔۔۔ اسحاق نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ان کاروں کو تباہ کر دو۔ ان پر راکٹوں اور بموں کی بارش کر دو۔ وہ سلامت بچ کر نہیں جانے چاہئیں ۔۔۔ طاہر بیگ نے جواب میں حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"بہتر باس۔ میں سب کو الرٹ کر دیتا ہوں ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اور ان کے تباہ ہوتے ہی مجھے اطلاع دو۔ ٹرانسمیٹر کی سپیشل فائیو فریکونسی پر میں منتظر رہوں گا ۔۔۔ طاہر بیگ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"پھر بھی پولیس نے ہی انہیں تلاش کیا ہے۔ عدنان بیگ اور اب میں خود ان کے خلاف ایکشن لوں گا۔ تمہارے آدمی دو بار [illegible]

[illegible]ت ہوئے ہیں اور اب میں دیکھوں گا کہ یہ پولیس سے کیسے بچ کر جاتے ہیں ۔۔۔ طاہر بیگ نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مجھے تو بس ان کی موت چاہئیں ۔۔۔ عدنان بیگ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ شاید اب ذہنی طور پر خوف زدہ ہو چکا تھا۔

اسی لمحے ایک راؤنڈ نیڈ کے ساتھ ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔

"سر۔ پرائم منسٹر نے مجھے بھیجا ہے ۔۔۔ اس آدمی نے عدنان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ اچھا۔ چلو میں خود بات کرتا ہوں ۔۔۔ عدنان بیگ نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"میں بھی جا رہا ہوں۔ میں خود اس آپریشن کی نگرانی کرنا چاہتا ہوں"۔ طاہر بیگ نے کہا اور پھر وہ بھی کمرے سے باہر نکلا اور بھاگتا ہوا بار کے عقبی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جہاں اس کی جیپ موجود تھی۔ چند لمحوں بعد وہ جیپ میں سوار ہو کر گلشن کالونی کی طرف جانے والی سڑک کی طرف مڑ گیا۔ اس نے جیپ میں موجود لانگ رینج ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ اس ٹرانسمیٹر پر سپیشل فائیو فریکونسی پہلے سے سیٹ تھی۔ کیونکہ یہ پولیس کی جنرل فریکونسی تھی۔ چند لمحوں بعد ہی ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آوازیں نکلنے لگیں تو طاہر بیگ نے [illegible] دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ اسحاق کالنگ پولیس کمشنر۔ اوور ـــــ" بٹن د
ہی اسحاق کی آواز سنائی دی۔

"یس پولیس کمشنر اٹینڈنگ۔ رپورٹ اوور ـــــ" طاہر بیگ نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جناب وہ دونوں سواریں گلشن کالونی کی ایک کوٹھی میں داخل ہو گئیں۔ پولیس نے کوٹھی کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ لیکن پولیس کی نفری بہت کم ہے۔ مجرم چونکہ انتہائی خطرناک ہیں اور ان کے پاس بھی موجود ہیں۔ اس لئے مزید نفری بھجوائی جائے اوور ـــــ" اسحاق نے کہا۔

"میں آرڈر کرتا ہوں۔ لیکن تم ہوشیار رہنا کوئی مجرم وہاں سے نہ جانے اوور ـــــ" طاہر بیگ نے کہا اور پھر اس نے بٹن ایک بار آف کر کے دوبارہ آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ پولیس ہیڈکوارٹر۔ پولیس کمشنر کالنگ یو۔ اوور" طاہر بیگ نے چیختے ہوئے کہا۔

"یس پولیس ہیڈکوارٹر اٹینڈنگ اوور ـــــ" دوسری طرف ایک نئی آواز سنائی دی۔

"گلشن کالونی میں فوراً چار مسلح دستے بھجوا دو۔ فوراً زیادہ سے پانچ منٹ میں سپیشل دستے پہنچ جائیں اوور ـــــ" طاہر بیگ ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ پہنچ جائیں گے۔ گلشن کالونی تھانہ میں دو دستے موجود ہیں۔ وہ پہنچ رہے ہیں۔ باقی دو دستے ہیڈکوارٹر سے بھیج رہا ہوں"

ہیڈکوارٹر انچارج نے کہا اور طاہر بیگ نے ایک بار پھر بٹن آف کر کے اسے دوبارہ آن کر دیا۔

"ہیلو پولیس کمشنر کالنگ اسحاق اوور ـــــ" طاہر بیگ نے کہا۔

"یس سر۔ اسحاق اٹینڈنگ اوور ـــــ" دوسری طرف سے اسحاق کی آواز سنائی دی۔

"دو دستے فوراً تمہارے پاس پہنچ رہے ہیں۔ باقی دو بھی پہنچ جائیں گے۔ میں خود بھی وہاں پہنچ رہا ہوں۔ میرے آنے تک ایکشن نہ لیا جائے۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ مگر نگرانی سخت ہو۔ کوئی بچ کر باہر نہ نکلے اوور ـــــ" طاہر بیگ نے کہا۔

"یس سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی سر اوور ـــــ" دوسری طرف سے اسحاق نے کہا۔

"اوور اینڈ آل ـــــ" طاہر بیگ نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس نے نہ صرف جیپ کا سائرن آن کر دیا بلکہ پوری رفتار سے دوڑانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی جیپ گلشن کالونی میں داخل ہو گئی۔ گلشن کالونی میں داخل ہوتے ہی اس نے سائرن بند کر دیا اور چند لمحوں بعد وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں پولیس کی جیپیں ہی جیپیں نظر آ رہی تھی اور ہر طرف پولیس کے مسلح سپاہی چھپے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

طاہر بیگ نے ان کے قریب جا کر جیسے ہی جیپ روکی ایک باوردی آدمی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ یہ اسحاق تھا۔

"کیا پوزیشن ہے اسحاق ـــــ" طاہر بیگ نے پوچھا۔

تے میں لگے۔ وہ شاید اتنے بڑے آپریشن کا حکم نہ دیتا لیکن جب
س نے وزیراعظم کی فون پر گفتگو سنی تھی اس نے خود اس کا خاتمہ
کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وزیراعظم بھی اس
گروپ کا اندر ہی خاتمہ چاہتے ہیں اور اب قدرت نے اسے موقع دے دیا
تھا۔ اس لئے اس نے اتنے بڑے آپریشن کا رسک لے لیا تھا۔
چند لمحوں بعد پولیس منہدم اور تباہ شدہ کوٹھی میں پھیلتی چلی گئی۔
پھر آہستہ آہستہ فائرنگ بھی رک گئی۔ اسی لئے اسحاق دوڑتا
ہوا س کی طرف آتا دکھائی دیا اور طاہر بیگ اسحاق کا چہرہ دیکھ کر
چونک پڑا۔

"کیا بات ہے اسحاق" — طاہر بیگ نے گھبرا کر پوچھا۔

"سر غضب ہو گیا۔ کوٹھی خالی پڑی ہوئی ہے۔ وہاں ایک بھی لاش
س کا کوئی حصہ نظر نہیں آیا" — اسحاق نے انتہائی
حیرت بھرے تیز لہجے میں کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ مجرم تو باہر نہیں نکلے۔ پھر وہ کہاں گئے۔
کیا وہ جن تھے کہ اندر سے غائب ہو گئے" — طاہر بیگ نے
چیختے ہوئے کہا۔

"سر۔ ان کی کاریں اندر موجود ہیں اور ہم نے فوری طور پر کوٹھی کو
گھیر لیا تھا۔ کوئی آدمی باہر نہیں نکلا مگر کوٹھی خالی ہے" — اسحاق
نے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ ناممکن ہے۔ آؤ میں دیکھتا ہوں۔ اگر ایسا
ہوا تو پھر وزیراعظم مجھے کچا چبا جائیں گے" — طاہر بیگ

"وہ دونوں پہنچ گئے ہیں سر — کوٹھی کی سخت نگرانی ہو رہی ہے
مجرم اندر ہی ہیں" — اسحاق نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے
ہوئے کہا۔

"کوئی باہر نکلا تو نہیں" — طاہر بیگ نے پوچھا۔

"نہیں جناب اندر خاموشی ہے۔ کاریں پورچ میں موجود ہیں۔ وہ
اندر چھپے ہوئے ہیں" — اسحاق نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے پھر ایکشن شروع کر دو۔ اتنی نفری کافی ہے۔ پہلے
راکٹ بم اندر برساؤ۔ پوری کوٹھی اڑا دو۔ اس کے بعد اندر گھس جاؤ۔
اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو۔ گو ان ایکشن۔ ایکشن" — طاہر بیگ
نے چیختے ہوئے کہا اور اسحاق نے تیزی سے مڑ کر کوٹھی کے گرد
پھیلے ہوئے سپاہیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں۔ چند لمحوں بعد
کوٹھی پر بے تحاشا بم برسائے جانے شروع ہو گئے۔ خوفناک دھماکوں
کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ راکٹ بم چاروں طرف
سے کوٹھی پر برسائے جا رہے تھے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پوری کوٹھی
کے پرخچے اڑ گئے ہر طرف دھواں اور مٹی کا بادل سا پھیلتا چلا
گیا۔ کوٹھی کا کوئی حصہ سلامت نہ رہا تو اسحاق نے اندر حملے کا حکم
دے دیا اور پولیس اب بے تحاشا فائرنگ کرتی ہوئی کوٹھی میں
داخل ہو گئی۔ ان کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی بڑی فوج
کے خلاف باقاعدہ لڑ رہے ہوں۔ طاہر ایک طرف خاموش کھڑا اس
آپریشن کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔
اسے یقین تھا کہ اب مجرموں کی لاشوں کے حصے ہی ملنے ہیں مجھے

نے جلائے ہوئے انداز میں کہا اور پھر تیزی سے تہہ خانہ کی طرف

ں داخل ہو گیا۔

پادری کوٹھی گھومنے اور اس کا جگہ جگہ سے ملبہ ہٹانے کے باوجود وہاں کسی انسان کی لاش یا اس کا کوئی حصہ نظر نہ آیا۔ البتہ تباہ شدہ کاروں کے حصے وہاں بکھرے پڑے تھے۔ اور طاہر بیگ یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کوٹھی کے ملبے کو دیکھ رہا تھا جیسے ابھی کسی کسی اینٹ کے نیچے سے مجرم یا ان کی لاشیں نظر آ جائیں گی۔

"سر۔ میرا خیال ہے۔ اس کوٹھی سے کوئی خفیہ راستہ یقیناً تھا ہے اور مجرم اس راستے سے نکل گئے ہیں" ۔۔۔ اسحاق نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کہاں ہے وہ راستہ ڈھونڈو" ۔۔۔ طاہر بیگ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"سر کوٹھی تباہ ہو چکی ہے۔ اب راستہ کیسے ڈھونڈیں" ۔۔۔ اسحاق نے جواب دیا۔

"الو کے تخم۔ اب راستہ کیسے ڈھونڈیں۔ تمہاری وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ اتنا بڑا آپریشن ہوا اور نتیجہ کیا نکلا صفر۔ اب میں اعلیٰ حکام کو کیا جواب دوں گا۔ تمہارا سر" ۔۔۔ طاہر بیگ نے اپنے بال نوچتے ہوئے کہا۔

اس کا چہرہ اس وقت شدید ترین جھنجھلاہٹ کا شاہکار نظر آ رہا تھا اور اسحاق خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے وہ کیا جواب دے سکتا تھا۔

آقا جمشید اپنی مخصوص کار میں بیٹھا انتہائی تیز رفتاری سے ہیڈ کوارٹر کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔ اس کا چہرہ غصے اور وحشت سے بگڑا ہوا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اور وہ اس وقت کسی انسان کی بجائے بھوکا درندہ نظر آ رہا تھا۔ ہیڈ کوارٹر کی طرف مڑنے والی بائی روڈ پر پہنچتے ہی اس نے کار کی رفتار آہستہ کی اور بیک مرر میں اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کے بعد وہ بائی روڈ پر مڑ گیا۔ اسے بس اچانک یہی خیال آ گیا تھا کہ کہیں مجرم اس کی گھات میں نہ ہوں کیونکہ ظاہر ہے ہیڈ کوارٹر کی تباہی کا مشن گو اس کی آمد یقینی تھی۔ لیکن بہرحال احتیاط کرنا پڑی۔ وہ کار دوڑاتا سیدھا ہیڈ کوارٹر کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا اور گیٹ کے اندر کی طرف دور تک ہیڈ کوارٹر کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ جب اس نے کار اندر آگے بڑھائی جہاں کبھی تھا اس کا ہیڈ ہیڈ کوارٹر کی عمارت کو دیکھ کر اس کی چیخیں رہ گئیں۔ پوری عمارت ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا۔

کر دی گئی تھی۔ صرف عمارت کی چھتیں سلامت تھیں۔ باقی دیواریں، دروازے اور فرش یوں تباہ ہو گئے تھے کہ جیسے کسی بہت بڑی فوج نے اس پر حملہ کیا ہو۔ برآمدے میں راؤنڈ ہیڈز کی کٹی پھٹی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ وہ کار سے نیچے اترا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اندر داخل ہو گیا۔ اس نے ایک ہاتھ میں مشین گن تھام رکھی ہوئی تھی۔ اور وہ بے حد چوکنا تھا۔ کیونکہ ماشو کا پوائنٹ پر اسے اپنے کمانڈر تیمور کی موت ابھی تک یاد تھی۔ لیکن یہ عمارت خالی پڑی ہوئی تھی اور وہاں سوائے لاشوں کے اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ آقا جمشید دانتوں پر دانت جمائے پورے ہیڈ کوارٹر میں گھوم گیا۔ نچلے کمرے میں ٹیلیفون کے ساتھ اس راؤنڈ ہیڈ کی لاش موجود تھی جس نے اس تباہی کی اطلاع دی تھی۔ اسے خاصے زخم آئے تھے اور اس کے زخموں کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ یہ شخص خاصی قوت ارادی کا مالک تھا اس نے اس قدر شدید زخمی ہونے کے باوجود وہ اوپر سے گھسٹ کر نچلے کمرے میں پہنچا اور فون پر اطلاع بھی کر دی۔ ہیڈ کوارٹر کے نچلے حصے بالکل صحیح سلامت تھے۔ کسی چیز کو نہ چھیڑا گیا تھا۔ حتیٰ کہ اسلحہ خانہ بھی ویسے ہی موجود تھا۔ حالانکہ اسلحہ خانے میں اتنا اسلحہ موجود تھا کہ ایک بم بھی وہاں پھینک دیا جاتا تو ہیڈ کوارٹر تو ایک طرف دور دور کی عمارتیں زمین بوس ہو جاتیں۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ حملہ آوروں کو اپنے ساتھیوں کو چھڑا لے جانے سے دلچسپی تھی۔ وہ ہیڈ کوارٹر تباہ کرنے نہ آئے تھے۔ ہیڈ کوارٹر میں موجود تیس کے قریب راؤنڈ ہیڈز ہلاک ہو چکے تھے۔ آقا جمشید تیزی سے فون کی طرف بڑھا اور اس نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل

کرنے شروع کر دیئے۔

"یس پوائنٹ تھری۔ جاوید رضا اٹینڈنگ ۔۔۔" دوسری طرف سے ایک نوجوان کی آواز سنائی دی۔

"جاوید رضا میں آقا جمشید بول رہا ہوں۔ جولیا فائٹ گروپ نے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر کے یہاں موجود سارے راؤنڈ ہیڈز ہلاک کر دیئے ہیں۔ لیکن یہاں موجود سامان اور اسلحہ سلامت ہے۔ چونکہ ہیڈ کوارٹر جولیا فائٹ گروپ کی نظروں میں آ گیا ہے۔ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب ہیڈ کوارٹر تمہارا پوائنٹ نمبر دو ہو گا۔ یہاں سے آدمی بھیج کر تمام سامان اور اسلحہ نئے ہیڈ کوارٹر میں شفٹ کر دو۔" آقا جمشید نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس باس ۔۔۔" جاوید رضا نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اور سنو۔ میری طرف سے تمام راؤنڈ ہیڈز کو مطلع کر دو کہ وہ سب ہر وقت پوری طرح الرٹ رہیں۔ اب ہمیں جولیا فائٹ گروپ کا مقابلہ جارحانہ انداز میں کرنا ہو گا ۔۔۔" آقا جمشید نے کہا۔

"جارحانہ انداز سے۔ کیا مطلب ہے سر۔ میں سمجھا نہیں ۔۔۔" جاوید رضا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"مطلب یہ کہ اب تک وہ لوگ ہم پر حملے کرتے رہے ہیں۔ اب ہم نے انہیں تلاش کر کے ان پر حملہ کرنا ہے ۔۔۔" آقا جمشید نے جواب دیا۔

"بہت بہتر سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی سر ۔۔۔" جاوید رضا نے جواب دیا اور آقا جمشید نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

آقا جمشید چند لمحے کھڑا سوچتا رہا پھر اس نے رسیور اٹھا کر دوبارہ

نمبر ٹو ہل گئے۔

"عدنان بیگ سپیکنگ" ـــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے عدنان بیگ کی آواز سنائی دی۔

"میں جمشید بول رہا ہوں مسٹر ہیڈ کوارٹر سے۔ یہاں بے پناہ تباہی پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے سرخ راؤنڈ ہیڈز تنظیم کا ہیڈ کوارٹر پوائنٹ نمبر دو پر منتقل کر دیا ہے۔ تاکہ ہم اطمینان سے اس فائٹ گروپ کا کھوج نکال کر ان کا خاتمہ کر سکیں" ـــ آغا جمشید نے نرم لہجے میں کہا۔

"جمشید اس کی ضرورت نہیں ہے۔ طاہر بیگ کی پولیس نے ایک بار پھر فائٹ گروپ کا کھوج نکال لیا ہے۔ وہ گلشن کالونی کی کوٹھی میں ہیں۔ اور طاہر بیگ پولیس کے دستوں سے اس کوٹھی پر ریڈ کرنے والا ہے۔ اس بار وہ ان کا خاتمہ کر کے ان کی لاشیں ہمارے حوالے کر دے گا۔"

عدنان بیگ نے جواب دیا۔

"گلشن کالونی میں۔ کس کوٹھی میں" ـــ آغا جمشید نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"نمبر تو مجھے معلوم نہیں۔ بہرحال اب تک معاملہ ختم ہو چکا ہو گا۔"

عدنان بیگ نے جواب دیا۔

"اوکے۔ میں خود وہاں جا کر صورت حال کا پتہ کرتا ہوں" ـــ

آغا جمشید نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ تیزی سے راؤنڈ ہیڈز کی بکھری ہوئی لاشیں پھلانگتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر اس کی کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی گلشن کالونی کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ گلشن کالونی کی حدود میں داخل ہوا تو اس نے

سڑک پر اور عمارتوں کے سامنے بے شمار افراد کو ادھر ادھر ٹولیوں کی صورت میں کھڑے دیکھا۔ گلشن کالونی کے درمیان دھوئیں اور گرد کا ایک بڑا بادل سا پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا اور ہر طرف پولیس کی گاڑیاں بکھری ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ آغا جمشید کار آگے بڑھا لے گیا اور پھر اس نے پولیس جیپوں کے قریب جا کر کار روکی اور دروازہ کھول کر تیزی سے نیچے اتر آیا۔ اسی لمحے اسے تباہ شدہ کوٹھی کے اندر سے پولیس کمشنر طاہر بیگ واپس آتا ہوا دکھائی دیا۔

اس کا چہرہ لٹکا ہوا تھا۔ آغا جمشید تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"کیا ہوا۔ کیا گروپ مارا گیا" ـــ آغا جمشید نے قریب جا کر پوچھا۔

"نہیں مارا گیا۔ وہ کسی خفیہ راستے سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اب تباہ شدہ کوٹھی کا ملبہ اتنا ہے کہ راستہ بھی تلاش نہیں کیا جا سکتا۔" طاہر بیگ نے لٹکے ہوئے چہرے اور بجھے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ یہ لوگ تو شیطان ہیں شیطان۔ صاف بچ کر نکل جاتے ہیں لیکن اب میں خود میدان میں آ گیا ہوں۔ اب میں دیکھوں گا کہ یہ کیسے میرے ہاتھ سے بچ کر نکلتے ہیں" ـــ آغا جمشید نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے واپس اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار گلشن کالونی کی حدود سے باہر کی طرف جا رہی تھی۔ اب اس کا رخ نئے ہیڈ کوارٹر کی طرف تھا۔ وہ وہاں جاوید رضا کے ساتھ بیٹھ کر کوئی واضح لائحہ عمل تیار کرنا چاہتا تھا اور ابھی اس کی کار شہر کی طرف جانے والی سڑک پر چڑھی ہی تھی کہ اچانک سامنے سے آنے والی ایک کار کی

دونوں بتیاں دو بار مسلسل جلیں اور بجھ گئیں۔ یہ راؤنڈ ہیڈ کا مخصوص اشارہ تھا۔ چنانچہ آغا جمشید نے کار ایک طرف کر کے روک دی۔ پیچھے سے آنے والی کار بھی اس کے قریب آ کر رکی اور پھر اس میں سے ایک راؤنڈ ہیڈ اچھل کر باہر آ گیا۔

"کیا بات ہے آصف" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے کھڑکی سے سر نکال کر تحت لہجے میں پوچھا۔

"سر، مجھے ہیڈ کوارٹر سے تابندہ کی تلاش کا حکم دیا گیا تھا۔ میں نے اس گروپ کے ایک مرکز کو تلاش کر لیا ہے۔ میں نے ہیڈ کوارٹر فون کیا تھا لیکن وہاں سے کوئی جواب نہیں مل رہا۔ اس لئے سر میں نے آپ کو روکا ہے سر" ۔۔۔۔ آصف نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا کہاں ہے وہ مرکز" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"سر، لارسین روڈ پر ایک چھوٹا سا مکان ہے۔ اس مکان میں تابندہ گروپ کے چار افراد موجود ہیں۔ ان کے پاس ایک کار بھی ہے" ۔۔۔۔ راؤنڈ ہیڈ آصف نے جواب دیا۔

"کیا یہ لوگ گروپ کے اہم رکن ہیں یا معمولی سے لوگ ہیں" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے مکان کا نمبر نوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"سر، ان میں سے ایک آدمی کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں وہ تابندہ کا نمبر دو ہے اور اس کا اہم آدمی ہے" ۔۔۔۔ آصف نے جواب دیا۔

"اوہ ٹھیک ہے کہاں ہے وہ مکان۔ میرے ساتھ چلو ابھی" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے چونکتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے پیچھے آ جائیں" ۔۔۔۔ آصف نے اپنی کار کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں، تم کار بھیج دو اور میرے ساتھ آؤ" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے کہا تو آصف سر ہلاتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھا۔ اس نے ڈرائیور سے واپس جانے کا کہا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آغا جمشید کی کار کے پاس آیا اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"لارسین روڈ بتائی ہے تم نے" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے کہا۔

"یس سر لارسین روڈ۔ ہوٹل الاسکا کے ساتھ والی گلی میں مکان ہے" ۔۔۔۔ آصف نے جواب دیا اور آغا جمشید نے کار آگے بڑھا دی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کار میں نصب ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیڈ کوارٹر، راؤنڈ ہیڈ اوور" ۔۔۔۔ دوسری طرف سے جاوید کی آواز سنائی دی۔

"جاوید میں جمشید بول رہا ہوں۔ تم دس راؤنڈ ہیڈز کا ایک دستہ لارسین روڈ پر ہوٹل الاسکا کے قریب فوراً بھیج دو۔ میں وہیں موجود ہوں۔ وہ مجھ سے کنٹیکٹ کریں اوور" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیا۔

"بہتر سر۔ اوور" ۔۔۔۔ جاوید نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے کہا اور کار کی سپیڈ تیز کر دی۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد تھوڑی دیر میں وہ لارسین روڈ پہنچ گیا۔ اس نے ہوٹل الاسکا کے قریب پہنچ کر ایک سائیڈ میں اپنی کار روک دی اور خاموش بیٹھا رہا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد راؤنڈ

میٹرنگ کی دو کاریں تیزی سے اس کی کار کے قریب آ کر رکیں اور آغا جمشید
دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ آنے والی کاروں میں سے دس مسلح
راؤنڈ ہیڈز باہر آ گئے اور انہوں نے آغا جمشید کو بڑے ادب سے سلام

" آصف کے ساتھ جاؤ۔ گلی میں ایک مکان ہے۔ جہاں تقریباً چار گروپ
کے آدمی موجود ہیں۔ تم نے ان پر قابو پانا ہے اور سوائے باقی لوگوں کو
ہلاک کر دینا صرف ایک آدمی جس کے متعلق جاوید بتائے اسے
زندہ رہنا چاہئے۔ سمجھے۔ میں یہاں انتظار کر رہا ہوں۔ جب آپریشن
مکمل ہو جائے تو تم مجھے اطلاع کر دینا میں وہاں آ جاؤں گا" ـــــ
آغا جمشید نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

" سر۔ اس آدمی کو ہم اٹھا کر ہیڈ کوارٹر لے چلیں۔ وہاں اس
سے زیادہ آسانی سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں" ـــــ آصف
نے کہا۔

" نہیں ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ جاؤ جلدی کرو" ـــــ
آغا جمشید نے کہا اور سب راؤنڈ ہیڈز سر ہلاتے ہوئے جاوید کی
رہنمائی میں اس گلی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ان کی کاریں وہیں رہ گئیں۔
آغا جمشید اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد جاوید واپس آ گیا۔

" سر کام مکمل ہو گیا ہے۔ مکان میں چار افراد تھے۔ چاروں کو قابو
کر لیا گیا تھا لیکن آپ کے حکم کی تکمیل میں تین کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔
چوتھا زندہ ہے" ـــــ آصف نے کہا۔

" اوہ ٹھیک ہے آؤ" ـــــ آغا جمشید نے کہا اور پھر وہ آصف
کے ساتھ چلتا ہوا اس گلی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ آصف اس کے

ساتھ تھا۔ گلی میں داخل ہو کر وہ ایک مکان کے دروازے پر پہنچے
ے کے اندر کی طرف ایک راؤنڈ ہیڈ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے
کھول دیا اور آغا جمشید اندر داخل ہو گیا۔ پچھلے سے اس مکان کے
ے میں تین افراد کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں لیے جسم گولیوں سے چھلنی
پڑے تھے۔ جبکہ چوتھے آدمی کے ہاتھ اور پیر بندھے ہوئے
وہ برآمدے کے فرش پر ہی اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اور ایک
ہیڈ نے اپنا ایک پیر اس کے جسم پر رکھا ہوا تھا۔

سے اٹھا کر اندر لے آؤ" ـــــ آغا جمشید نے کہا اور پھر وہ ایک
میں داخل ہو گیا۔ یہاں چار کرسیاں اور ایک میز پڑی ہوئی تھی۔
لے بندھے ہوئے آدمی کو اندر لایا گیا۔

کرسی پر بٹھا کر باندھ دو" ـــــ آغا جمشید نے اسے غور
ہوئے کہا۔ وہ مقامی آدمی تھا۔ لیکن ایسی صورت حال میں بھی اس
چہرے پر گھبراہٹ کا کوئی تاثر موجود نہ تھا۔ بس سپاٹ سا چہرہ
وہ خاموش تھا۔ راؤنڈ ہیڈ نے اسے کرسی پر بٹھا کر رسی
باندھ دیا

اب پہلے اس پورے مکان کی مکمل تلاشی لو" ـــــ آغا جمشید
آصف سے مخاطب ہو کر کہا۔

ہم لے چکے ہیں سر۔ تھوڑے سے اسلحہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں
البتہ ایک ٹرانسمیٹر یہاں موجود ہے" ـــــ ایک راؤنڈ ہیڈ نے
لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے تم راؤنڈ ہیڈز باہر نگرانی کرو" ـــــ آغا جمشید نے

کہا اور وہ مسلح افراد سر ہلاتے ہوئے تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئے۔

" اس کا کیا نام ہے آصف " ۔۔۔ آقا جمشید نے قریب کھڑے ہوئے آصف سے مخاطب ہو کر کہا۔

" جناب۔ اس کا نام کمال بیگ ہے۔ یہ تاپار کا اہم آدمی ہے۔ اس کے سمگلنگ ریکٹ کا انچارج بھی ہے۔ جرائم پیشہ افراد میں اس کا اچھا خاصا اثر اور رعب ہے " ۔۔۔ آصف نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

" سنو کمال بیگ۔ مجھے تو تم پہچانتے ہی ہو گے " ۔۔۔ آقا جمشید نے آگے بڑھ کر کرخت لہجے میں کمال بیگ سے مخاطب ہو کر کہا۔

" اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ تم آقا جمشید ہو۔ راؤنڈ بلیک تنظیم کے سربراہ " کمال بیگ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

" تو پھر یہ بھی جانتے ہو گے کہ میری نظر میں کسی انسان کی کیا وقعت ہے " ۔۔۔ آقا جمشید نے غراتے ہوئے کہا۔

" اچھی طرح جانتا ہوں۔ مگر تم میری بوٹیاں تو علیحدہ کر سکتے ہو لیکن اپنی تنظیم کے خلاف کوئی معلومات تمہیں مجھ سے نہیں مل سکتیں " ۔۔۔ کمال بیگ نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا آقا جمشید کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی میں حرکت میں آیا اور زور دار تھپڑ کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ کمال بیگ کا سر تھپڑ کھا کر گھوم گیا۔ اس کا گال پھٹ گیا تھا اور منہ سے بھی خون کی لکیر سی نکلنے لگی تھی اس کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار ابھر آئے تھے۔ لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔

" بتاؤ تاپار کہاں ہے اور اس نے جولیا فائٹ گروپ کو کہاں چھپا رکھا ہے " ۔۔۔ آقا جمشید نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا۔

" بتاؤ ورنہ ۔۔۔۔ " آقا جمشید نے خنجر کمال بیگ کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

" مجھے نہیں معلوم " ۔۔۔ کمال بیگ نے جواب دیا اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے بھیانک چیخ نکلی اور وہ بندھے ہونے کے باوجود کرسی پر بری طرح تڑپنے لگا۔ اس کی دائیں آنکھ کا ڈھیلا کٹ کر باہر آ گیا تھا اور اس کی آنکھ سے خون اور مواد بہنے لگا تھا۔ آقا جمشید نے خنجر کے ایک ہی وار سے اس کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکال دیا تھا۔ کمال بیگ کا پورا جسم بری طرح لرز رہا تھا۔

" بتاؤ ورنہ دوسری آنکھ کا بھی یہی حشر ہو گا " ۔۔۔ آقا جمشید نے پوری قوت سے اس کے بازو میں خنجر گھونپتے ہوئے کہا۔ اور کمال بیگ کے حلق سے مسلسل چیخیں برآمد ہونے لگیں۔

" مجھے مار ڈالو۔ مار ڈالو۔ مجھے نہیں معلوم " ۔۔۔ کمال بیگ نے چیختے ہوئے جواب دیا۔

" آصف " ۔۔۔ آقا جمشید نے مڑ کر کہا۔

" یس سر " ۔۔۔ آصف نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

" اس کے ہاتھوں کے اور پیروں کی تمام انگلیاں کاٹ ڈالو " ۔۔۔ آقا جمشید نے خون آلود خنجر آصف کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور آصف نے خنجر ہاتھ میں لیتے ہی بڑی پھرتی سے اس کے کرسی کے

بازو پر جھکے ہوئے ہاتھ پر وار کیا اور کمال بیگ کی دو انگلیاں کٹ کر فرش پر جا گریں۔ جیسے انھیں ٹوکے سے کاٹ دیا گیا ہو۔

"جو جب بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ رک جاؤ" ___ کمال بیگ نے خوفناک انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ وہ شاید اس بھیانک تشدد کی تاب نہ لا سکا تھا۔ اس کی انگلیوں سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔

"بتاؤ اور سنو یہ آقا جمشید کا وعدہ ہے اگر تم نے سچ سچ بتا دیا تو صرف تمھیں معاف کر دیا جائے گا بلکہ اگر تم چاہو تو تمھیں بلاؤ تنظیم میں اعلیٰ عہدہ بھی دیا جائے گا اور ٹاپ گروپ سے مکمل تحفظ بھی ملے گا" ___ آقا جمشید نے کہا۔

"وہ اس وقت تبریز کالونی کی کوٹھی نمبر تیرہ نانوے سلسلے میں موجود ہیں" کمال بیگ نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔

"جولیا فائٹ گروپ کہاں ہے" ___ آقا جمشید نے پوچھا۔

"وہ بھی وہیں ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تک جانے لگے ٹرانسمیٹر پر کال کرنے پر انھیں اس کوٹھی میں دو کاریں پہنچانے کا بندوبست کرنے کا ابھی کال مکمل ہوئی تھی کہ تم لوگوں نے حملہ کر دیا" ___ کمال بیگ نے جواب دیا۔

"کس فریکوئنسی پہ بات کرتے ہو اور کوڈ کیا ہے" ___ آقا جمشید نے پوچھا۔

"تھری ایس تھری تھری۔ ایسٹ اور کوڈ سپر مارکیٹ ہے" ___ کمال بیگ نے جواب دیا اور جیسے ہی اس کی بات مکمل ہوئی کمال بیگ پر فائر کھول دیا گیا اور کمال بیگ کا جسم بری طرح تڑپنے لگا۔

آقا جمشید نے چار گولیاں ماریں اور چاروں اس کے دل میں گھستی چلی گئیں اور چند لمحے تڑپنے کے بعد کمال بیگ نے دم توڑ دیا۔

"ٹرانسمیٹر کہاں ہے الف" ___ آقا جمشید نے ریوالور کو واپس ہولسٹر میں ڈالتے ہوئے آصف سے کہا اور آصف تیزی سے کمرے کی دیوار میں نصب ایک الماری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں سے ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر لا کر رکھ دیا۔

"کمال بیگ کی بتائی ہوئی فریکوئنسی سیٹ کرو" ___ آقا جمشید نے غراتے ہوئے کہا۔

"سر وہ ہوشیار ہو جائیں گے" ___ آصف نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو" ___ آقا جمشید نے غراتے ہوئے کہا اور آصف نے جلدی سے فریکوئنسی سیٹ کرنا شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد اس نے ہاتھ ہٹا لیا۔

"فریکوئنسی سیٹ ہو گئی جناب" ___ آصف نے جواب دیا۔

"یہاں فون ہے" ___ آقا جمشید نے پوچھا۔

"یس سر ہے۔ دوسرے کمرے میں ہے" ___ آصف نے جواب دیا۔

"لے آؤ یہاں" ___ آقا جمشید نے کہا اور آصف تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ فون اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے وہاں موجود ساکٹ میں اس کا پلگ لگایا اور فون میز پر آقا جمشید کے سامنے رکھ دیا۔ اور آقا جمشید نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"یس جاوید سپیکنگ" ___ چند لمحوں بعد دوسری طرف

سے ہیڈ کوارٹر انچارج جاوید کی آواز سنائی دی۔

"جاوید میں آغا جمشید بول رہا ہوں۔ فریکوئنسی سپاٹ چیکنگ مشین آن آرڈر ہے ناں" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے غراتے ہوئے کہا۔

"فریکوئنسی سپاٹ چیکنگ مشین سر۔ یس سر۔ بالکل آن آرڈر ہے سر" ۔۔۔۔ جاوید نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سنو اسے آن کرو اور فریکوئنسی تھری الیون تھرٹی تھری ایسٹ پر میں ٹرانسمیٹر آن کر رہا ہوں۔ تم نے صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ اس فریکوئنسی کا اس وقت سپاٹ کیا ہے۔ سمجھ گئے" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے کہا۔

"یس سر سمجھ گیا سر" ۔۔۔۔ جاوید نے جواب دیا۔

"او۔ کے احتیاط سے سپاٹ چیک کرنا" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے کہا اور پھر رسیور رکھ کر وہ چند لمحے خاموش کھڑا رہا تاکہ جاوید اس دوران فریکوئنسی سپاٹ چیکنگ مشین کو ایڈجسٹ اور آن کر سکے پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر میں سے سیٹی کی ہلکی سی آواز نکلنے لگی۔

"ہیلو ہیلو سپر مارکیٹ ہیلو سپر مارکیٹ" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے آواز بدل کر بات کرتے ہوئے کہا۔ وہ بار بار یہی فقرہ دہرا رہا تھا۔

"یس سپر مارکیٹ اٹنڈنگ" ۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک آواز ٹرانسمیٹر سے نکلی اور آغا جمشید کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیونکہ وہ قاچار کی آواز کو فوراً ہی پہچان گیا تھا۔

"ہیلو ہیلو ہیلو" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے دو چار بار ہیلو ہیلو

کہہ کر بغیر اوور کہے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ اب اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ کمال بیگ نے فریکوئنسی درست بتائی ہے۔ لیکن وہ کوئی فقرہ بول کر انہیں چونکانا نہ چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ دوسری طرف رابطہ قائم ہوتے ہی فریکوئنسی سپاٹ چیکنگ مشین نے سپاٹ لوکیشن ظاہر کر دی ہو گی۔ اس لئے اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا تھا اور پھر اس نے تیزی سے رسیور اٹھایا اور دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ہیڈ کوارٹر رانڈ منڈ" ۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔ یہ آواز جاوید کی نہ تھی۔

"آغا جمشید سپیکنگ۔ جاوید کہاں ہے" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے کہا۔

"وہ سر مشین روم میں ہیں سر" ۔۔۔۔ دوسری طرف سے فوراً ہی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"بلاؤ اسے جلدی" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے کہا اور دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جاوید کی آواز سنائی دی۔

"یس سر جاوید بول رہا ہوں سر"

"کیا سپاٹ ہے" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے پوچھا۔

"سر تبریز کالونی۔ سپاٹ پر ابھری ہے لیکن چونکہ زیادہ دیر ٹرانسمیٹر آن نہیں رہا۔ اس لئے صحیح لوکیشن چیک نہیں ہو سکی" ۔۔۔۔ جاوید نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اتنا ہی کافی ہے" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے تیز لہجے میں کہا اور اس نے تیزی سے رسیور کریڈل پر پھینکا اور دروازے کی طرف لپکا۔ آصف اور دوسرے ساتھی بھی باہر پہنچ گئے۔

چند لمحوں بعد وہ سب باری باری گلی سے نکل کر اپنی کاروں کے قریب آ گئے۔

"سنو تبریز کالونی کی کوٹھی نمبر نائنٹی ٹو میں ہمارے مخالف موجود ہیں۔ ہم نے وہاں ریڈ کرنا ہے۔ اسی قسم کا ریڈ جیسا کہ یہاں کیا تھا۔ لیکن وہاں کسی کو زندہ نہیں چھوڑنا۔ جو سامنے آئے اڑا دو" ــــــ آغا جمشید نے کار میں بیٹھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا اور اس کے ساتھی سر ہلاتے ہوئے اپنی اپنی کاروں کی طرف دوڑ پڑے۔ چند لمحوں بعد تینوں کاریں آگے پیچھے دوڑتی ہوئیں تبریز کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھیں۔

"میں شرمندہ ہوں عمران" ــــــ جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اچھا اب تک تو میں تمہیں جولیا سمجھتا رہا۔ کیا نام بدل لیا ہے۔ یا میرے پہچاننے میں کوئی فرق آ گیا ہے" ــــــ عمران نے چونکتے ہوئے جواب دیا اور جولیا بے اختیار مسکرا دی۔

"مجھے یہ تصور بھی نہ تھا کہ اس طرح بھی ہم پر چھاپہ مارا جا سکتا ہے" جولیا نے کہا۔

"ہاں پہلے وہ اخبار میں اشتہار دیتے پھر ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر وقفے وقفے سے اعلانات کئے جاتے۔ اس کے بعد علاقے میں منادی کی جاتی۔ تب تمہیں سوچ آ سکتی تھی۔ وہ احمق تو سب کچھ کئے بغیر آ گئے" ــــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور عمران کے ساتھ بیٹھا ہوا آغا جبار بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ جولیا آغا جبار کے اس طرح ہنسنے پر اور زیادہ سمٹ گئی۔

"قاچار تمہاری توجہ شاید صرف گننے پر ہی ہے۔ میرے بھائی گننے کے لئے تو پوری عمر پڑی ہے۔ فی الحال اگر گننے سے باز رہ سکو تو ذرا بیک مرر پر بھی توجہ کر لو۔ پولیس کاریں مسلسل ہمارے پیچھے آ رہی ہیں"۔۔۔ عمران نے طنزیہ لہجے میں قاچار سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور قاچار عمران کے الفاظ سنتے ہی بری طرح چونک پڑا اور چند لمحے بعد اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار ابھر آئے۔

"عمران صاحب واقعی پولیس ہماری نگرانی کر رہی ہے۔ ہمیں ٹریس کر لیا گیا ہے۔ اب ان سے کیسے پیچھا چھڑائیں"۔۔۔ قاچار کے لہجے میں شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

"گھبرانے سے بات نہیں بنا کرتی قاچار۔ میری ڈکشنری میں گھبراہٹ کا معنی موت لکھا ہوا ہے۔ تم صرف یہ بتاؤ کوئی ایسی عمارت ہے جہاں سے کوئی خفیہ راستہ دور نکلتا ہو"۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ ہاں ہے۔ گلشن کالونی میں ایک کوٹھی ابھی حال ہی میں ہمارے گروپ نے خریدی ہے اس میں ایک خفیہ راستہ ہے جو کافی دور جا کر ایک چھوٹے سے مکان میں کھلتا ہے۔ یہ مکان بھی اس کوٹھی کے ساتھ ہی خریدا گیا ہے"۔۔۔ قاچار نے تیز لہجے میں کہا۔

"گڈ۔ اب سیدھے گلشن کالونی کی اس کوٹھی میں چلو۔ ہم کاریں وہاں چھوڑ کر اس خفیہ راستے سے نکل کر اس مکان میں پہنچیں گے۔ اور پھر وہاں سے ٹیکسیوں میں بیٹھ کر محفوظ مقام کی طرف چلے جائیں گے"۔۔۔ عمران نے پوری تفصیل سے پروگرام بتاتے ہوئے کہا۔

"گڈ عمران صاحب۔ آپ واقعی ذہین ہیں"۔۔۔ قاچار نے مسرت

سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"نہیں میرے بھائی۔ میں تو احمق سا آدمی ہوں۔ بے شک جولیا سے پوچھ لو"۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور قاچار مسکرا دیا۔ دوسری کار ان کے پیچھے آ رہی تھی۔ اس سے پہلے ہی قاچار نے اپنی کار گلشن کالونی کی طرف موڑ دی۔ پچھلی کار بھی اسی طرف مڑ گئی اور دس منٹ کی مزید ڈرائیونگ کے بعد وہ گلشن کالونی میں داخل ہو گئے۔ پولیس کاریں مسلسل ان کی نگرانی کرتی چلی آ رہی تھیں۔ قاچار نے ایک کوٹھی کے بند گیٹ کے سامنے جا کر کار روکی اور پھر تیزی سے نیچے اتر کر وہ پھاٹک کی طرف بڑھا۔ اس نے پھاٹک کے ستون پر لگی ہوئی کال بیل کے بٹن کو مخصوص انداز میں تین بار دبایا تو کوٹھی کا پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔ قاچار دوبارہ کار میں آ کر بیٹھا۔ پھر کار کو لے جاتے ہوئے پھاٹک سے اندر لیتا چلا گیا۔ دوسری کار بھی اس کے پیچھے اندر آ گئی۔ اور دوسری کار کے اندر آنے کے بعد قاچار نے کار سے نکل اور پھر بھاگ کر واپس گیا اور پھاٹک کو بند کر کے دوبارہ دوڑ کر اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں کاریں پورچ میں جا کر رک گئیں اور وہ سب نیچے اتر آئے۔

"کاروں میں سے سب سامان نکال لو جلدی کرو۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا ہے"۔۔۔ قاچار نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور پھر کاروں میں موجود اسلحہ کے بیگ باہر نکال لیے گئے۔ اور قاچار کی رہنمائی میں چلتے ہوئے وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچے۔ قاچار نے سوئچ بورڈ کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی کمرہ کسی لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا۔ کافی گہرائی میں جا کر جب کمرہ رکا تو قاچار نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول

دیا۔ اب دروازے کی دوسری طرف ایک طویل سرنگ نظر آ رہی تھی جو بالکل پختہ اور خاصی کھلی تھی۔

”آئیے سر“ —— قاچار نے سرنگ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اور جب سب لوگ سرنگ میں داخل ہو گئے تو قاچار نے دروازہ بند کر کے اس کے کونے میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور کمرہ واپس اوپر کی طرف اٹھتا چلا گیا۔ اور کمرے کی جگہ کنویں نما خلاء سا بن گیا اور پھر وہ سب تیزی سے سرنگ میں چلتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ تقریباً بیس منٹ تک چلنے کے بعد سرنگ کا اختتام ہوا اور یہاں سے سیڑھیاں اوپر کی طرف جا رہی تھیں۔ سیڑھیوں کا اختتام ایک دروازے پر ہوا قاچار نے دروازے کی زنجیر ہٹائی اور پھر دروازہ کھول دیا۔ اب وہ ایک اور کمرے میں تھے۔ اس کمرے سے گزر کر وہ ایک راہداری میں سے گزرتے ہوئے صحن میں آئے اور پھر بیرونی دروازے تک پہنچ گئے۔ قاچار نے دروازہ کھولا اور وہ سب باہر نکل آئے۔ اب وہ ایک اور سڑک پر تھے۔ مکان کے دروازے پر نجی فرم کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ قاچار نے دروازہ بند کر کے اس میں لگی ہوئی ایک مٹھ کو گھمایا تو دروازہ اندر سے بند ہو گیا۔ اور سب پیدل فٹ پاتھ پر چلنے لگے جیسے ٹہلنے کے لئے نکلے ہوں۔

”اب ہمیں تبریز کالونی کوٹھی نمبر ننانوے میں جانا ہے۔ وہ محفوظ ترین جگہ ہے“ —— قاچار نے سب سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر علیحدہ علیحدہ ٹیکسیاں بھی نہ ملیں تو وہ سب آسانی سے وہاں تک پہنچ جائیں اور پھر ایک خالی ٹیکسی انہیں مل گئی۔ عمران نے قاچار اور چند ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ اس ٹیکسی میں بیٹھ کر آگے

روانہ ہو گئے۔ تھوڑا سا دور چلنے کے بعد باقی کو بھی ٹیکسی مل گئی اور اس طرح تھوڑی دیر بعد وہ سب تبریز کالونی کی کوٹھی نمبر ننانوے میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ عمران نے خاص طور پر تعاقب کا خیال رکھا۔ لیکن اسے اس بار تعاقب میں کوئی نظر نہ آیا تھا۔

”اب کیا پروگرام ہے“ —— قاچار نے کوٹھی میں پہنچتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”میں نے کیا پروگرام بنانا ہے۔ ہمارے گروپ کی لیڈر ہی پروگرام بنائے گی“ —— عمران نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ وہ سب اس کمرے میں صوفوں پر بیٹھے تھے۔ البتہ قاچار نے اپنے ساتھیوں سے باہر جا کر نگرانی کا کہہ دیا تھا اور اب کمرے میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ صرف قاچار ہی موجود تھا۔

”میرا خیال ہے اب اس گروپ کا نام جولیا فائٹ گروپ کی بجائے عمران فائٹ گروپ کر دیا جائے۔ مجھے اب اس پر کوئی اعتراض نہیں“ —— جولیا نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ارے ارے۔ کیوں میری جنس تبدیل کرنا چاہتی ہو۔ [illegible] تو بس مرد ہی رہنے دو۔ میں عورتوں کی غلامی میں ہی خوش ہوں“ —— عمران نے خوفزدہ چہرہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔ جنس کی تبدیلی کا یہاں کیا تُک ہے“ —— صفدر نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”دیکھو صفدر بھائی۔ تم نے تو نفسیات میں ماسٹر ڈگری لی ہوئی ہے اب تم خود سوچو فائٹ یعنی لڑائی تو عورتوں کا کام ہے مرد بے چارے

تو بس نام کے ہی مرد ہوتے ہیں۔ لڑائی میں بس اتنا حصہ لے سکتے ہیں کہ اپنی طرف آنے والی ہر چیز سے اپنے آپ کو بچا سکیں اور پھر دم دبا کر لاحول ولا قوۃ تو ہوتی نہیں اس لئے کان دبا کر گھر سے باہر نکل جائیں۔ اور اپنے مرد ساتھیوں کے سامنے سینہ پھلا کر کہہ سکیں کہ دیکھو ہم مرد ہیں اور ہمت مرداں مدد خدا کا محاورہ بھی شاید اسی لئے بنایا گیا ہے کہ جو مرد لڑائی برداشت کرنے کی ہمت رکھتے ہوں۔ ان کی اللہ تعالیٰ اس طرح مدد کرتا ہے کہ ان میں مزید قوت برداشت کر دیتا ہے ــــــ" عمران کی زبان چل نکلی اور ظاہر ہے اس میں بریک نام کی تو کوئی چیز تھی ہی نہیں جو وہ آسانی سے رک سکتی۔

"گروپ کا نام عمرانیہ فائٹ گروپ رکھ لیا جائے۔ تب بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ــــــ" تنویر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تنویر فائٹ گروپ رکھ لو۔ تو نام کو مونث بنانے کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ دونوں طرف ہی چلتا ہے یہ نام ــــــ" عمران نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا اور قاچار سمیت سب ہنس پڑے۔ عمران کی اس گفتگو کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ جولیا اور اس کے ساتھیوں کے لٹکے ہوئے چہرے دوبارہ بحال ہو گئے۔

"عمران صاحب۔ میرا سوال درمیان میں ہی رہ گیا ــــــ" قاچار نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بتاؤ بھئی جولیا۔ کیا پروگرام ہے ــــــ" عمران نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جولیا کا پروگرام میں بتا دیتا ہوں ــــــ" تنویر نے فوراً ہی کہا اور

سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"اچھا تو نوبت بہ این جا رسید۔ گڈ۔ میں جا کر بتا دوں گا۔ رقیب روسیاہ کو ــــــ" عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا اور روسیاہ کے لفظ سے باقی سب لوگ تو سمجھ گئے کہ عمران کا مطلب ایکسٹو سے ہے۔ البتہ قاچار اس نے مسکرا دیا کہ اسے یہ محاورہ پسند آیا تھا۔

"بس جولیا کا پروگرام ہو گا واپس چلو۔ یہاں تو سوائے بے ہوشی کے اور کوئی ایکشن ہی نظر نہیں آتا ــــــ" تنویر نے عمران کی بات نظر انداز کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تنویر تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو ــــــ" جولیا نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"لو بھئی تنویر فائٹ شروع۔ اب جنگ تو ــــــ" عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور تنویر مسکرا دیا۔

"عمران میں نے کہہ دیا ہے کہ اب اگر یہ گروپ باقی رہے گا تو اسے تم لیڈ کرو گے اور بس ورنہ میں اپنی ناکامی کی رپورٹ بھیج دیتی ہوں ــــــ" جولیا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سنو جولیا اس طرح بات نہیں بنے گی۔ تم تو خود کہتی تھیں کہ تمہیں کام کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ سارا کام عمران کر لیتا ہے اور اب موقع ملا ہے تو تم خود اس موقع سے دستبردار ہونا چاہتی ہو ــــــ" عمران نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"وہ میری ہی غلط فہمی تھی اور میں اپنی غلط فہمی پر شرمندہ ہوں ــــــ" جولیا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر تو واقعی تنویر کی بات درست ہے۔ لیکن اب میں جولیا فائٹ

گروپ میں شامل ہو چکا ہوں۔ اس لئے اب واپسی تو نہیں ہو سکتی۔" عمران نے کہا۔

"عمران صاحب آپ مشورہ تو دے سکتے ہیں" ___ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"مشورہ ہاں مشورہ تو مفت ہی ہوتا ہے۔ چلو تم بھی کیا یاد کرو گے کہ مشورہ لیا تھا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ ہم سب شادیاں کر لیں۔ گھر بسائیں بچے پیدا کریں۔ ان کی تعلیم و تربیت کریں اور پاکیشیا ترکی دوستی کی انجمن بنا کر ان سب بچوں کو ان کا لائف ممبر بنا لیں" ___ عمران نے جواب دیا اور جولیا نے بُرا سا منہ بنا لیا۔

"عمران صاحب میرا خیال ہے۔ مجھے اجازت دیجئے۔ آپ پروگرام طے کر لیں پھر میں آ جاؤں گا" ___ قاچار نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ شاید سمجھ گیا تھا کہ عمران فی الحال آرام کرنے کے موڈ میں ہے

"تم ایسا کرو قاچار کہ ہمارے لیے دو کاروں کا بندوبست کر دو۔ ایک تو تم اب لے جاؤ گے دو اور آ جائیں گی تو ہم آسانی سے شہر کی سیر کر لیں گے۔ بڑا خوبصورت شہر ہے" ___ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں انتظام کر دیتا ہوں" ___ قاچار نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ مڑ کر تیزی سے ایک الماری کی طرف بڑھا اور اس نے اس میں سے ایک ٹرانسمیٹر نکال کر درمیان میں رکھی ہوئی میز پر رکھ دیا اور اس کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد اس نے اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو سپر مارکیٹ ہیلو اوور" ___ قاچار نے مائیک میں بولتے ہوئے کہا۔

"یس سپر مارکیٹ اٹینڈنگ اوور" ___ چند لمحوں بعد ایک آواز ٹرانسمیٹر پر ابھری۔

"کمال بیگ میں قاچار بول رہا ہوں اوور" ___ قاچار نے اس بار اصل نام لیتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ فرمائیے اوور" ___ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"تم دو کاریں پوائنٹ نمبر سولہ سے یہاں تبریز کالونی کی کوٹھی نمبر [illegible] لے پر بھجوا دو۔ جانتے ہو دو شخص کو ان کی ضرورت ہے اوور" ___ قاچار نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے سر۔ میں سمجھ گیا۔ میں تھوڑی دیر میں بھجوا دیتا ہوں۔ اوور" ___ کمال بیگ کی آواز سنائی دی۔

"احتیاط سے۔ کوئی مشکوک نہ ہو اور کاریں بھی صاف ہوں اوور" ___ قاچار نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں مگر آپ بے فکر رہیں اوور" ___ دوسری طرف سے کمال بیگ نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ___ قاچار نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"تھوڑی دیر میں کاریں پہنچ جائیں گی۔ کوڈ سپر مارکیٹ ہی رہے گا۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔ میں نے شہر میں کچھ انتظامات کرنے ہیں۔ میں رات کو کنٹیکٹ کر لوں گا۔ کوڈ سپر مارکیٹ بھی ٹھیک ہے نا" ___ قاچار نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔ قاچار ٹرانسمیٹر کو اسی طرح میز پر چھوڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"تم قاچار کے سامنے کیوں جولیا فائٹ گروپ کی اہمیت گھٹانے پر تل جاتی ہو۔ گروپ کے قصیدے پڑھ پڑھ کر میرا حلق سوکھ گیا ہے۔ اور تم الٹا ان سے شرمندہ ہونے بیٹھ جاتی ہو"۔۔۔ عمران نے قاچار کے جانے کے بعد جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"لیکن اب کیا کروں۔ مجھے تو کوئی پروگرام ہی سمجھ میں نہیں آ تا عجیب سی کیفیت ہو رہی ہے میری"۔۔۔ جولیا نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"مسز جولیا فائٹ گروپ کا مطلب ہوتا ہے۔ فائٹ۔ اور بس۔ لئے پروگرام بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے یہاں کوئی سی کرنی ہے"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"لیکن فائٹ کس طرح کریں"۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"جس طرح عورتیں کرتی ہیں۔ طعنے۔ شکوے اور آخر میں شور"۔۔۔ عمران ایک بار پھر مذاق پر اتر آیا۔

"عمران صاحب۔۔۔ اب میرا خیال ہے مذاق بہت ہو چکا ہے۔ ہمیں مشن کے متعلق سوچنا چاہئے"۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ ہم دو گروپ بن جائیں۔ ایک گروپ اسلحہ اٹھائے وونوں کاروں میں نکل کھڑا ہو۔۔۔ جتنے کیفے۔ بار اور راؤنڈ ہیڈ کے اڈے نظر آئیں۔ ان پر فائر کھول دیں اور پے در پے انہیں تباہ کرتا جائے۔ جہاں کہیں راؤنڈ ہیڈ کی کار نظر آئے اسے تباہ کر دے اور دوسرا گروپ آقا جمشید اور عدنان بیگ کے قتل کا مشن بنا کر چل پڑے۔ اس طرح ہم راؤنڈ ہیڈ تنظیم کا خاتمہ بالخیر کر سکتے ہیں"۔۔۔ عمران نے تجویز پیش

کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ یہاں پولیس بھی تو ہمارے خلاف ہے۔ اس طرح ہوٹل فائر کے بعد پولیس ہمارے پیچھے لگ جائے گی"۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"اس کے لئے ایک اور پروگرام بنایا جا سکتا ہے۔ جہاں تک میں نے سمجھا ہے۔ طاہر بیگ پولیس کمشنر راؤنڈ ہیڈ کا آدمی ہے۔ اگر ہم طاہر بیگ کو ختم کر کے اس کا روپ دھار لیں تو ہم پولیس کو بھی ایکشن لینے سے منع کر سکتے ہیں اور اس کے میک اپ میں آقا جمشید اور عدنان بیگ کو بھی آسانی سے ٹریپ کیا جا سکتا ہے"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر میرے خیال میں اس تجویز میں ایک ترمیم کر لی جائے تو زیادہ بہتر رہے گا"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"وہ کیا"۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"میرے خیال میں اگر پہلے آقا جمشید اور عدنان بیگ اور طاہر بیگ کا بیک وقت خاتمہ نہیں ہو سکتا تو کم از کم طاہر بیگ کو پہلے ٹریپ کر لیا جائے۔ اس طرح ہم کم از کم پولیس کے چکر سے تو نجات پا لیں گے اس کے بعد باقی مشن شروع ہو جائے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اسے ٹریپ کرنا بہت آسان ہے۔ کیپٹن شکیل وہ صفدر کی قد و قامت کا ہے اور پولیس ہیڈ کوارٹر کے قریب ایک فلیٹ میں اس کی رہائش ہے۔ غیر شادی شدہ ہے۔ آج رات ہی صفدر وہاں جا کر خاتمہ بالخیر کر کے خود طاہر بیگ بن سکتا ہے"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے آپ مجھے طاہر بیگ والا مشن دے

دیں۔ میں اس کا روپ آسانی سے دھار لوں گا ۔۔۔۔" صفدر نے راضی ہوتے ہوئے کہا۔

"آغا جمشید اور عدنان بیگ جشینکا بار میں مل جائیں گے۔ میں جوزف اور جوانا ان دونوں کے خلاف کا مشن سنبھال لیتے ہیں اور جولیا کیپٹن شکیل، تنویر اور باقی ساتھی راؤنڈ ہیڈ کوارٹرز کو تلاش کرنا شروع کر دیں۔ آج رات جس قدر کام ہو سکتا ہے ہو جائے۔ کل پھر دیکھا جائے گا ۔۔۔۔" عمران نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک ہے ۔۔۔۔" جولیا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا میز پر پڑے ٹرانسمیٹر سے اچانک تیز سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ اور عمران نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو سپر مارکیٹ ہیلو سپر مارکیٹ ہیلو۔ اوور ۔۔۔۔" بٹن دبتے ہی ایک نامانوس سے لہجے میں کسی کی آواز سنائی دی۔

"یس سپر مارکیٹ اوور ۔۔۔۔" عمران نے جواب دیا اس کا لہجہ بالکل تاجدار سا تھا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو ۔۔۔۔" دوسری طرف سے ایک ہی لفظ کو بار بار دہرایا گیا اور اس کے بعد یک لخت ٹرانسمیٹر آف ہو گیا اور اس میں سے سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ عمران بری طرح چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھر آئے۔ اس نے چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"یہ کیا چکر ہے ۔۔۔۔" جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے تو گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔ یہ کال تو ایسا لگتا ہے جیسے چیک کرنے کے لئے کی گئی ہو ۔۔۔۔" عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔ عمران کی پیشانی پر شکنوں کا جال سا پھیل گیا تھا۔ وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اچانک اسے ایک خیال آیا تو اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن دوبارہ آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو تاجدار کالنگ کمال بیگ اوور ۔۔۔۔" عمران نے تاجدار کے لہجے میں یہ فقرہ دہرانا شروع کر دیا۔ مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ مل سکا اور عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا چاہیے۔ میرا خیال ہے۔ اس کال کے ذریعے ہماری لوکیشن ٹریس کی گئی ہے اور کمال بیگ کے پوائنٹ سے جواب نہ ملنے کا مطلب یہی ہے کہ کمال بیگ کو پکڑ لیا گیا ہے اور اس نے یہ فریکونسی بتائی ہو گی ۔۔۔۔" عمران نے کہا۔

"تو ہم کہاں جائیں ۔۔۔۔" صفدر نے کہا۔

"کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اس کوٹھی سے نکل کر ارد گرد کے علاقے میں پھیل جاتے ہیں۔ جو صورت حال بھی ہو گی۔ واضح ہو جائے گی ۔۔۔۔" عمران نے کہا اور سب نے سر ہلا کر عمران کی تائید کر دی اور پھر وہ تیزی سے باہر کی طرف لپک پڑے۔ باہر ایک کار موجود تھی اور تاجدار کے باقی ساتھی بھی جا پہنچے تھے۔

عمران اور اس کے ساتھی کار کو وہیں روک کر کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھے اور چند لمحوں بعد وہ پھاٹک سے نکل کر پیدل ہی باہر نکلتے چلے گئے۔ باہر جا کر وہ مختلف سمتوں میں بٹ گئے اور غیر محسوس طور

بد کوٹھی کے گرد پھیلتے چلے گئے۔ عمران جوزف اور جوانا کو ساتھ لئے چوک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اچانک اُسے ایک خیال آیا تو وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔

"جوزف تم اندر جا کر کار نکال لاؤ۔ ہو سکتا ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت پڑ جائے لیکن جلدی آنا"۔۔۔۔ عمران نے پیچھے آنے والے جوزف سے کہا اور جوزف سر ہلاتا ہوا واپس کوٹھی کی طرف بڑھتا گیا۔ وہ دونوں ایک درخت کے نیچے پڑی ہوئی بنچ پر یوں بیٹھ گئے۔ جیسے راہ چلتے تھک کر یہاں بیٹھ گئے ہوں۔ چند ہی لمحوں بعد جوزف کار لے کر وہاں پہنچ گیا اور عمران اور جوانا اٹھ کر کار کے اندر بیٹھ گئے۔

"آگے چل کر کسی پارکنگ کے قریب روک دو۔ یہاں کار کا رکنا مشکوک ہے"۔۔۔۔ عمران نے سٹیرنگ پر بیٹھے ہوئے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور جوزف نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ تھوڑا سا ہی فاصلے پر ایک کیفے کے سامنے کئی کاریں کھڑی تھیں جوزف نے ان کے قریب جا کر کار روک دی۔ یہاں سے ننانوے اے کوٹھی صاف نظر آ رہی تھی

تقریباً آدھے گھنٹے تک کوئی ہل چل نظر نہ آئی۔ اور عمران اپنے انداز سے بے پرواہ سا ہونے لگا ہی تھا کہ اچانک انھیں دور سے راؤنڈ ہیڈز کی کاریں آتی دکھائی دیں۔ یہ تین کاریں تھیں اور سب سے آگے وہ کار تھی جسے عمران ہاشو کا پوائنٹ پر دیکھ چکا تھا اور عمران اپنے انداز سے پر مسکرانے لگا۔

تینوں کاریں کوٹھی کے سامنے پہنچ کر رک گئیں اور پھر تینوں کاروں میں سے مسلح راؤنڈ ہیڈز باہر نکل آئے۔ ان کے بعد جو شخص باہر نکلا۔ عمران اُسے دیکھ کر چونک پڑا۔ یہ آغا جمشید تھا راؤنڈ ہیڈ تنظیم کا سربراہ۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دیں اور پھر اس کے مسلح ساتھی تیزی سے کوٹھی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جبکہ آغا جمشید کوٹھی کے گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"دیکھا آگئے ناں شکاری۔ ان کو تو اب شکار نہیں ملے گا لیکن باس آغا جمشید کا شکار ہم نے کھیلنا ہے کیوں جوانا"۔۔۔۔ عمران نے مسکرا کر پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے ماسٹر۔ کافی عرصہ ہو گیا ہے نئے شکار کھیلے ہوئے" جوانا نے بڑے جیالے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں یک لخت چمک سی ابھر آئی تھی۔

"باس یہ شکار مجھے نہیں مل سکتا"۔۔۔۔ جوزف نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"نہیں یہ جوانا کا شکار ہے۔ تمہارا شکار عدنان بیگ ہو گا بشرطیکہ وہ بھی لڑائی بھڑائی میں بڑی مہارت رکھتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اسی لمحے اُسے کوٹھی میں بے تحاشا فائرنگ اور بموں کے دھماکے ہوتے سنائی دیئے۔ سڑک پر چلنے والے لوگ پہلے حیران ہو کر آوازوں کو سن کر ٹھٹکے اور پھر وہ سب تیزی سے اِدھر اُدھر چھپنے لگے چند لمحوں بعد ہی سڑک خالی ہو گئی۔ البتہ ارد گرد کی کوٹھیوں کی اوپری منزلوں سے جھانکتے ہوئے خوفزدہ سے چہرے ضرور نظر آ رہے تھے۔ فائرنگ چند لمحوں بعد ہی رک گئی۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ اس کی نظریں کوٹھی پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ آغا جمشید پھاٹک کے سامنے ٹانگیں چوڑی کئے کھڑا تھا

فاتحانہ انداز میں کھڑا تھا۔ چند لمحوں بعد کوٹھی کا پھاٹک کھلا اور ایک راؤنڈ ہیڈ نے باہر جھانکا۔ اس نے آغا جمشید سے کچھ کہا تو آغا جمشید تیزی سے اندر داخل ہوگیا۔

ابھی آغا جمشید اندر گیا تھا کہ پولیس کی دو جیپیں سائرن بجاتی ہوئی کالونی میں داخل ہوئیں اور تیزی سے راؤنڈ ہیڈز کی کاروں کے نزدیک رک گئیں۔ ان کے سائرن بند ہو گئے۔ اور پھر چند لمحے رکنے کے بعد وہ بغیر سائرن بجائے تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے تھے۔ اور عمران کے لبوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ راؤنڈ ہیڈز کی کاریں دیکھ کر وہ نظر بچا کر آگے بڑھ گئے ہیں۔

تقریباً دس منٹ بعد پھاٹک ایک بار پھر کھلا اور راؤنڈ ہیڈز تیزی سے باہر نکلتے نظر آئے۔ آغا جمشید بھی ان کے ساتھ تھا۔ اس کے چہرے پر شدید جھنجلاہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ اور پھر وہ سب تیزی سے کاروں میں سوار ہو کے چلے گئے اور کاریں ایک دوسرے کے پیچھے چلتی ہوئیں عمران کی کار کے قریب سے گزریں۔

”جوزف تم یہیں اترو اور جولیا اور اس کے ساتھیوں کو کہہ دو کہ وہ واپس کوٹھی پر آجائیں۔ اب یہ کوٹھی سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ میں آغا جمشید کے پیچھے جا رہا ہوں ۔۔۔۔“ عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور جوزف تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اترا تو عمران نے کار آگے بڑھا دی۔

آغا جمشید زخمی درندے کی طرح کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے سامنے چار راؤنڈ ہیڈز سر جھکائے کھڑے تھے۔

”آخر یہ لوگ کیا چیز ہیں۔ یہ کیوں ہاتھ نہیں چڑھتے۔ جہاں ہم جاتے ہیں وہاں سے یہ غائب ہو جاتے ہیں ۔۔۔۔“ آغا جمشید نے غصیلے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

”سر ناراضگی معاف۔ ہم نے ان کے خلاف کوئی واضح لائحہ عمل اختیار ہی نہیں کیا ۔۔۔۔“ ایک راؤنڈ ہیڈ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا واضح لائحہ عمل۔ کھل کر بات کرو جاوید ۔۔۔۔“ آغا جمشید نے رک کر غور سے جاوید کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”سر یہ بات تو اب واضح ہو گئی ہے کہ قاتا چاؤ گروپ ان کی کھل کر امداد کر رہا ہے اور یہ بات بھی سامنے آگئی ہے کہ در اصل یہ دو گروپ ہیں ایک گروپ اگر پکڑا جاتا ہے تو دوسرا اسے چھڑانے کے لئے آجاتا ہے

دو بار ایسا ہو چکا ہے اور تیسری بات یہ کہ یہ صرف فائٹ گروپ ہی نہیں ہے بلکہ انتہائی ذہین اور شاطر دماغ کے مالک ہیں۔ جس طرح انھوں نے گلشن کالونی میں پولیس کو چکر دیا اور جس طرح آپ کی سٹوک انسپکٹر سول میں کر وہ غائب ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا مقابلہ سیکرٹ ایجنٹوں سے ہے صرف لڑنے بھڑنے والے مجرموں سے نہیں ہے۔" جاوید نے اس بار اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"گڈ۔ واقعی تمھارا تجزیہ درست ہے۔ اب مجھے بھی احساس ہو گیا ہے کہ یہ لوگ صرف لڑنے بھڑنے والے مجرم نہیں ہیں۔ یہ واقعی سیکرٹ ایجنٹوں کے انداز میں کام کرتے ہیں" — آغا جمشید نے اس بار میز کے پیچھے رکھی ہوئی گھومنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے چاروں کو بھی میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ چاروں بھی بڑے مودبانہ انداز میں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"تو سر ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اور انھیں گھیرنے کے لئے ہمیں بھی جواب میں وہی طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا" — جاوید نے کہا۔

"کیسا طریقہ کار۔ اس کی وضاحت کرو تو" — آغا جمشید نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی تیز آواز میں بج اٹھی تو آغا جمشید نے چونک کر ایک لمحے کے لئے بغور فون کو دیکھا۔ اور پھر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ آغا جمشید سپیکنگ" — آغا جمشید نے دھاڑتے ہوئے انداز میں کہا۔

"سر میں جلال پاشا اونڈ ہیڈ نمبر تین سو دس بول رہا ہوں۔ میری ڈیوٹی

سامنے والی عمارت میں ہے۔ جہاں ہیڈ کوارٹر کی نگرانی کے لئے میں نے ایک ... کو چیک کیا ہے۔ سر یہ کوارٹر آپ کی کال کے آنے کے بعد چند ... کے بعد نہیں ہے۔ اس میں ایک نوجوان جشیکا بار میں بیٹھ گیا تھا اور ایک ... ٹائٹ گوری رضا جشی باہر نکلا ہے۔ یہ دونوں اس انداز میں ہیڈ کوارٹر کی بلڈنگ کو جانچ رہے ہیں۔ جیسے اندر داخل ہونے کا منصوبہ بنا رہے ہوں"

"ہوں" — جلال پاشا نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ کہاں ہے یہ اس وقت" — آغا جمشید نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"سر یہ پچھلی گلی میں داخل ہو رہے ہیں۔ شاید ان کا مقصد پچھلی گلی کی طرف سے اندر داخل ہونے کا ہے" — جلال پاشا نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا تم ہوشیار رہو۔ ہو سکتا ہے ان کے اور ساتھی بھی ہوں۔ انھیں ہم سنبھال لیتے ہیں" — آغا جمشید نے کہا اور تیزی سے رسیور رکھ دیا۔

"جاوید یہ نوجوان یقیناً وہی عمران ہے۔ جیسے جشیکا بار سے باہر نکلتے ہی اس کے ساتھی نکال کر لے گئے تھے۔ تم فوراً ان کی گرفتاری کا بندوبست کرو۔ یہ بڑا سنہری موقع ہے" — آغا جمشید نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"انھیں گولی نہ مار دی جائے باس" — جاوید نے بھی اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے باقی تینوں ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"نہیں گرفتار کر لو۔ ان سے ان کے دوسرے ساتھیوں کا پتہ معلوم کیا جا سکتا ہے" — آغا جمشید نے کہا۔

"بہتر ہے — آپ یہاں انتظار کریں۔ ہم انھیں گرفتار کر لیتے ہیں" — جاوید نے تیز لہجے میں کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے تینوں ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی اور آغا جمشید کمرے میں اکیلا رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں درندے کی سی چمک ابھر آئی تھی۔ جیسے کئی وقت کی بھوک کے بعد شکار نظر آ گیا ہو۔ وہ بڑی بے چینی سے جاوید کی واپسی کا منتظر تھا کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور آغا جمشید نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس آغا جمشید" — آغا جمشید نے کرخت لہجے میں کہا۔

"عدنان بیگ سپیکنگ" — دوسری طرف سے عدنان بیگ کی آواز سنائی دی۔

"یس باس میں آپ کے کہنے پر گلشن کالونی گیا تھا لیکن وہ لوگ پولیس کو چکمہ دے کر نکل گئے تھے۔ اور پولیس نے خالی کوٹھی تباہ کر دی تھی" — آغا جمشید نے کہا۔

"ہاں مجھے رپورٹ مل گئی ہے اور مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ تم نے تبریز کالونی کی کسی کوٹھی پر چھاپہ مارا ہے۔ کیا ہوا اس چھاپے کا" — عدنان بیگ نے پوچھا۔

"ہاں باس — میں نے اپنے ذرائع سے ان کا کھوج لگایا تھا لیکن جب میں نے چھاپہ مارا تو کوٹھی خالی پڑی ہوئی تھی۔ وہ لوگ پہلے ہی نکل گئے تھے۔ اس لئے میں واپس لوٹ آیا" — آغا جمشید نے جواب دیا۔

"تم نے اس کوٹھی کی نگرانی کا بندوبست کیا" — عدنان بیگ نے پوچھا۔

"نگرانی — اس کا کیا فائدہ ہوگا۔ وہ تو نکل گئے اب ظاہر ہے دوبارہ اس کوٹھی میں وہ کہاں آتے ہیں" — آغا جمشید نے چونکتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کسی مقصد کے تحت کوٹھی سے گئے ہوں اور انھیں تمہارے چھاپے کا علم ہی نہ ہو اور وہ واپس آ جائیں" — عدنان نے جواب دیا۔

"ہاں یہ بھی ممکن ہے۔ اس کا تو مجھے خیال نہیں آیا۔ البتہ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ وہ نوجوان عمران اور اس کا ایک حبشی ساتھی نے ہیڈکوارٹر میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے جاوید کی ڈیوٹی لگائی ہے تاکہ انھیں گرفتار کرے۔ پھر ان سے ان کے ساتھیوں کا پتہ پوچھا جا سکتا ہے" — آغا جمشید نے جواب دیا۔

"تو کیا وہ گرفتار ہو گئے" — عدنان بیگ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی جاوید گیا ہوا ہے۔ واپس نہیں آیا" — آغا جمشید نے جواب دیا۔

"اوہ فوراً چیک کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ پھر غائب ہو جائیں" — عدنان بیگ نے تیز تیز لہجے میں کہا۔ اسی لمحے جاوید تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا جاوید" — آغا جمشید نے چونک کر پوچھا۔

"وہ دونوں گرفتار کر لئے گئے ہیں باس۔ ہم نے انھیں اندر آنے دیا۔ پھر جیسے ہی وہ اندر آئے ہم نے انھیں گھیر لیا اور انھوں نے گھبرا کر ہاتھ اٹھا دیئے۔ اب وہ بلیو روم میں ہیں" — جاوید نے جواب دیا۔

• آپ سن رہے ہیں باس ——— وہ دونوں گرفتار ہو چکے ہیں — آقا جمشید نے حسرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

• گڈ۔ اب جبکہ باقی نہیں بچا۔ ان سے پہلے ان کے ساتھیوں کا پتہ معلوم کرو اور پھر انہیں گرفتار کر کے ہلاک کر دینا۔ پھر ان کا خاتمہ کرنا۔ ورنہ ان کی ہلاکت کے بعد ان کا پتہ لگانا مشکل ہو جائے گا ——— عدنان بیگ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

• بہتر باس ایسا ہی ہوگا ——— آقا جمشید نے جواب دیا۔

• نہیں۔ میں تمہاری عادت جانتا ہوں۔ تم نے ایک لمحے میں مشتعل ہو [illegible] کر انہیں ختم کر دینا ہے۔ تم ایسا کرو کہ ان کی حفاظت کرو میں خود وہاں پہنچ رہا ہوں۔ میرے آنے تک انہیں ہر صورت زندہ رہنا چاہیے ——— عدنان بیگ نے کہا۔

• ٹھیک ہے باس۔ اب میری موجودگی میں یہاں سے نہیں نکل سکتے۔ آپ آ جائیں ——— آقا جمشید نے جواب دیا۔

• میں آ رہا ہوں ——— عدنان بیگ نے جواب دیا اور آقا جمشید نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

• جاوید عدنان صاحب کے آنے تک ان کی مکمل حفاظت کرو میں عدنان بیگ کے ساتھ ان کے سامنے آؤں گا۔ ورنہ واقعی میں اپنا غصہ برداشت نہ کر سکوں گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ عدنان صاحب کے آنے سے پہلے ہی میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جائیں ——— آقا جمشید نے کہا۔

• بہتر باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ وہ اب پوری طرح ہمارے قابو میں [illegible]ہیں۔ اب تو ان کی لاشیں ہی باہر جا سکتی ہیں ——— جاوید نے جواب دیا۔

• اور سنو۔ ایک دو ہوشیار قسم کے آدمی [illegible] کو فوری طور پر [illegible] عدنان کی کوٹھی پر بھی نگرانی کے لئے بھیج دو۔ تا کہ اس کوٹھی کی بھی نگرانی کریں۔ [illegible] ممکن ہے ان کے ساتھی واقعی وہاں آئیں تو ہم ان کا خاتمہ بھی کر سکیں ——— آقا جمشید نے کہا۔

• بہتر باس ——— میں بھیج دیتا ہوں ——— جاوید نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

• اور جیسے ہی عدنان صاحب پہنچیں مجھے اطلاع کرو۔ اب مجھ پر ایک ایک [illegible] گراں گزر رہا ہے ——— آقا جمشید نے بے چینی کے انداز میں مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ وہ شاید عدنان کی وجہ سے اپنے آپ پر جبر کئے ہوئے تھا۔ ورنہ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ جا کر ان دونوں کی بوٹیاں اڑا دے۔

عمران آغا جمشید کی کار کا تعاقب کرتا ہوا ایک سڑک پر پہنچا تو آگے جانے والی کار ایک سائیڈ روڈ پر مڑی اور پھر ایک دو منزلہ عمارت کے گیٹ میں داخل ہوتی چلی گئی۔ اس عمارت پر کسی قسم کا کوئی بورڈ موجود نہ تھا۔ اس کی سائیڈ میں ایک تپلی سی گلی جا رہی تھی۔ عمران نے کار ایک طرف کر کے روک دی اور پھر وہ نیچے اتر آیا۔ جوانا بھی نیچے اتر آیا۔

"یہ عمارت بھی راؤنڈ بلڈنگ ہے اور دس راؤنڈ ہیڈز تو ہمارے سامنے اندر گئے ہیں اور پتہ نہیں اندر کتنے ہوں گے" —— عمران نے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پھر کیا ہوا ماسٹر۔ جوانا کو کون روک سکتا ہے۔ کسی کی جرات ہے کہ جوانا کے سامنے آنے کے بعد دوسرا سانس بھی لے سکے" —— جوانا نے بڑے بے نیازانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ عمران اس کی آنکھوں میں بڑے عرصے بعد وحشیانہ چمک دیکھ رہا تھا۔

وہ چمک جو عمران سے ملتے وقت جوانا کی آنکھوں میں موجود تھی اور جسے ں نے بعد میں بڑی مشکل سے کنٹرول کیا تھا۔ کیونکہ جوانا تو زبان ہلانے بجائے ہاتھ چلانے کو ہمیشہ ترجیح دیتا چلا آیا تھا۔

"نہیں میں تمہیں اکیلا اندر نہیں بھیج سکتا۔ یہ شیروں کی کچھار ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا" —— عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"ماسٹر آپ میری طرف سے بے فکر رہیں۔ میں ایسے لوگوں کو مکھیوں زیادہ اہمیت نہیں دیا کرتا۔ آپ کو آغا جمشید کی لاش چاہئے۔ آپ نٹوں میں آغا جمشید کی لاش کو کتے کی طرح گھسیٹ کر آپ کے قدموں ڈال دوں گا" —— جوانا نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

"میں نے جو کہہ دیا ہے اسے فائنل سمجھو۔ البتہ میں تمہیں موقع ضرور ں گا۔ تاکہ تم اپنے دل کی حسرتیں نکال لو" —— عمران نے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی ماسٹر۔ میں تو آپ کا غلام ہوں ماسٹر" —— جوانا سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"غلام نہیں جوانا۔ آئندہ یہ لفظ منہ سے نہ نکالنا۔ تم جوانا ہو معروف انا اور جوان کبھی کسی کے غلام نہیں ہوتے سمجھے" —— عمران نے ت لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ماسٹر" —— جوانا نے مسرت سے سینہ پھیلاتے ہوئے کہا۔

"آؤ پھر آج میں دیکھوں کہ جوانا کے بازوؤں میں کتنا بل ہے۔ پہلے میرا گرام تھا کہ میں جولیا کو فون کر کے بتا دوں کہ ہم اس عمارت میں ہے ہیں۔ تاکہ اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو وہ سنبھال لیں۔ لیکن اب میں فیصلہ بدل دیا ہے۔

"جہاں جوانا موجود ہو۔ وہاں کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے ــــ" عمران نے مسکرا کر کہا اور جوانا کا چٹان جیسا سینہ اور زیادہ پھولتا چلا گیا۔

"ماسٹر آپ کی وجہ سے میرے بازو بندھ گئے ہیں اور میں نے کیپٹن کی بہاں بچوں سی ہو گئی ہے۔ ورنہ جوانا جب تک دو تین کسی ایک انسان کی گردن نہ توڑ دیتا تو اسے سکون نصیب رہتا تھا۔ بہر حال آج میں کسر پوری کر لوں گا ــــ" جوانا نے جواب دیا۔

"اچھا اب میری بات کان کھول کر سن لو۔ اندر داخل ہوتے ہی مار دھاڑ نہ شروع کر دینا ــــ ہمارا اصل ٹارگٹ آقا جمشید ہے باقی لوگ ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ہمیں پہلے آقا جمشید نہ ملا تو ہم اپنے آپ کو سرنگوں کر دیں گے۔ تاکہ آقا جمشید سامنے آسکے۔ جب آقا جمشید سامنے آجائے گا تو میں تمہیں اشارہ کر دوں گا اور پھر تم ایکشن میں آجانا" عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن باس اگر انہوں نے ہمیں بے ہوش کر دیا اور بے ہوشی کے دوران ہی گولی مار دی گئی تو ــــ" جوانا نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ اُسے شاید عمران کا پروگرام پسند نہیں آیا تھا۔

"تو مر جانا۔ ارے احمق چھ ماہ سے تمہیں فرنچی بے ہوش ہونے کی مشق کرا رہا ہوں۔ وہ کب کام آئے گی۔ اتنے بڑے بھیپھڑے ہیں تمہارے ہاتھی جیسے اور پھر بھی تم سانس نہیں روک سکتے ــــ" عمران نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ اس طرف تو میرا خیال ہی نہ گیا تھا۔ ٹھیک ہے میں سمجھ گیا ہوں ــــ" جوانا نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

تو آؤ ــــ" عمران نے کہا اور پھر جوانا کو ہمراہ لئے وہ ادھر گھوم جوانا اس تنگ سی گلی میں گھستا چلا گیا۔ یہ گلی آگے جا کر عمارت کی پشت ختم ہو کر بند ہو گئی تھی۔ اس طرف عمارت کا عقبی دروازہ تھا۔ عمران نے دروازے کو آہستہ سے دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا اور عمران جوانا کو اشارہ کرتے ہوئے آہستہ سے اندر داخل ہوا۔ دروازے کے دوسری طرف وسیع و عریض صحن تھا جس میں سائیڈ کے رخ بڑے بڑے بنے ہوئے تھے۔ جبکہ سامنے ایک چوڑا سا برآمدہ تھا جس کے پیچھے بنے ہوئے تھے اور وہ تینوں دروازے بند تھے۔ عمران اور جوانا آہستہ برآمدے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ اور پھر جیسے ہی برآمدے میں اچانک برآمدے کی سائیڈوں اور سامنے کے تینوں دروازے ایک سے کھلے اور پھر چھ کے قریب باوردی گارڈز ہاتھوں میں مشین گنیں ان کے سامنے اور ارد گرد پہنچ گئے۔

"خبردار ہاتھ اٹھا دو ــــ" ان میں سے ایک نے چیختے ہوئے کہا۔ عمران نے چھ مشین گنوں کو اپنے ارد گرد تنے ہوئے دیکھ کر ایک طویل لیا اور دونوں ہاتھ ایک جھٹکے سے اونچے کئے اور ساتھ ہی جوانا آنکھ مار دی۔ جوانا کا چہرہ بری طرح بگڑا ہوا تھا۔ لیکن عمران کے مارتے ہی وہ معمول پر آتا چلا گیا۔ اگر عمران اسے بروقت نہ روکتا شاید جوانا عمران کی ساری نصیحتیں بھول کر ان باوردی گارڈز سے بھی جاتا اور عمران کی پیروی میں جوانا نے بھی ہاتھ اٹھا لئے۔

"اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لو ــــ" اسی راؤنڈ گارڈ نے کرخت لہجے کہا اور عمران اور جوانا نے اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لئے۔

"ان کی تلاشی لو" ۔۔۔ حکم دینے والے نے اپنے دو ساتھیوں [illegible]
کہا اور پھر راؤنڈ ہیڈ نے پشت پر مڑ کر ان کی تیزی اور پھرتی سے تلا[illegible]
لی اور ان دونوں کی جیبوں میں موجود ریوالور باہر نکال لئے۔ عمران [illegible]
اطمینان سے کھڑا رہا۔ البتہ جوانا نے اپنے آپ کو بڑی مشکل سے کنٹر[illegible]
کیا ورنہ وہ ایک لمحے میں تلاشی لینے والے کو اٹھا کر ان پر پھینک [illegible]

"بس ایک ایک ریوالور ہے پاس" ۔۔۔ تلاشی لینے والے نے [illegible]

"ٹھیک ہے۔ سنو۔ اگر تم اپنی زندگی کچھ لمحے مزید بڑھانا چاہتے ہو [illegible]
کوئی غلط حرکت نہ کرنا" ۔۔۔ انچارج نے عمران اور جوانا سے مخاط[ب]
ہو کر کہا۔

"کتنا مزید کچھ عرصہ تو بتا دو ہمارے بھائی" ۔۔۔ عمران نے بڑ[ے]
معصوم لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ۔ مجھے اس کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ ڈھیر کر دوں [illegible]
انچارج نے غصے سے بری طرح جھڑکتے ہوئے کہا۔

"جتنی زندگی تو تمہارے پاس نہیں ہوتی بڑی پیاری سی چیز ہے" ۔۔۔
عمران نے جواب دیا۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو" ۔۔۔ اس انچارج نے اور زیاد[ہ]
غصیلے لہجے میں کہا۔

"اور تم بھی خاموش رہو گے۔ ماسٹر سے مشورہ کر کے بات [illegible]
والے دوسرا سانس نہیں لے سکتے" ۔۔۔ اچانک جوانا اچھل پڑا [illegible]
اس کا چہرہ اتنا بگڑا ہوا تھا کہ انچارج حیران ہو کر دیکھنے لگا۔

"اوہ ٹھیک ہے۔ میں دیکھوں گا کہ تمہارے جسم میں کتنے کتروں [illegible]

[illegible]ت سے۔ کاش میں باس کی وجہ سے مجبور نہ ہوتا" ۔۔۔ انچارج
[illegible] دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔

"اور میں بھی باس کی وجہ سے ہی مجبور ہوں ورنہ تم جیسے لوگ تو جوانا
کے قدموں کی خاک چاٹتے زندگی گزار دیتے ہیں" ۔۔۔ جوانا نے اس
[illegible] سے بھی زیادہ بگڑے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"آگے بڑھو۔ باس آ جائے تو پھر دیکھوں گا۔ تمہاری زبان کتنی چلتی
ہے" ۔۔۔ انچارج نے کرخت اور جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"الٹے سیدھے لہجے نیچے اترا نہیں کرتے" ۔۔۔ عمران نے بزرگوں کی
[illegible]ح ان دونوں کو پچکارتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں راؤنڈ ہیڈز کے گھیرے میں چلتے ہوئے مختلف راہداریاں
[illegible]ے گزرنے کے بعد سیڑھیاں اتر کر ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ
[illegible]گئے۔ اس کمرے میں تشدد کے آلات دیواروں کے ساتھ نصب
[illegible]ئے تھے۔ درمیان میں لوہے کی دو کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ کمرہ
[illegible] طور پر ساؤنڈ پروف نظر آ رہا تھا۔

"ان کرسیوں پر بیٹھ جاؤ" ۔۔۔ انچارج نے تیز لہجے میں عمران اور
[illegible]نا سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا ایک کرسی پر بڑے
مطمئن انداز میں بیٹھ گیا۔ جوانا کا چہرہ ابھی تک بگڑا ہوا تھا لیکن عمران کی
[illegible] سے وہ بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ان کرسیوں کی پشت پر پہلے سے ہی
[illegible] راؤنڈ ہیڈز موجود تھے۔ ان دونوں کے بیٹھتے ہی انہوں نے کرسی
کے پچھلے پائے پر ٹھوکر ماری اور لوہے کے کڑے کرسی کے ایک بازو سے
[illegible] کر دوسرے بازو میں گھستے چلے گئے۔ اور اس طرح وہ دونوں ان کڑوں میں

میں جکڑے گئے۔ کرسیوں کے پائے زمین میں گڑے ہوئے تھے۔

"واہ بہت اچھی اور آرام دہ کرسیاں ہیں" ۔۔۔ عمران نے بڑے تحسین آمیز لہجے میں کرسیوں کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے کہا۔

"یہی کرسیاں تمہاری قبریں بنیں گی۔ گھبراؤ نہیں" ۔۔۔ انچارج نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو دفن کا مسئلہ تو حل ہوا۔ کفن تو دو گے یا اس کی بھی چھٹی" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ان دونوں کا خیال رکھنا۔ اگر یہ کوئی حرکت کریں تو بلا تامل گولیوں سے بھون ڈالنا۔ میں باس کو اطلاع دے دوں" ۔۔۔ انچارج نے کرسی پر موجود پانچوں راؤنڈ ہیڈز سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تمہارا باس آغا جمشید ہے یا عدنان بیگ" ۔۔۔ عمران نے انچارج کے جاتے ہی سامنے کھڑے ہوئے راؤنڈ ہیڈز سے مخاطب ہو کر کہا۔

"خاموش رہو" ۔۔۔ ایک راؤنڈ ہیڈ نے غراتے ہوئے جواب دیا۔

"یار میرے بولنے پر تمہاری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ کیا کرسی گھستی ہے" ۔۔۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"تم خاموش نہیں رہ سکتے" ۔۔۔ اس راؤنڈ ہیڈ نے بڑے غصیلے انداز میں کہا اور وہ اس طرح دو قدم آگے بڑھا جیسے مشین گن کا بٹ عمران کے سر پر ملنا چاہتا ہو۔ لیکن پھر وہ خود ہی رک گیا اور دانت پیستا ہوا واپس چلا گیا۔ عمران کے لبوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ وہ اگر چاہتا تو اسے مزید غصہ دلا کر اپنے قریب بلا سکتا تھا۔ لیکن اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ تماشہ

کے آنے تک چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے۔

"تم ان کرسیوں کی تکنیک جانتے ہو جوانا" ۔۔۔ اچانک عمران نے ساتھ والی کرسی پر بیٹھے ہوئے جوانا سے مڑ کر کہا۔ اس نے افریقہ کے قبائلیوں کی مخصوص زبان بولی تھی۔ یہ زبان جوزف نے زبردستی جوانا کو سکھائی تھی کیونکہ جوزف کا اصرار تھا کہ ہر افریقی نسل کے باشندے کو یہ مخصوص زبان آنی چاہئے۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔ اس کے پچھلے پائے میں ٹھوکر ماری جاتی ہے" ۔۔۔ جوانا نے اسی زبان میں جواب دیا۔

"نہیں وہ میکنزم تو پائے کی پچھلی طرف ہوتا ہے۔ وہاں تو تمہارا پاؤں پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اس کا ایک اور سسٹم بھی ہوتا ہے۔ کرسی کی پشت کو زور سے دبا کر اگلے دونوں پایوں کے جوڑ میں بیک وقت ٹھوکر ماری جائے تو یہ جکڑ بند ختم ہو جائیں گے" ۔۔۔ عمران نے اسی زبان میں جواب دیتے ہوئے کہا اور جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم کون سی زبان میں بات کر رہے ہو۔ خاموش رہو" ۔۔۔ اسی راؤنڈ ہیڈ نے عمران کو ٹوکتے ہوئے کہا۔

"ارے میں تو اپنے صاحب کو لوری سنا رہا ہوں تاکہ مرنے میں آسانی ہو سکے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم خاموش رہو۔ ورنہ اس بار میں گولی چلا دوں گا" ۔۔۔ اس راؤنڈ ہیڈ نے غراتے ہوئے کہا۔ عمران مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

تقریباً بیس منٹ بعد دروازہ کھلا اور پھر آغا جمشید، عدنان بیگ اور وہ انچارج جو پہلے گیا تھا، اندر داخل ہوئے۔ تینوں تیز تیز قدم

اٹھاتے ان کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ عدنان بیگ عمران کے بالکل سامنے کھڑا تھا جبکہ اس کے ساتھ آغا جمشید کھڑا ہوا تھا اور وہ انچارج عدنان بیگ کے دائیں ہاتھ پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"تمہارا نام عمران ہے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"عدنان اور عمران دونوں ہم قافیہ ہیں مگر اس حد تک تو ہم ایک ہیں" ۔۔۔ عمران نے دوسرے زاویے سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا جولیا فائٹ گروپ سے کیا تعلق ہے" ۔۔۔ عدنان بیگ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"فائٹ گروپ۔ ارے باپ رے۔ میرا بھلا عورتوں کی فائٹ سے کیا تعلق۔ مجھے تو بڑا ڈر لگتا ہے ان عورتوں کی فائٹ سے۔ جب میری ممی ڈیڈی سے لڑتی ہیں تو میں ہمیشہ ڈر کر گھر سے باہر بھاگ جایا کرتا تھا" ۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس یہ ایسے ہی بکواس کرتا رہے گا۔ آپ مجھے اجازت دیں پھر دیکھیں کیسے طوطے کی طرح بولتا ہے" ۔۔۔ آغا جمشید نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"باس کے ساتھ احترام سے بات کرو سمجھے۔ ورنہ آنکھیں باہر نکال دوں گا" ۔۔۔ اچانک جوانا نے غراتے ہوئے کہا اور جوانا کا یہ فقرہ آغا جمشید اور عدنان بیگ پر ایٹم بم کی طرح گرا۔ آغا جمشید غصے سے اس بری طرح دھاڑا کہ کمرہ کافی دیر تک گونجتا رہا۔

"اوہ تمہاری یہ جرأت کہ تم ......" آغا جمشید نے اچھل کر پوری قوت سے جوانا کو تھپڑ مارنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

مگر جوانا تیزی سے پیچھے کی طرف ہو گیا۔ اس نے کرسی کی پشت پر اپنے جسم کا پورا زور لگا دیا تھا۔ آغا جمشید کا وار خالی چلا گیا۔ اسی لمحے جوانا کے دونوں پیر پوری قوت سے کرسی کے پایوں پر پڑے اور کٹاک کی تیز آواز سے بازوؤں سے نکلنے والے راڈ دوبارہ اپنی جگہوں پر واپس چلے گئے اور جوانا اچھل کر آغا جمشید پر جا گرا۔ وہ آغا جمشید کو گھسیٹتا ہوا پچھلی دیوار تک چلا گیا۔

کمرے میں موجود راؤنڈ ہینڈ نے بڑی پھرتی سے اپنی مشین گنیں سیدھی کرنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے عمران بھی کرسی کی گرفت سے آزاد ہو کر حیرت انگیز سرعت سے جست لگا کر کھڑے عدنان پر جا پڑا۔ اور پھر عدنان اس کے پیچھے سے جکڑا ہوا اس کے سامنے آ گیا۔

"خبردار ۔۔۔ اگر کسی نے جوانا پر گولی چلائی تو میں تمہارے باس کی گردن مروڑ دوں گا" ۔۔۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے عدنان بیگ کی گردن پوری قوت سے بھینچتے ہوئے بازو کو زور سے جھٹکا دیا اور عدنان بیگ کے منہ سے ایک نعرہ سا نکلا مگر عدنان بیگ نے بڑی پھرتی سے اپنے جسم کو آگے کی طرف جھکایا۔ وہ عمران کو سر کے اوپر سے آگے پلٹ دینا چاہتا تھا۔ مگر اسی لمحے عمران نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی کمر میں پوری قوت سے گھٹنا مار کر اسے قریبی انچارج راؤنڈ ہینڈ پر اچھال دیا۔ جیسے ہی وہ دونوں ٹکرائے۔ راؤنڈ ہینڈ کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن عمران کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی۔ اسی لمحے آغا جمشید کے حلق سے زوردار چیخ نکلی اور وہ اچھل کر سر کے بل فرش پر گرا۔ جوانا نے اسے گھٹنے کے زور سے اچھال دیا تھا لیکن عمران

نے اس طرف توجہ نہ دی۔ بلکہ اسٹین گن ہاتھوں میں آتے ہی اس نے فائرنگ دبانے میں ایک لمحے کا بھی توقف نہ کیا اور راونڈ ہیڈز جو عدنان کو اس طرح اچھلتے اور تڑپتے دیکھ کر سنبھل بھی نہ سکے تھے۔ اسٹین گن کی ریٹ ٹیٹ کا شکار ہو گئے۔ عدنان بیگ اور انچارج جیسے ہی اچھل کر سیدھے ہوئے عمران کی اسٹین گن دوسرے راونڈ ہیڈز سے فارغ ہو چکی تھی۔ اور اسی لمحے انچارج اور عدنان بیگ نے دو مختلف سمتوں میں چھلانگیں لگائیں۔ عدنان بیگ نے تو دروازے کی طرف جبکہ انچارج نے عمران کی طرف۔ عمران نے بڑی پھرتی سے سٹین گن کا رخ عدنان بیگ کی طرف کیا اور ساتھ ہی اس نے اچھل کر اپنا گھٹنا موڑ کر آگے کر دیا اور پھر اس کا گھٹنا اس انچارج کے سینے پر اور اس کی انگلی ٹریگر پر بیک وقت لگیں اور عدنان بیگ دروازے سے چند قدموں کے فاصلے پر ہی منہ کے بل فرش پر گرا اور پھڑکنے لگا۔ گولیوں نے اس کی کمر میں کھیتیاں سی بنا دی تھیں۔ وہ چیخ بھی نہ تڑپ سکا۔ انچارج گھٹنے کی ضرب کھا کر جیسے ہی پشت کے بل نیچے گرا۔ عمران کی ریٹ ٹیٹ کرتی ہوئی سٹین گن تیزی سے اس کے جسم کی طرف گھوم گئی اور وہ لٹو کی طرح گھومتا ہوا فرش پر جا گرا۔ گولیاں اس کے پیٹ کے نچلے حصے میں گھستی چلی گئیں۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ دس سیکنڈ میں کمرے میں موجود تمام راونڈ ہیڈز عدنان سمیت اس جہان فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ عمران نے ان کے مرتے ہی تیزی سے چھلانگ لگائی اور پھر وہ تیر کی طرح اڑتا ہوا کمرے کے دروازے پر جا پہنچا۔ دروازے کو اندر سے چٹخنی نہ لگی ہوئی تھی اور اسے خطرہ تھا کہ کہیں کوئی راونڈ ہیڈ اندر نہ آ جائے۔ اور اس نے بڑی پھرتی سے چٹخنی چڑھا دی اور پھر مڑ کر کھڑا

ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ آغا جمشید اور جوانا ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ ان دونوں کے چہروں سے خون بہہ رہا تھا۔ جوانا کے بازو کا خاصا حصہ پھٹ چکا تھا جبکہ آغا جمشید کی کنپٹی پسلیوں سے پھٹی ہوئی تھی۔ دونوں کے چہرے غصے اور جھنجلاہٹ سے بُری طرح بگڑے ہوئے تھے۔

"ارے جوانا اس کے ہاتھ پیر ابھی تک سلامت ہیں" ـــــ عمران نے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے زور سے کہا۔

"ماسٹر میں آپ کے حکم کے انتظار میں تھا" ـــــ جوانا نے جواب دیا۔

اسی لمحے آغا جمشید نے انتہائی پھرتی سے جوانا پر جوجیٹسو کا خوفناک وار کیا۔ اس کا دایاں بازو بجلی کی تیزی سے جوانا کے بائیں پہلو سے ٹکرایا تھا۔ جوانا اچھلا اور اس کا بایاں گھٹنا پوری قوت سے جوانا کے زیر ناف ٹکرایا۔ جوانا بری طرح ڈکراتا ہوا چند قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اس کے انداز میں لڑکھڑاہٹ تھی اور آغا جمشید نے اس کے پیچھے ہٹتے ہی انتہائی مہارت سے الٹی قلابازی لگا کر دونوں لاتیں جوڑ کر جوانا کی ٹھوڑی کے نیچے ماریں اور جوانا اچھل کر پشت کے بل فرش پر گر پڑا۔ عمران آغا جمشید کی ذہانت اور مہارت پر دل ہی دل میں داد دینے لگا۔ وہ واقعی ایک خوفناک اور ماہر لڑاکا ثابت ہو رہا تھا۔ مگر جوانا اس طرح آسانی سے مرنے والوں میں سے نہ تھا۔

آغا جمشید قلابازی کھا کر سیدھا ہوا اور ایک لمحے پھر بجلی کی سی تیزی سے الٹی قلابازی کھا گیا۔ اس کی دونوں ٹانگیں عین اسی جگہ پڑیں جہاں جوانا کا پیٹ تھا۔ لیکن جوانا نیچے گرتے ہی انتہائی تیزی سے کروٹ بدل گیا تھا اگر آدھے ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی اور آغا جمشید کا یہ داؤ کامیاب

ہو جاتا تو جوانا کی آنتیں یقیناً اس کے پیٹ سے باہر آجاتیں۔ کیونکہ دو ایک قلابازی کھاتے ہی وہ بجلی کی تیزی سے گھوما تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جیسے ہی اس کے پیر جوانا کے پیٹ پر پڑتے وہ گھوم جاتا نتیجہ یہ کہ تیزی سے گھومنے سے جوانا کا پیٹ پھٹ جاتا۔ لیکن جوانا کے بجلی کی سی تیزی سے ہٹ جانے کی وجہ سے اس کے پیر فرش پر لگے اور پھر جیسے ہی وہ گھوما جوانا کی لات نیم دائرے کی صورت میں گھومتی ہوئی اس کی پشت سے ٹکرائی اور آغا جمشید چیختا ہوا اچھل کر سامنے کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے کر کے اپنے چہرے کو دیوار سے ٹکرانے سے بچا لیا تھا۔ لیکن دیوار سے ٹکراتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے مڑا تھا۔ اتنے لمحات کا وقفہ جوانا کے لئے کافی تھا۔ وہ دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ اس کی ٹھوڑی کے نیچے گردن تک زخم کا نشان واضح نظر آ رہا تھا۔

"[illegible] بھی سکتے ہو جوانا۔ چچ چچ۔ جوانا گر جائے تو پھر وہ جوانا نہیں زنانہ بن جاتا ہے ۔۔۔" عمران نے تڑپتے کٹیلے لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ یو باسٹرڈ ۔۔۔" اچانک جوانا کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی وہ عمران پر ہی الٹ پڑا تھا اور عمران مسکرا کر رہ گیا۔ وہ جوانا کی ذہنی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ اس وقت غصے کے اس عروج پر ہے کہ عمران کا احترام بھی اس کے ذہن سے نکل گیا تھا اور دوسرے لمحے اس نے آغا جمشید پر چھلانگ لگا دی۔ آغا جمشید پھرتی سے دائیں طرف ہٹا لیکن جوانا فضا میں ہی گھوم گیا اور پھر اتنے زور سے آغا جمشید سے ٹکرایا کہ دھماکے کی زوردار آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ ساتھ ہی آغا جمشید کے

حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ جوانا نے پوری قوت سے اس کے ناک پر ٹکر ماری۔ آغا جمشید نے ٹکر کھاتے ہی دونوں ہاتھ تیزی سے اٹھا کر جوانا کی پسلیوں پر پوری قوت سے مارے اور جوانا کے حلق سے غراہٹ سی نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم تیزی سے نیچے کو جھکا جیسے وہ قرب [illegible] کر گر رہا ہو اور آغا جمشید جوانا کے اس عیارانہ داؤ سے مار کھا گیا۔ اسے جھکتے دیکھ کر وہ اس کے سر پر دو ہتھڑ مارنے کے لئے ذرا سا جھکا تو جوانا نے یک لخت اسے اپنے پیچھے پلٹ دیا اور پھر جیسے ہی آغا جمشید کا جسم فرش سے ٹکرایا۔ جوانا ۔۔۔ پوری قوت سے اچھلا اور آغا جمشید کی دونوں ٹانگیں جو نیچے گرنے کی وجہ سے اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔ جوانا کے دونوں ہاتھوں میں آئیں اور جوانا اس کی دونوں ٹانگوں پر لیٹے پورے جسم کا بوجھ ڈالتا ہوا اس کے سر کے اوپر جا گرا۔ اور آغا جمشید کے حلق سے اور ناک سے چیخیں نکلنے لگیں۔ اس نے تڑپ کر اپنے نچلے جسم کو جھٹکے کی طرف سمیٹنا چاہا کہ اس خوفناک داؤ سے نکل جائے لیکن جوانا کا جسم اتنا بھاری تھا کہ اس کا نچلا حصہ ہل نہ سکا اور کھٹاک کی زوردار آواز کے ساتھ ہی آغا جمشید کی ریڑھ کی ہڈی کے کئی مہرے ٹوٹتے چلے گئے۔ اور آغا جمشید جوانا کے جسم کے نیچے پانی سے نکلی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپنے لگا کھٹاک کھٹاک کی آوازیں نکلتے ہی جوانا تیزی سے اچھلا اور اس نے اس کی دونوں ٹانگیں چھوڑ کر اس کے پیٹ کے اوپر دونوں گھٹنے جوڑ کر زوردار ضرب لگائی اور آغا جمشید کے حلق سے آخری چیخ غراہٹ کی آواز کے ساتھ بلند ہوئی اور اس کا جسم ساکت ہوتا چلا گیا۔ جوانا ایک بار پھر اچھلنے لگا۔

"ٹھہرو ۔۔۔" اچانک عمران کی غراہٹ گونجی اور جوانا یک لخت ٹھٹھک گیا۔

"یا یہ مر چکا ہے یا بے ہوش ہے اور ایسی صورت میں تمہاری باتیں اچھل کود بیکار ہے" ــــــ عمران نے آگے بڑھتے ہوئے غرا کر کہا۔

"اتنی جلدی نہیں۔ اس کتے میں خاصا دم ہے" ــــــ جوانا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"دم نہیں رہا۔ اب صرف دُم رہ گئی ہے شٹ اپ" ــــــ عمران نے ہاتھ سے جوانا کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے آغا جمشید پر جھک گیا۔ آغا جمشید کا سانس ابھی تک جاری تھا۔ واقعی اس میں گینڈے کی سی جان تھی ورنہ عام حالات میں اس قدر خوفناک ضربات کے بعد کسی کے زندہ بچنے کا ایک فیصد بھی امکان باقی نہیں رہتا۔

"یہ ابھی زندہ ہے اسے اٹھا کر کرسی پر ڈالو" ــــــ عمران نے سیدھے ہوتے ہوئے جوانا سے کہا۔

"ماسٹر۔ آئی ایم سوری۔ اس وقت غصے میں میرے منہ سے آپ کے" ــــــ جوانا نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔ شاید اب اسے خیال آیا تھا کہ وہ غصے کی شدت میں عمران سے گستاخی کر بیٹھا تھا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو" ــــــ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور جوانا تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے جھک کر نیچے پڑے ہوئے آغا جمشید کو اٹھایا اور اسے گھسیٹ کر اسی کرسی پر بٹھا دیا جس پر پہلے وہ خود ہی بیٹھا ہوا تھا۔

عمران نے آگے بڑھ کر اس کے پائے پر ٹھوکر ماری اور آغا جمشید کے سینے کے گرد لوہے کے راڈ گھومتے چلے گئے۔ آغا جمشید کا جسم ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا اور گردن نیچے کی طرف لٹکی ہوئی تھی۔ عمران نے

آگے بڑھ کر ہاتھ میں پکڑی ہوئی شین گن کا دستہ زور سے آغا جمشید کے گال پر مارا اور پہلی ہی ضرب اتنی زوردار تھی کہ آغا جمشید کا اوپر والا جسم اکڑتا چلا گیا اور دوسرے لمحے اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کا نچلا جسم بالکل مفلوج ہو چکا تھا۔

"اس عمارت میں اور کتنے راؤنڈ ہیڈز موجود ہیں" ــــــ عمران نے شین گن کی نال اس کی شہ رگ پر رکھ کر زور سے دباتے ہوئے پوچھا۔

"چھ چھ۔ چند" ــــــ آغا جمشید کے حلق سے غرغراہٹ کی سی آواز نکلی البتہ جواب بھی اسی غرغراہٹ میں شامل تھا۔

"دارالحکومت میں کل کتنے راؤنڈ ہیڈز ہیں" ــــــ عمران نے ایک بار پھر پوچھا۔

"دو سو کل تھے۔ ایک سو مر چکے ہیں" ــــــ آغا جمشید نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں شدید تکلیف کے آثار موجود تھے۔ شاید ریڑھ کی ہڈی کے مہرے ٹوٹنے اور پیٹ پر پڑنے والی ضرب کے ساتھ ساتھ عمران کی خوفناک غراہٹ کے سامنے ہمت ہار بیٹھا تھا کہ وہ سب کچھ بتاتے چلا جا رہا تھا لیکن دوسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے اس کے لہجے میں پہلے جیسی گھبراہٹ موجود نہ تھی۔ اب وہ اپنے بگڑتے ہوئے اوسان پر قابو پاتا جا رہا تھا۔

"ان سب کو ایک جگہ جمع کرنے کا کیا طریقہ ہے" ــــــ عمران نے پوچھا۔

"فائنل کال۔ ٹرانسمیٹر پر فائنل کال" ــــــ آغا جمشید نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

"تفصیل بتاؤ" ۔۔۔۔ عمران نے پہلے سے زیادہ سخت لہجے میں پوچھا۔

"سامنے الماری میں ہائی رینج ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ اس پر فائنل فریکوئنسی سیٹ ہے۔ اسے آن کر کے جب میں فائنل کال کہوں گا اور ساتھ ہی جگہ بھی بتاؤں گا تو یہ کال ہر راونڈ ہیڈ کی تلاشی میں موجود ٹرانسمیٹر پر سنی جائے گی اور فائنل کال کا کوڈ ورڈ سنتے ہی سب اس جگہ کی طرف دوڑ پڑیں گے" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے کراہتے ہوئے اور ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا۔ اب اس کی آواز آہستہ ہوتی جا رہی تھی جیسے وہ دوبارہ بے ہوش ہوتا جا رہا ہو۔ عمران چند لمحے اس کی حالت دیکھتا رہا اور پھر کندھے جھٹکتے ہوئے تیزی سے اس الماری کی طرف بڑھ گیا جس کے متعلق آغا جمشید نے بتایا تھا۔ اس نے الماری کھولی تو واقعی اس کے ایک خانے میں نئی قسم کا ہائی رینج ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ عمران بغور ٹرانسمیٹر کو دیکھتا رہا۔ ٹرانسمیٹر پر ایک فریکوئنسی جنرلی سیٹ تھی۔ جوانا بھی اب عمران کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ وہ شاید اس نئی قسم کے ٹرانسمیٹر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ عمران نے چند لمحے بغور ٹرانسمیٹر کو دیکھتے ہوئے اس کا بٹن آن کر دیا تو ٹرانسمیٹر کے کونے میں بلب روشن ہو گیا اور ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی تیز آواز نکلنے لگی۔ دوسرے لمحے بلب سبز ہو گیا اور عمران نے مائیک کا بٹن آن کر کے کہا۔

"ہیلو آغا جمشید کالنگ اوور۔ راونڈ ہیڈز۔ فائنل کال اوور" ۔۔۔۔ عمران کا لہجہ بالکل آغا جمشید سے ملتا تھا لیکن جیسے ہی اس نے فائنل کال کا لفظ بولا اور کہا ٹرانسمیٹر سے کھٹاک کی تیز آواز ابھری اور الماری

کے سامنے والے فرش کا ایک خاصا بڑا حصہ یک لخت ہٹ گیا۔ عمران نے پھرتی سے الماری کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن فرش اس قدر تیزی سے ہٹا تھا کہ عمران کی کوشش ناکام ہو گئی اور وہ ایک جھٹکے سے سر کے بل نیچے گہرائی میں گرتا چلا گیا۔ جوانا کا بھی یہی حشر ہوا تھا اور وہ بھی عمران کے ساتھ نیچے ہی گر گیا۔ فرش دوسرے لمحے ہی برابر ہو گیا۔

ٹرانسمیٹر کی سیٹی کی آواز سنتے ہی کرسی پر بیٹھے ہوئے آغا جمشید نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے چہرے پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھری۔ اس نے دانستہ عمران اور جوانا کو اس جال میں پھنسایا تھا۔ یہ آخری حربہ تھا اور اس نے آخری حربہ بڑی کامیابی اور اداکاری سے استعمال کیا تھا کہ عمران جیسا شخص یہاں دھوکہ کھا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ فائنل کال کے الفاظ اس ٹرانسمیٹر کے پیچھے لگے ہوئے خودکار ریسیور کو آن کر دیں گے اور وہ نیچے تہہ خانے میں جا گریں گے اور اس کے ساتھ کمپیوٹر ہیڈ کوارٹر میں خطرے کا الارم بجانے لگا۔ وہی ہوا چند لمحوں بعد ہی کمرے کا دروازہ دھکیلا جانے لگا۔ اور پھر چند لمحوں بعد کمرے کی ایک دیوار تیزی سے ہٹتی چلی گئی اور پھر دس کے قریب راونڈ ہیڈز ریلیز گن اٹھائے تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ وہ اندر کی صورت حال دیکھتے ہی بری طرح ٹھٹھک گئے کیونکہ اندر ان کے ساتھی مرے پڑے تھے اور آغا جمشید کرسی پر بندھا پڑا تھا۔

"ارے کچھ جلدی کرو۔ مجھے جلدی ڈاکٹر رانسن کے پاس لے چلو۔ میری ریڑھ کی ہڈی کے مہرے ہٹ گئے ہیں" ۔۔۔۔ آغا جمشید نے تیز لہجے میں کہا۔ اور راونڈ ہیڈز چونک کر آغا جمشید کی کرسی کی طرف بڑھے اور پھر انہوں نے کرسی کے پچھلے پائے پر ٹھوکر مار کر آغا جمشید

کو آزاد کیا۔ دوسرے لمحے ایک قوی ہیکل راونڈ ہیڈ نے آقا جمشید کو کاندھے پر اٹھایا اور تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ اس نے چٹخنی کھولی اور اسے لئے ہوئے تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔ آقا جمشید جو نجانے کس طرح اپنے آپ کو ہوش میں رکھے ہوئے تھا۔ محفوظ پناہ گاہ میں پہنچتے ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔

عمران اور رچانا کے جانے کے بعد جوزف نے ان سب کو عمران کا پیغام دیا اور وہ سب واپس کوٹھی میں آ گئے۔ کوٹھی کی حالت خاصی خستہ کر دی گئی تھی۔ ہر طرف بموں کے ٹکڑے اور گولیاں جابجا بکھری ہوئی تھیں۔ کوٹھی کے کئی کمروں کی دیواریں ٹوٹ چکی تھیں۔ کمروں میں موجود فرنیچر تباہ ہو چکا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں دانستہ تباہی مچائی گئی ہو۔

"اب یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ ہو سکتا ہے پولیس

دوڑے۔ اس نے میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے" جولیا نے کوٹھی کی حالت دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن اب جائیں گے کہاں۔ کوئی ٹھکانہ بھی تو نہیں ہے ——" صفدر نے کہا۔

"یہاں سے نکل کر میں اسی نمبر پر دوبارہ بات کرتی ہوں جس پر بات کرنے پر ہمیں پہلے ٹھکانہ ملا تھا ——" جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور وہ سر ہلاتے ہوئے سب تیزی سے کوٹھی کے عقبی دروازے سے باہر نکلتے چلے گئے۔ اب وہ ایک بار پھر علیحدہ علیحدہ ہو کر چل رہے تھے۔ جولیا تیز تیز قدم اٹھاتی سڑک پر آئی اور پھر ایک پبلک فون بوتھ کے قریب پہنچ کر رکی۔ چند لمحوں بعد جب بوتھ خالی ہو گیا تو جولیا اندر داخل ہوئی۔ اس نے جیب سے سکے نکال کر ڈالے اور پھر رسیور اٹھا لیا۔ اس نے وہی نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔ جو اسے پہلے بتایا گیا تھا۔

"یس مصطفےٰ اینڈ کمپنی ——" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز ابھری۔

"مصطفےٰ سے بات کرائیں۔ انہیں کہیں کہ الیکشن کے [illegible] میں بات کرنی ہے ——" جولیا نے پہلے والا فقرہ دہراتے ہوئے کہا۔

"اوہ میں مصطفےٰ ہی بول رہا ہوں۔ کیا آپ جولیا فائٹ گروپ کی باس جولیا بول رہی ہیں ——" دوسری طرف سے مصطفےٰ کی تیز آواز سنائی دی۔

"ہاں میں جولیا بول رہی ہوں۔ ہم ایک بار پھر آپ کو تکلیف دینا چاہتے ہیں۔ میں اس وقت تبریز کے علاقے کے پبلک فون بوتھ سے بول رہی ہوں۔"

ہمیں فوری طور پر کوئی کوٹھی اور دیگر سامان اور کاریں چاہئیں۔ پہلی کوٹھی تو مشکوک ہو گئی ہے ـــــ" جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔

"مجھے تمام حالات معلوم ہیں۔ آپ جس انداز میں کام کر رہی ہیں۔ مجھے اس پر بے حد مسرت ہے۔ آپ نے ماؤنڈ ہیڈ تنظیم میں تباہی مچا دی ہے۔ میں چونکہ سرکاری طور پر مجبور ہوں۔ اس لئے براہ راست سامنے نہیں آسکتا البتہ میرے آدمی آپ کو اطلاعات مہیا کرتے رہتے ہیں ـــــ" دوسری طرف سے مصطفےٰ بے نے بڑے پرجوش انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ میں نے کوٹھی کے لیے کہا تھا۔"

"اوہ ہاں ـــــ اتفاق سے تبریزی کالونی میں ہی ایک ایسی کوٹھی موجود ہے۔ نمبر ایک سو بارہ۔ یہ ہمارا ہنگامی پوائنٹ ہے۔ آپ کو اس کے اندر آپ کی تمام مطلوبہ چیزیں مل جائیں گی۔ گیٹ پر ایک زیبائشی کیل جڑی ہوئی ہے۔ آپ اس کیل کو تین بار زور سے اور پھر تین بار آہستہ سے دبائیں گی تو پھاٹک خود بخود کھل جائے گا ـــــ" مصطفےٰ بے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے شکریہ ـــــ میں پھر بات کروں گی۔ فی الحال جلدی ہے شکریہ ـــــ" جولیا نے تیز لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے رسیور رکھا اور فون بوتھ سے باہر نکل آئی۔ اس نے ادھر ادھر پھیلے ہوئے اپنے ساتھیوں کو ہاتھ اوپر اٹھا کر مخصوص اشارہ کیا اور پھر تیزی سے واپس کالونی کی طرف مڑ گئی۔ وہ اب کوٹھیوں کے نمبر چیک کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اور پھر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ کوٹھی نمبر ایک سو بارہ سابقہ کوٹھی کے بالکل مقابل تھی۔ جولیا نے زیبائشی کیل کو بتائے گئے طریقے کے مطابق دبایا تو پھاٹک

کھلتا چلا گیا اور جولیا اندر داخل ہو گئی۔ چند لمحوں بعد باقی ساتھی بھی ایک ایک کر کے کوٹھی کے اندر پہنچ گئے۔ کوٹھی میں دو کاریں بھی موجود تھیں اور ضرورت کا ہر سامان موجود تھا۔ ایک تہہ خانے میں جدید ترین اسلحہ بھی انہیں مل گیا۔

"مس دو راؤنڈ ہیڈز سابقہ کوٹھی کی نگرانی کے لئے ابھی پہنچے ہیں۔" جوزف نے آخر میں اندر آتے ہوئے جولیا سے کہا۔

"اچھا۔ میرا خیال درست ثابت ہوا۔ اگر ہم وہاں ہوتے تو پھر یقیناً ہم پر دوبارہ ریڈ ہو جاتا۔ اب کرتے رہیں نگرانی ـــــ" جولیا نے جواب دیا۔

"مس۔ میں جب ان کے قریب سے گزرا تو انہوں نے ایک ایسی بات کی ہے۔ جس سے میں کھٹک گیا ہوں کہ باس اور جوانا پکڑے گئے ہیں ـــــ" جوزف نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کیا بات کی ہے۔ جلدی بتاؤ ـــــ" صفدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ان میں سے ایک نے کہا کہ پکڑے جانے والا حبشی بھی اسی طرح کا تھا اور دوسرے نے سر ہلا دیا۔ لیکن جب میں آگے بڑھ گیا تو وہ خاموش ہو گئے۔"

"اوہ واقعی وہ جوانا کے متعلق کہہ رہا ہو گا ـــــ" جولیا نے کہا۔

"پھر میرا خیال ہے۔ ہمیں ان دونوں کو فریب کر کے یہاں لانا ہو گا۔ تاکہ اگر عمران اور جوانا واقعی پکڑے گئے ہیں تو ہم فوراً اس عمارت پر ریڈ کر سکیں ـــــ" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ اٹھیں ـــــ" جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے کہنے پر صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر تیزی سے کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

"عقبی دروازہ کھول دو۔ ہم ان دونوں کو ادھر سے لے آئیں گے۔ سامنے کے رُخ پر خاصی ٹریفک ہے" —— صفدر نے جاتے ہوئے کہا اور جولیا نے جوزف کو عقبی دروازہ کھولنے کا کہہ دیا۔

اور پھر تقریباً دس منٹ بعد صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں راؤنڈ ہیڈز کو لادے اٹھائے عقبی دروازے سے اندر داخل ہوئے اور انھوں نے انھیں کرسیوں پر بٹھا کر ایک الماری سے مل جانے والی نائلون کی رسی سے اچھی طرح باندھ دیا۔ وہ دونوں بے ہوش تھے۔

"کوئی پرابلم" —— جولیا نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم انھیں خصوصی اطلاع دینے کے لئے پچھلی گلی میں لے آئے اور پھر ایک مخصوص ضرب کافی رہی" —— صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اب ان سے پوچھنا کیا ہے۔ مجھے بتاؤ" —— تنویر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ تم اس کام کے لئے سب سے بہتر رہو گے۔ بس عمران اور جوانا کے متعلق پوچھنا ہے کہ وہ کہاں پکڑے گئے ہیں اور اس وقت کہاں ہیں" —— جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور تنویر تیزی سے ان میں سے ایک کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے قریب جاتے ہی پوری قوت سے اس کے گال پر تھپڑ جڑ دیا۔ اس کے بعد تو جیسے اس نے تھپڑوں کی بارش کر دی۔ چوتھے یا پانچویں تھپڑ پر اس راؤنڈ ہیڈ نے آنکھیں کھول دیں اور تنویر نے ہاتھ روک دیا۔ راؤنڈ ہیڈ آنکھیں کھولنے کے بعد پہلے تو حیرت سے ان سب کو دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں خوف کی چمک ابھر آئی۔

"اس حبشی کو دیکھ رہے ہو۔ اس جیسے حبشی اور ایک نوجوان کو تمھارے ... ہیڈز نے پکڑا ہے۔ اس وقت وہ کہاں ہیں" —— تنویر نے قریب ... کھڑے جوزف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"حبشی کون سا حبشی۔ ہم نے تو نہیں پکڑا" —— راؤنڈ ہیڈ نے بولتے ہوئے جواب دیا اور تنویر خاموشی سے آگے بڑھا۔ اس نے ... کے بازو پر جھکتے ہوئے راؤنڈ ہیڈ کے ہاتھ کی ایک انگلی پکڑی اور ... قوت سے اوپر کی طرف جھٹکا دیا۔ بجلی سی کڑکنے کی آواز سنائی دی ... راؤنڈ ہیڈ کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ انگلی کا جوڑ ٹوٹ گیا تھا۔ ... نے بڑے اطمینان سے دوسری انگلی پکڑی اور اسے بھی پہلے کی طرح ... دیا۔ وہ یوں اطمینان سے انگلیاں توڑ رہا تھا جیسے وہ کسی جیتے جاگتے ... کے بجائے کسی بے جان کھلونے کے ساتھ یہ حرکت کر رہا ہو۔ دوسری ... کے ساتھ ہی راؤنڈ ہیڈ کا پورا جسم کانپنے لگا۔ تنویر نے اب تیسری ... پکڑی۔

"ٹھہرو۔ ٹھہرو —— میں بتاتا ہوں" —— راؤنڈ ہیڈ نے بری طرح ... ہوئے جواب دیا۔

"بتاؤ جلدی" —— تنویر نے تیسری انگلی کو بدستور اوپر کی طرف ... تے ہوئے پوچھا۔ اس کے انداز میں بے پناہ سفاکی تھی۔

"انھیں ہمارے سنٹر ہیڈ کوارٹر آتا تنگ روڈ کی تیسری گلی میں موجود دو ... عمارت میں داخل ہوتے ہوئے پکڑا گیا ہے" —— آقا جمشید وہیں ... اور تیرہ باس عدنان بیگ کا انتظار کر رہا ہے۔ ان کے پہنچتے ہی ان ... کو گولی مار دی جائے گی" —— راؤنڈ ہیڈ نے جلدی سے جواب ...

دیتے ہوئے کہا۔

• کتنی دیر ہوئی ہے انھیں پکڑے ہوئے ___ جولیا نے پوچھا۔

• ان کے پکڑے جانے کے بعد ہی یہاں بھیجا گیا تھا ___ راؤنڈ ہیڈ نے جواب دیا۔

• عمارت میں کتنے افراد موجود ہیں ___ جولیا نے دوبارہ پوچھا۔

• تیس راؤنڈ ہیڈز موجود ہیں۔ آقا جمشید بھی وہیں ہے ___ راؤنڈ ہیڈ نے سنبھلتے ہوئے جواب دیا۔

• اس عمارت پر کس نام کا بورڈ لگا ہوا ہے ___ جولیا نے پوچھا۔

• کوئی بورڈ نہیں ہے۔ اس گلی میں وہ واحد دو منزلہ عمارت ہے ___ راؤنڈ ہیڈ نے جواب دیا۔

• انھیں ختم کر دو۔ ہمیں فوراً وہاں پہنچنا ہوگا ___ جولیا نے تیز لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ باقی ساتھی جنبش سے دیا اور … قریب … جوزف نے انتہائی تیزی سے ہاتھ اٹھایا اور نکالا اور دوسرے لمحے دو دھماکے ہوئے اور ایک ایک گولی ان دونوں کے سینوں میں گھستی چلی گئی۔ گولیاں عین دل والے مقام پر لگی تھیں۔ اس لئے وہ بے چارے تڑپ بھی نہ سکے اور دوسرا تو عالم بے ہوشی میں ہی ختم ہو گیا تھا۔

• جلدی کرو۔ اسلحہ اٹھاؤ۔ ہمیں فوراً پہنچنا ہوگا ___ جولیا نے چیخ کر کہا اور وہ سب تیزی سے ایک کمرے کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ جہاں … کی پیٹیاں موجود تھیں اور چند لمحوں بعد وہ پوری طرح مسلح ہو کر پورچ میں … وہاں دو بڑی کاریں پہلے سے موجود تھیں اور پھر وہ سب ان دونوں … پر سوار ہو کر کوٹھی سے نکلے اور تیزی سے آتا ترک روڈ کی طرف بڑھتے چلے …

گئے۔ استنبول کا تفصیلی نقشہ جولیا پہلے ہی ایک بک سٹال سے خرید چکی تھی۔ اس لئے آتا ترک روڈ پہنچنے کے لئے انھیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑی تھی۔ … زیادہ سے زیادہ … منٹ بعد وہ آتا ترک روڈ پر پہنچے۔ آتا ترک … تیسری گلی مڑتے ہی انھیں وہ دو منزلہ عمارت نظر آگئی۔

• ایکشن ___ جولیا نے کار سے نیچے اترتے ہی تیز لہجے میں کہا اور وہ سب کاروں سے اتر کر تیزی سے اس عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمارت کا صدر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ سب مشین گنیں اٹھائے اندر داخل ہوئے اور پھر سب سے پہلا بم جولیا نے پھینکا اور اس کے بعد تو … عمارت میں جیسے بھونچال سا آ گیا۔ وہ بے تحاشا گولیاں برساتے اور بم پھینکتے تیزی سے عمارت کے اندر پھیلتے چلے گئے۔ چونکہ ان کا حملہ اچانک اور انتہائی جارحانہ تھا۔ اس لئے عمارت کے اندر موجود راؤنڈ ہیڈز سنبھل ہی نہ سکے اور بموں اور گولیوں کی بارش نے انھیں ڈھیر کر دیا۔

پوری عمارت کی تلاشی لینے کے باوجود نہ ہی انھیں عمران وہاں نظر آیا اور نہ ہی … آقا جمشید بھی نہ … وہ کہیں نظر نہ آ رہا تھا۔ البتہ ایک کمرے میں انھیں راؤنڈ ہیڈز کی بکھری ہوئی لاشیں ضرور نظر آئی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں خاصی زوردار لڑائی ہوئی ہو۔

اسی لمحے صفدر کے کانوں میں فرش کے کہیں نیچے ٹھک ٹھک کی تیز آوازیں سنائی دیں اور وہ چونک پڑا۔ پھر یہ آوازیں باقی افراد نے بھی سنیں اور وہ فرش کے اس حصے پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن انھیں کوئی ایسا میکنزم نہ ملا جس سے وہ فرش کو وہاں سے ہٹا سکیں تو جولیا نے ان سب کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ایک ہلکی

طاقت کا بم نکال کر فرش پر دے مارا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا اور جیسے بجلی
یہ بم پھٹا تھا۔ وہاں سے فرش کا خاصا بڑا حصہ اکھڑ کر ادھر ادھر بکھر گیا۔ اور اب
انہیں نیچے ایک گہرا کنواں صاف نظر آ رہا تھا۔

• ارے یہ تو کسی آدم خور کی آمد کی نشانی ہے۔ پہلے پتھروں کی بارش
پھر آندھی اور پھر آدم بو۔ آدم بو ———— کنویں کی تہہ سے عمران کی آواز
سنائی دی اور وہ سب خوشی سے اچھل پڑے۔

• عمران صاحب میں جولیا ہوں ———— جولیا نے چیخ کر کہا۔

• اسے یہ تو واقعی دیونی آگئی ہے۔ دیونیاں تو سنا ہے۔ دیوؤں سے
زیادہ ظالم ہوتی ہیں ———— عمران کی خوفزدہ آواز سنائی دی۔
اور اسی لمحے جوزف نے بیلٹ کے ساتھ بندھی ہوئی نائلون کی
رسی کا گچھا اتارا اور پھر اس کا ایک سرا نیچے پھینک دیا۔

• باس لٹک کر اوپر آ جاؤ۔ جلدی ———— جوزف نے چیخ کر کہا۔

• تم پہلے جاؤ۔ مجھے ڈر لگتا ہے جوانا ———— نیچے سے عمران
کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رسی تن گئی۔

• جوانا اوپر آ رہا ہے ———— جولیا نے کہا اور جوزف کے ساتھ صفدر
اور کیپٹن شکیل نے بھی رسی کو تھام لیا اور پھر ان تینوں کی مشترکہ کوشش
سے چند لمحوں بعد جوانا اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ خاصا زخمی تھا۔ رسی
دوبارہ نیچے پھینک دی گئی۔ اور چند لمحوں بعد عمران بھی باہر آگیا۔

• اسے یہ تو انسان ہیں۔ کمال ہے۔ اب دیو اور دیونی بھی انسان کے
میک اپ میں رہنے لگی ہیں ———— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

• جلدی نکل چلیں یہاں سے۔ دھماکوں اور گولیوں کی آوازیں ضرور

سنی گئی ہوں گی ———— جولیا نے کہا۔

• فکر نہ کرو۔ یہ راؤنڈ ہیڈ کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہاں دھماکے اور گولیاں
چلتی ہی رہتی ہیں ———— عمران نے کہا۔ لیکن وہ باہر کی طرف چل پڑا۔

• وہ آقا جمشید کہاں ہے۔ اس کا تہہ خانہ تو ختم ہو چکا ہے۔ وہ یقیناً
یہیں ہو گا ———— عمران نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

• نہیں وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ صدر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسے یقیناً
یہاں سے پہلے ہی لے جایا گیا ہو گا ———— جولیا نے جواب دیا۔
اور چند لمحوں بعد وہ تیزی سے عمارت سے باہر نکلے اور اپنی کار میں
سوار ہو کر واپس تبریز کالونی کی طرف بڑھنے لگے۔

جولیا نے وہاں پہنچنے تک کی تمام روداد سنا دی تھی اور عمران
خاموشی سے سر ہلاتے چلا جا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں صرف ایک ہی
سوچ تھی کہ وہ دان بیگ تو مارا گیا ہے اور آقا جمشید اتنی آسانی سے ختم
نہیں ہو سکتا۔ اسے یقیناً کسی پرائیویٹ کلینک میں لے جایا گیا ہو گا۔
اور وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیسے تلاش کیا جائے۔ کیونکہ عمران کے
خیال کے مطابق جب تک وہ نہیں مرے گا۔ راؤنڈ ہیڈ تنظیم کا مکمل طور
پر خاتمہ ناممکن ہے۔ آقا جمشید نے آخری لمحات میں ایسی شاندار اداکاری
کی تھی کہ عمران دل ہی دل میں اسے داد دینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ وہ اس
کی اداکاری سے متاثر ہو گیا تھا۔

یہ تو گولیوں اور دھماکوں کی ہلکی ہلکی آوازیں سن کر اسے خیال آیا تھا
اور ایک اسٹین گن اس کے کاندھے سے لٹکی ہوئی تھی۔ جب وہ اس
گہرے کنویں میں گرا تھا۔ چنانچہ اس نے اسٹین گن کے بٹ کو زور زور

سے کنوئیں کی دیوار سے مارنا شروع کر دیا۔ تاکہ ان کی موجودگی کا اور بیرونی
کو احساس ہو سکے اور اس کی ترکیب واقعی کامیاب ہوئی تھی۔ ورنہ
ش بدہو لیا اور اس کے ساتھ کبھی بھی اسے اس کنوئیں سے تلاش
نہ کر سکتے۔ اور یقیناً وہ یہ سوچ کر واپس چلے جاتے کہ عمران اور
جوانا وہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور شیدان کے
اب تک زندہ رہنے کی وجہ بھی آقا جمشید کے فوری طور پر ڈاکٹر تک پہنچنا تھی۔ اور
وہ یقیناً پہلے ان کو خاتمہ کرتا پھر دوسرا کوئی قدم اٹھاتا۔

آقا جمشید کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ہسپتال
یک بیڈ پر لیٹے ہوئے پایا۔ پہلے تو چند لمحے وہ خاموش پڑا کمرے
یکھتا رہا۔ اس کا ذہن بالکل ساکت تھا لیکن آہستہ آہستہ اس میں تحریک
ہوتی گئی اور پھر اسے یاد آگیا کہ کس طرح عمران اور جوانا کے مقابلے میں
شدید زخمی ہوا تھا اور اس کے ریڑھ کی ہڈی کے مہرے کھسک گئے تھے۔
اس کا نچلا دھڑ مفلوج ہو گیا تھا۔ اور پھر اسے ساری باتیں یاد آگئیں کہ
س طرح اس نے عمران اور جوانا کو کنوئیں میں گرا دیا تھا اور راؤنڈ ہیڈز
نے کے بعد اس نے انہیں ڈاکٹر رانسن کے پاس لے جانے
کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد اس کے ذہن پہ تاریکی چھا گئی تھی۔
"آپ کو ہوش آگیا سر۔ تھینک گاڈ ———" اچانک ایک طرف
ی ہوئی نرس نے چونک کر آقا جمشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا وہ شاید
سی پہ بیٹھی بیٹھی سو گئی تھی۔

"میں کہاں ہوں ——" آقا جمشید نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آپ ڈاکٹر رانسن کے زیرِ علاج ہیں۔ آپ کی حالت بے حد خطرناک تھی۔ میں ڈاکٹر کو اطلاع کرتی ہوں ——" نرس نے تیزی سے جواب دیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد آقا جمشید کو اپنے نچلے جسم کی بے حسی کا خیال آیا تو اس نے بے اختیار اپنی ٹانگیں ہلانے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس کا نچلا جسم ویسے ہی ساکت رہا۔ البتہ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کے پیروں کی انگلیاں حرکت کر رہی ہیں۔ یہ صرف احساس ہی تھا، کیونکہ اس کے جسم کے اوپر موٹا سا کمبل پڑا ہوا تھا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ڈاکٹر رانسن اسی نرس کے ہمراہ اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے اُسے آقا جمشید کے ہوش میں آنے پر دلی مسرت ہوئی ہو۔

"آپ کو ہوش آ گیا۔ ویری گڈ ——" ڈاکٹر رانسن نے اندر داخل ہوتے ہی مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"ہوش تو آ گیا ڈاکٹر لیکن میری ٹانگیں حرکت نہیں کر رہیں۔ کیا میں ہمیشہ کے لئے مفلوج ہو گیا ہوں ——" آقا جمشید نے کمزور سے لہجے میں کہا۔

"نہیں جناب —— آپ بروقت مجھ تک پہنچ گئے تھے۔ میں نے آپ کا فوری آپریشن کیا ہے۔ آپ کی ریڑھ کی ہڈی کے تین مہرے کھسک گئے تھے، جو میں نے ایڈجسٹ کر دیئے۔ شکر ہے کہ [illegible] نہیں ہوا۔ آپ ٹھیک ہیں۔ ابھی ہاں آپ کی دونوں ٹانگیں تو میں نے [illegible] کرنے کے لئے پلنگ سے باندھی ہوئی ہیں ——" ڈاکٹر رانسن

تیز لہجے میں کہا اور تیزی سے بڑھ کر اس نے آقا جمشید کے پیروں پر سے کمبل ہٹا دیا۔

"ذرا انگلیاں ہلائیے ——" ڈاکٹر نے کہا اور آقا جمشید نے اس کی ہدایت کی تعمیل کی۔ اور دوسرے لمحے آقا جمشید کے اپنے چہرے پر مسرت کے آثار ابھر آئے۔ کیونکہ اب وہ واضح طور پر دیکھ رہا تھا کہ اس کے پیروں کی انگلیاں باقاعدگی سے حرکت کر رہی تھیں۔

"گڈ شو۔ میرا آپریشن کامیاب رہا۔ آپ بالکل درست ہیں ——" ڈاکٹر رانسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ڈاکٹر —— میں تمہارا احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ مجھے پہلے ہی امید تھی کہ تم جیسا بین الاقوامی شہرت کا مالک ڈاکٹر ہی میرا علاج کر سکتا ہے۔ بس مجھے بے ہوش ہونے سے پہلے میرے ذہن میں تمہارا نام گونجا تھا اور میں نے اپنے آدمیوں کو یہی ہدایت کی تھی کہ وہ مجھے تمہارے پاس پہنچا دیں ——" آقا جمشید نے جواب دیا۔

"آپ کی بے ہوشی میرے لئے تشویش کا باعث تھی، کیونکہ آپ کو بے ہوش ہوئے بہتّر گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ورنہ آپریشن کے متعلق تو مجھے مکمل یقین تھا کہ وہ کامیاب رہے گا ——" ڈاکٹر رانسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بہتّر گھنٹے —— اوہ بہتّر گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اب میں کب فارغ ہو سکتا ہوں یہاں سے ——" آقا جمشید نے کہا۔

"کل صبح آپ کو فارغ کیا جا سکتا ہے لیکن فی الحال ایک ہفتے تک آپ چل نہیں سکیں گے، کیونکہ مہروں پر دباؤ پڑنے کی وجہ سے دوبارہ

گھسک جانے کا احتمال ہے۔ البتہ اس دوران آپ وہیل چیئر پر بیٹھ کر حرکت کر سکتے ہیں" ۔۔۔ ڈاکٹر انسن نے جواب دیا۔

"میرا کوئی آدمی یہاں موجود ہے" ۔۔۔ آقا جمشید نے پوچھا۔

"ہاں ۔۔۔ ایک میرے دفتر میں موجود ہے۔ آپ اس سے بات کر سکتے ہیں" ۔۔۔ ڈاکٹر فانسن نے کہا اور پھر وہ نرس کو ہدایت دینے کے بعد کمرے سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک راونڈ ہیڈ اندر داخل ہوا۔

"سر مبارک ہو۔ ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ آپ ٹھیک ہو گئے ہیں" ۔۔۔ آنے والے نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے رفیق۔ مجھے حالات بتاؤ۔ اور سنو۔ بلیو روم کے خفیہ کنویں میں دو افراد کو میں پھینک کر آیا تھا۔ وہ تو یقیناً بھوک پیاس سے ختم ہو چکے ہوں گے۔ پہلے انہیں باہر نکالو اور اگر اب بھی زندہ ہوں تو ان کی بوٹیاں اڑا دو" ۔۔۔ آقا جمشید کا لہجہ تیز ہو گیا۔

"باس حالات بے حد خراب ہیں۔ آپ کو جب یہاں لے آیا گیا تو اس کے تھوڑی دیر بعد جولیا فائٹ گروپ نے ہیڈ کوارٹر پر خوفناک حملہ کیا پوری عمارت کو تہس نہس کر دیا گیا۔ وہاں موجود تمام راونڈ ہیڈ مارے گئے۔ جب اس کی اطلاع نگرانی کرنے والے راونڈ ہیڈ نے پوائنٹ نمبر تھرٹی کو پہنچائی تو ان کے آنے سے پہلے وہ لوگ واپس نکل جانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ بلیو روم کے اس حصے کا فرش ٹوٹا ہوا تھا جس کے نیچے کنواں ہے اور کنویں میں موجود دونوں افراد کو نکال لیا گیا ہے۔ سر باس عدنان بیگ ہلاک ہو چکے ہیں اور پوری تنظیم میں

سخت مایوسی اور بددلی پھیلی ہوئی ہے۔ سب راونڈ ہیڈ انڈر گراؤنڈ ہو چکے ہیں اور آپ کے ہوش آنے تک تمام کارروائیاں ملتوی کر دی گئی ہیں" ۔۔۔ رفیق نے آہستہ آہستہ مگر مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ کاش مجھے چند لمحے مزید ہوش رہتا تو کم از کم میں ان دونوں کو ہلاک کرنے کا حکم تو دے آتا" ۔۔۔ آقا جمشید نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر سخت کھنچاؤ آ گیا تھا۔

"سر وہ لوگ ہماری نظروں میں ہیں لیکن ہم نے آپ کے حکم کے بغیر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی" ۔۔۔ رفیق نے کہا اور آقا جمشید اس کی بات سن کر بری طرح چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کون نظروں میں ہیں" ۔۔۔ آقا جمشید نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"جولیا فائٹ گروپ کے متعلق بتا رہا ہوں سر۔ یہ کارنامہ نگرانی کرنے والے راونڈ ہیڈ اعظم بیگ کا ہے سر۔ ہیڈ کوارٹر میں تباہی مچانے کے بعد جب یہ دو کاروں میں واپس گئے تو اعظم بیگ نے ایک وین میں ان کا تعاقب کیا اور پھر اسے معلوم ہو گیا سر کہ وہ تبریز کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو بارہ میں رہتے ہیں۔ اس نے مجھ کو اطلاع دی سر۔ تو مسٹر فراز جو پوائنٹ نمبر تھرٹی کے انچارج ہیں نے اس کوٹھی کی خفیہ نگرانی کا بندوبست کر دیا ہے لیکن وہ آپ کے ہوش میں آنے کے منتظر ہیں" ۔۔۔ رفیق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اوہ ویری گڈ۔ تم نے یہ خبر سنا کر میری ساری کوفت دور کر دی ہے۔ اب میں ان سے دل بھر کر اپنا اور پوری تنظیم کا انتقام لوں گا" ۔ آقا

جمشید نے خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ چمک سی ابھر آئی تھی۔

"سر وہ شاید آپ کو تلاش کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ گل فراز نے مجھے اطلاع دی تھی کہ وہ لوگ مختلف ہسپتالوں اور پرائیویٹ کلینکوں کو چیک کر رہے ہیں۔ جس پر میں نے ڈاکٹر رانسن سے کہہ کر آپ کو خفیہ کمرے میں پہنچا دیا۔ ان میں سے ایک نوجوان یہاں بھی آیا تھا۔ لیکن وہ ناکام گیا ہے" رفیق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ گل فراز کو فوراً کال کرو۔ وہ مجھے آ کر ملے۔ جلدی کرو" آقا جمشید نے کہا اور رفیق سر ہلاتا ہوا اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"سر پولیس کمشنر طاہر بیگ آپ سے ملنا چاہتے ہیں" اچانک نرس نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"پولیس کمشنر طاہر بیگ۔ اچھا بھیج دو انہیں" آقا جمشید نے چونکتے ہوئے کہا اور نرس تیزی سے باہر نکل گئی۔ چند لمحوں بعد طاہر بیگ اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں پھولوں کا ایک گلدستہ تھا۔

"مبارک باد۔ آقا جمشید نئی زندگی مبارک ہو" طاہر بیگ نے مسکرا کر گلدستہ ایک طرف میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ طاہر بے حد شکریہ۔ واقعی مجھے نئی زندگی ملی ہے۔ بتاؤ تمہیں کیسے اطلاع ملی کہ میں یہاں ہوں" آقا جمشید نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے ہیڈ کوارٹر میں جوبیا فائٹ گروپ کے حملے کی اطلاع ملی تو پتہ چلا کہ عدنان بیگ اس حملے میں ہلاک ہو گیا ہے اور تم شدید زخمی ہو۔

جس پر میں نے تمہاری تنظیم کے آدمیوں سے رابطہ قائم کیا تاکہ تمہاری حالت کے متعلق پتہ چل سکے۔ لیکن سب بے خبر نکلے۔ کل مجھے گل فراز کا خیال آیا۔ میں نے اسے فون کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ آپ ڈاکٹر رانسن کے زیر علاج ہیں لیکن ابھی تک بے ہوش ہیں اور چونکہ اس نے اطلاع دی تھی کہ تم پر مسلسل حملے کے خطرے کے پیش نظر کسی کو یہاں کے متعلق نہیں بتایا گیا اس لئے سب بے خبر تھے۔ چنانچہ میں نے ڈاکٹر رانسن کو فون کیا اور اسے ہدایت کی جیسے ہی تمہیں ہوش آئے مجھے اطلاع دی جائے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر رانسن نے اطلاع دی ہے کہ تم ہوش میں آ گئے ہو اور اب بالکل ٹھیک ہو۔ اور آپریشن کامیاب رہا ہے" طاہر بیگ نے پاس پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے تفصیل بتائی۔

"ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے ہوش آیا۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ کل یہاں سے فارغ ہو جاؤں گا۔ لیکن ایک مہینے تک وہیل چیئر پر مجھے بیٹھنا ہو گا" آقا جمشید نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"عدنان بیگ کی ہلاکت کی خبر سے وزیر اعظم سخت پریشان ہیں انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جلد از جلد اس جوبیا فائٹ گروپ کا پتہ چلا کر ان کا خاتمہ کروں۔ لیکن نجانے یہ لوگ کہاں غائب ہو گئے ہیں کہیں سے ان کا کلیو بھی نہیں مل سکا" طاہر بیگ نے جواب دیا۔

"اب مجھے ہوش آ گیا ہے۔ اب کلیو مل جائے گا۔ وہ مجھ سے اب بھاگ نہیں سکتے۔ وزیر اعظم سے کہہ دیں کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جلد ہی ان کی لاشیں میں تحفے کے طور پر وزیر اعظم کے سامنے پیش کر دوں گا" آقا جمشید نے بڑے منضبط لہجے میں جواب

ہنستے ہوئے کہا۔

"میں مطلب ——— کیا انھیں ان کا سمجھ میں آ گیا ہے ———" طاہر بیگ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"بظاہر نہیں کیونکہ وہ ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ رانا حیدر زمان کی مسلسل نگرانی کر رہے ہیں ———" آغا جمشید نے جواب دیا۔

"اب اگر ایسی بات ہے تو مجھے جلدی بتاؤ۔ میں خود ان کے خلاف کارروائی کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے اعتماد کی پولیس ٹیم کے ذریعے ان پر ریڈ کروں گا۔ اب قطعی فیصلہ کر لیا ہے زندہ یا مردہ پکڑنے کا حکم دے دیا ہے ———" طاہر بیگ نے لجتے ہوئے کہا۔

"نہیں طاہر بیگ۔ وہ رانا حیدر زمان کے دشمن ہیں اور ان کا خاتمہ رانا حیدر زمان کے ہاتھوں ہی ہوگا۔ اسی صورت میں ہی رانا حیدر تنظیم کا اعتماد بحال ہو سکتا ہے۔ میں کل یہاں سے فارغ ہوتے ہی ان کے خلاف کارروائی کروں گا۔ میں نے اپنے علاوہ عمران بیگ کا انتقام بھی ان سے لینا ہے ———" آغا جمشید نے منصوبہ بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہیں مکمل طور پر ٹھیک ہونے میں وقت لگے گا کم از کم ایک ہفتہ تو لگے گا۔ اور اتنی مہلت دینا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے ———" طاہر بیگ نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"میں کل [illegible] چیف منسٹر سے ان کے خلاف کارروائی کروں گا۔ [illegible] وہ ہمارے تسلط میں ہیں اور ہم اپنا تسلط ختم نہیں کر سکتے یہ بات طے ہے ———" آغا جمشید نے [illegible] میں جواب دیا۔

"ایسا ہو کہ وہ پھر تمہارے ہاتھوں سے نکل جائیں تو [illegible]

کارروائی میں پولیس کو بھی شامل کر لو۔ اگر وہ [illegible] تو ہم انھیں [illegible] لیں گے۔ وہ ہم دونوں کے دشمن ہیں ———" طاہر بیگ نے جواب دیا۔

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے لیکن انھیں دوسرے طریقے سے گھیرا جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں اور اس بات سے [illegible] پھر اس بار وہ ہمارے ہاتھوں سے نہیں نکل سکتے۔ یہ بات [illegible]" آغا جمشید نے کہا۔

"چلو ایسے ہی سہی۔ مجھے بتا دو میں ان کی نگرانی کا حکم دے دیتا ہوں" طاہر بیگ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو مجھے ہوش آیا ہے۔ کل صبح جب میں یہاں سے فارغ ہو جاؤں گا تو چیک کروں گا۔ اب اس وقت تمہیں فون بھی کر دوں گا" آغا جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا پھر یاد رکھنا اب رانا حیدر کے سلسلے میں [illegible] تم ہی ہو ———" طاہر بیگ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بے فکر رہو۔ کل ان سب کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ تم بھی ان کے خاتمے میں شریک ہو گے ———" آغا جمشید نے کہا۔

"اچھا اب مجھے اجازت۔ تم آرام کرو میں تمہارے فون کا انتظار کروں گا" طاہر بیگ نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ آغا جمشید سے مصافحہ کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اب آغا جمشید [illegible] تاکہ اس سے کل کی آخری [illegible] کا منصوبہ تیار کر سکے۔

"بہت خوب۔ بڑا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے تم نے" ___ جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اسے کمال سے۔ میرے خیال میں مجھے سلیمان کو ساتھ لے آنا چاہیے تھا۔ وہ مونگ کی دال کھلا کھلا کر میرے ذہن کی تیزی چاٹ کرتا رہتا ہے۔ یہاں مرغن غذائیں کھا کھا کر دماغ ہی کند ہو گیا ہے خواہ مخواہ ہم شہر میں آوارہ گردی کرتے رہے" ___ عمران نے اچانک بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ میں سمجھی نہیں" ___ جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ابھی مطلب بھی سمجھ میں آ جاتا ہے" ___ عمران نے کہا اور پھر تیزی سے بڑھتے ہوئے ٹیلیفون کو اپنی طرف کھینچ کر اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"مصطفیٰ بے اینڈ کمپنی" ___ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"اینڈ کمپنی کو چھوڑو۔ صرف مصطفیٰ بے سے بات کراؤ اور جا کے کہہ دینا کہ تمہارا نالائق بھتیجا بات کرنا چاہتا ہے" ___ عمران کی زبان تیزی سے چل پڑی۔

"عمران تم ___ میں مصطفیٰ بے بول رہا ہوں" ___ دوسری طرف سے مصطفیٰ بے نے اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ وہ شاید عمران کی آواز پہچان گیا تھا۔

"ہاں چچا جان۔ یہ اینڈ کمپنی کا مطلب کہیں چچی جان تو نہیں ہو گا" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور مصطفیٰ بے قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"ظاہر ہے کمپنی تو وہی ہی ہے۔ میں تو خالی بے ہوں" ___ مصطفیٰ بے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خالی بے۔ اچھا نام ہے۔ بہرحال فرمائیے آج کل بزنس کیسا جا رہا ہے" ___ عمران نے کہا۔

"بزنس اچھا ہے۔ مارکیٹ میں تیزی کا رجحان ہے۔ مندہ ختم ہو رہا ہے" ___ مصطفیٰ بے نے عمران کی بات سمجھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"مگر سنا ہے اسٹاک ایکسچینج ہی گم ہو گئی ہے۔ بزنس کیسے چلے۔ سب ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے ہوئے ہیں" ___ عمران نے کہا اور جولیا حیرت سے اسے دیکھنے لگی وہ اس طرح بات کر رہا تھا جیسے واقعی وہ کوئی جدی پشتی تاجر ہو۔

"اسٹاک ایکسچینج کی مرمت ہو رہی ہے۔ طاہر بیگ کی وجہ سے میں خاموش ہوں کیونکہ وہ پرائم کا خاص آدمی ہے" ___ مصطفیٰ بے نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کون سی ورکشاپ میں اس کی مرمت ہو رہی ہے۔ اس ورکشاپ کو تو کئی دنوں سے تلاش کیا جا رہا ہے" ___ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آپ فون بند کر دیں۔ میں اس کا پتہ معلوم کر کے آپ کو فون کرتا ہوں۔ نمبر کون سا ہے" ___ مصطفیٰ بے نے کہا۔

"نمبر وہی ہے۔ لیڈی گروپ والا" ___ عمران نے جواب دیا۔

"ارے کیا مطلب۔ کیا تم بھی یہاں آ گئے ہو بزنس کرنے" ___ مصطفیٰ بے کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔ کیونکہ اسے عمران کی

یہاں آمد کا علم ہی نہ تھا۔

"ہاں۔ میں نے سوچا کہ آج کل لیڈرز کا سینڈیکس کا دھندہ عروج پر ہے۔ میں کیوں فارغ بیٹھا رہوں" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"اچھا ویری گڈ۔ یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے۔ بہرحال میں ابھی فون کر رہا ہوں" ۔۔۔ دوسری طرف سے مصطفٰے بے نے کہا اور اس کے ساتھ ہی عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"یہ کیا بزنس کوڈ شروع کر دیا ہے تم نے" ۔۔۔ جولیا نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ایڈ کمپنی کے ساتھ تو بزنس کوڈ ہی چل سکتا ہے۔ یہ فون شاید عام تھا۔ ورنہ وہ بند کر دیتا۔ اب کسی سپیشل نمبر سے بات کرے گا۔ بغیر کوڈ کے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"یہ آخر ہے کون۔ اتنی کوٹھیاں اس کے پاس ہیں ہر قسم کے ساز و سامان کے ساتھ" ۔۔۔ جولیا نے پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کون ہو سکتا ہے" ۔۔۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میرے خیال میں راؤنڈ ہیڈ تنظیم کی مخالف تنظیم ہو گی" ۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"مصطفٰے بے یہاں کی سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ سمجھو یہاں کا ایکسٹو" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور جولیا کی آنکھیں حیرت سے کھلتی چلی گئیں۔

"ارے یہ سیکرٹ سروس کا چیف۔ کمال ہے۔ پھر یہ خود راؤنڈ ہیڈ کے خلاف کام کیوں نہیں کرتا" ۔۔۔ جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"جولیا۔ راؤنڈ ہیڈ تنظیم کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔ یہ لوگ اسے سیاسی دشمنوں کے خلاف بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس تنظیم نے یہاں کے شہریوں کی زندگی بھی اجیرن کر رکھی ہے اس لئے مصطفٰے بے کی اپنی خواہش ہے کہ اس کا خاتمہ ہو جائے۔ وہ سرکاری طور پر اس کے خلاف کام نہیں کر سکتا۔ ورنہ اسے فوراً معزول کر دیا جائے گا" ۔۔۔ عمران نے جولیا کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن پھر ہماری تنظیم سرکاری طور پر یہاں کیسے مشن پر آ گئی" ۔۔۔ جولیا نے پوچھا۔

"یہ مصطفٰے بے ایکسٹو کا ذاتی دوست ہے۔ اس کی خواہش پر تو ایکسٹو نے تم لوگوں کو یہاں بھیجا ہے۔ غیر سرکاری طور پر ہیلتھ گروپ کے نام سے۔ اخراجات مصطفٰے بے کے ذمے ہیں" ۔۔۔ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور جولیا اثبات میں سر ہلانے لگی۔ دراصل سارا کھیل سمجھ گئی تھی اب اسے یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ پولیس کیوں راؤنڈ ہیڈ کی حمایت میں کام کر رہی ہے۔

اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی تھی اور عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ آؤ کیا ہو۔ دھنیا مرچ کیشن شاپ" ۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں مصطفٰے بے بول رہا ہوں عمران۔ وہ فون عام تھا۔ اس لئے کھل کر بات کرنے کے لئے مجھے ہیڈ کوارٹر کے خفیہ فون پر آنا

پڑا۔ اس فون پر ہم کھل کر بات کر سکتے ہیں ۔۔۔۔۔" مصطفےٰ بے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن فون کھلنے سے تو خراب ہو جائے گا۔ بات کیسے ہو گی ۔۔۔۔۔" عمران کا انداز وہی تھا۔

"فون کی نہیں۔ بات کھلنے کی بات کر رہا تھا ۔۔۔۔۔" مصطفےٰ بے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں بات واقعی تو پہلے ہی کھلی ہوئی ہے یا علیحدہ لکھا جاتا ہے۔ اور بات علیحدہ۔ اسے مزید کیا کھولنا۔ بہرحال فرمائیے ۔۔۔۔۔" عمران نے جواب دیا۔ اور مصطفےٰ بے ہنس پڑا۔

"سنا ہے شیخ کی گمشدگی سے تمہارا مطلب آقا جمشید ہی تھا؟" مصطفےٰ بے نے پوچھا۔

"ہاں کیوں۔ تمدان بیگ تو ہلاک ہو چکا ہے۔ اب تو وہی اشاک میں رہ گیا ہے ۔۔۔۔۔" عمران نے جواب دیا۔

"وہ واقعی غائب تھا جیسے آدمی جب اسے تلاش کرنے لگے میں نے پولیس کمشنر کی خصوصی نگرانی کرائی تھی۔ کیونکہ صرف سرکاری آدمی ایسا ہو سکتا ہے جسے اس کا علم ہو سکتا ہے۔ اور میرا یہ اندازہ کامیاب رہا۔ وہ آقا جمشید کو مل آیا ہے۔ آقا جمشید ڈاکٹر رانسن کے پرائیویٹ کلینک کے ایک خفیہ کمرے میں زیر علاج ہے۔ طاہر بیگ اسے وہاں ملنے گیا تھا۔ وہاں میرے محکمے کی ایک عورت نے نرس کی جگہ لے لی۔ وہ نرس آقا جمشید کے کمرے میں ڈیوٹی پر تھی۔ اس طرح مجھے ابھی ابھی تفصیل معلوم ہوئی ہے۔ میں اس سلسلے میں تم لوگوں سے بات کرنا

چاہتا تھا کہ تمہارا فون آ گیا ۔۔۔۔۔" مصطفےٰ بے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ ٹھیک ہو گیا ہے ۔۔۔۔۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں صبح اسے ہسپتال سے فارغ کر دیا جائے گا۔ لیکن وہ ایک ہفتے تک وہیل چیئر پر ہی رہے گا۔ اور سنو تمہاری کوٹھی راڈ ٹم ہیڈ کی نظر میں ہے۔ وہ مسلسل اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ گل فراز نے اس کی اطلاع آقا جمشید کو دی تھی اور آقا جمشید نے اس اطلاع کے بعد تمہارے خاتمے کے لئے ایک جامع منصوبہ بنایا ہے۔ صبح فارغ ہوتے ہی وہ ہیڈ کوارٹر پہنچے گا اور پھر انقرہ میں موجود تمام راڈ ٹم ہیڈ کو کہے گا کہ وہ پوری قوت سے اس کوٹھی پر ریڈ کرے گا تاکہ ہر صورت میں تم لوگوں کا خاتمہ کر سکے۔ تم فوراً اس کوٹھی کو خالی کر دو۔ میں تمہارے لئے ایک نئی جگہ کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ لیکن نگرانی کرنے والوں کو چیکنگ تمہارا نیا قیام ہو گا ۔۔۔۔۔" مصطفےٰ بے نے جواب دیا۔

"اگر وہ واقعی نگرانی کر رہے ہیں تو انہیں جھٹکنا مشکل ہے۔ کیونکہ ان کی نگرانی کو ہم آج تک چیک نہیں کر سکے۔ بہرحال آقا جمشید صبح تک تو اسی ہسپتال میں رہے گا ۔۔۔۔۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ صبح شاید آٹھ بجے ڈاکٹر رانسن اسے آخری بار چیک کر کے کلینک سے فارغ کرے گا ۔۔۔۔۔" مصطفےٰ بے نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر رانسن کا کلینک ہائی وے روڈ کے تیسرے سکوائر پر ہے نا ۔۔۔۔۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں بالکل وہی ہے۔ وہ انقرہ کا مشہور ترین سرجن ہے ۔۔۔۔۔" مصطفےٰ

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا نیا ہیڈ کوارٹر کون سا ہو سکتا ہے" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ البتہ میرا اندازہ ہے کہ گل فراز والا پوائنٹ ہی ان کا نیا ہیڈ کوارٹر ہو سکتا ہے۔ یہ پوائنٹ مضافاتی کالونی حسن ٹاؤن کی ایک بڑی عمارت ہے۔ اس میں گل فراز بار و گیم ہاؤس کا بورڈ لگا ہوا ہے" مصطفیٰ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بس ٹھیک ہے۔ اتنا ہی کافی ہے۔ شکریہ" عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے خدا حافظ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ وہ زیادہ دیر اس ٹیلی فون پر بات نہ کرنا چاہتا تھا کیونکہ جب اسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس کوٹھی کی نگرانی ہو رہی ہے تو ہو سکتا ہے یہاں کا فون بھی ٹیپ کیا جا رہا ہو۔

"تمہارے ساتھی کہاں ہیں جولیا" عمران نے رسیور رکھتے ہی مڑ کر تیز لہجے میں جولیا سے پوچھا۔

"موجود ہیں۔ کیوں" جولیا نے چونک کر پوچھا۔

"بلاؤ انہیں۔ ہمیں فوری طور پر کوئی منصوبہ بنانا ہوگا۔ ورنہ ہم یہاں رہ کر حقیر چوہوں کی طرح بے بسی سے مارے جائیں گے" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور جولیا اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ صورت حال واقعی انتہائی خطرناک ہو چکی تھی اور اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے وہ فوری طور پر کوئی منصوبہ بنانا چاہتا تھا۔

"گل فراز حاضر ہو سکتا ہے باس" دروازہ کھلتے ہی گل فراز کی آواز سنائی دی۔

"اوہ آؤ۔ تم نے آنے میں بہت دیر کر دی" آغا جمشید نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سوری باس — دیر ہو گئی۔ ایک ضروری کام پڑ گیا تھا" آنے والے نے جو [illegible] کے مخصوص لباس میں تھا بستر کے قریب آتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹھو" آغا جمشید نے کہا اور گل فراز پاس پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"سنو گل فراز۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ یہاں ہماری نگرانی ہو رہی ہے اور اس لئے میں نے اپنے منصوبے میں فوری تبدیلی کر دی ہے۔ اب ہمیں صبح ہونے سے پہلے جولیا فائٹ گروپ کی کوٹھی پر ریڈ کرنا ہوگا

ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھیں کسی طرح اطلاع مل جائے اور وہ پہلے کی طرح پھر غائب ہو جائیں۔" آقا جمشید نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ جیسے آپ حکم کریں۔ میں ابھی کوٹھی پر ریڈ کر دیتا ہوں۔" گل فراز نے جواب دیا۔

"نہیں میں خود ساتھ جاؤں گا۔ تم ڈاکٹر رانسن کو بلا لاؤ جلدی۔" آقا جمشید نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر باس۔" گل فراز نے جواب دیا اور اٹھ کر دروازے کی طرف مڑ گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد وہ ڈاکٹر رانسن کو ہمراہ لیے واپس آیا۔

"کیا بات ہے جناب۔ کوئی گڑبڑ تو نہیں۔" ڈاکٹر رانسن نے قریب آکر تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے لیکن میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔" آقا جمشید نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں صبح آپ کو فارغ کر دوں گا۔" ڈاکٹر رانسن نے چونکتے ہوئے کہا۔

"نہیں صبح کا انتظار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ضروری ہے۔" آقا جمشید نے غراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ بہتر جناب۔ جیسے آپ کہیں۔ میں وہیل چیئر کا بندوبست کرتا ہوں۔" ڈاکٹر رانسن نے رضامند ہوتے ہوئے کہا۔ وہ آقا جمشید کی طبیعت اور طاقت کو اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اگر بگڑ گیا تو اس کی اپنی زندگی ایک لمحے میں ختم ہو سکتی ہے۔

"جلدی کرو۔" آقا جمشید نے کہا اور ڈاکٹر رانسن سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خود ہی ایک وہیل کرسی کو دھکیلتا ہوا اندر آیا۔

"سٹور روم بند تھا۔ میں خود ہی لے آیا ہوں۔" ڈاکٹر رانسن نے کہا اور پھر بستر کی پائنتی کی طرف بڑھا۔

"شکریہ ڈاکٹر۔ تمہارا بل پہنچ جائے گا۔" آقا جمشید نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر رانسن نے جواب دینے کی بجائے اس کے پیروں کے گرد لگے ہوئے لوہے کے کڑے کھولنے شروع کر دیئے۔ اور دونوں کڑے کھلتے ہی آقا جمشید کی ٹانگیں حرکت کرنے لگ گئیں۔ اور آقا جمشید نے آرام سے ٹانگوں کو سمیٹا اور پھر جسم پر پڑے ہوئے کمبل کو ہٹا کر اس نے دونوں پیر بیڈ سے نیچے لٹکا دیئے۔ ڈاکٹر رانسن اور گل فراز اسے سہارا دینے کے لئے آگے بڑھے۔

"ٹھہرو۔ میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی۔" آقا جمشید نے ہاتھ سے انھیں روکتے ہوئے کہا اور وہ آہستہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کی ٹانگیں ذرا سی لڑکھڑائیں۔ پھر وہ سنبھل گیا۔

"ویری گڈ ڈاکٹر۔ تم واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔" آقا جمشید نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے قدم آگے بڑھا دیا اور پھر وہ اطمینان سے چلتا ہوا دیوار تک چلا گیا۔ اس کے قدموں میں کوئی لڑکھڑاہٹ نہ تھی۔

"ویری گڈ۔ آپ تو بالکل ٹھیک ہو گئے۔ ویسے آپ کی جسمانی

طاقت کا اس میں زیادہ دخل ہے ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر رانسن نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کا چہرہ مسرت سے کھلا پڑ رہا تھا کیونکہ بہرحال یہ اس شاندار کامیابی تھی۔

" میرا خیال ہے وہیل چیئر کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے آپ کو بالکل ٹھیک محسوس کر رہا ہوں ۔۔۔۔۔ آقا جمشید نے کہا۔

" پھر بھی احتیاط ضروری ہے جناب ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر رانسن نے کہا۔

" نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ اور ویسے بھی آقا جمشید وہیل چیئر پر بیٹھ کر اپنے ساتھیوں کے سامنے جانے سے مر جانا زیادہ بہتر سمجھتا ہے۔ مجبوری کی بات اور تھی ۔۔۔۔۔ آقا جمشید نے کہا اس دوران وہ مسلسل کمرے میں ٹہلتا رہا۔

" ٹھیک ہے جناب۔ آپ کی چال بتا رہی ہے کہ آپ کو وہیل چیئر کی واقعی ضرورت نہیں۔ اب تو صرف احتیاط کے طور پر ایسا ہو سکتا ہے۔ ورنہ آپ جیسے مناسب سمجھیں ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر رانسن نے جواب دیا۔

" میرا لباس کہاں ہے ۔۔۔۔۔ آقا جمشید نے پوچھا۔ کیونکہ اس کے جسم پر کلینک کا مخصوص لباس تھا۔

" الماری میں موجود ہے جناب ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر رانسن نے کمرے کی سائیڈ دیوار میں لگی ہوئی الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ اب آپ لوگ جائیں۔ میں لباس بدل لوں اور گل فراز تم باہر کار میں چلو۔ میں لباس بدل کر آ رہا ہوں ۔۔۔۔۔ آقا جمشید نے کہا اور ڈاکٹر رانسن اور گل فراز خاموشی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھے اور پھر کمرے سے باہر نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد آقا جمشید نے دروازے کی اندر کی چٹخنی چڑھا دی اور پھر الماری سے اپنا لباس نکال کر اس نے لباس بدلنا شروع کر دیا۔ وہ واقعی اپنے آپ کو بالکل چست و چالاک محسوس کر رہا تھا اور اس کا چہرہ مسرت سے کھلا جا رہا تھا۔ وہیل چیئر پر بیٹھنے کا تصور ہی اس کیلئے توہین دہ تھا لیکن اس وقت وہ مجبوراً ایسا کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔ لباس بدلنے کے بعد اس نے اپنی مخصوص پٹی پیشانی پر باندھی اور دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔۔۔۔۔ چٹخنی کھولی اور باہر نکل آیا۔ ڈاکٹر رانسن دروازے کے باہر موجود تھا۔

" میں بالکل ٹھیک ہوں ڈاکٹر۔ بے حد شکریہ۔ صبح ہوتے ہی تمہارا بل اور انعام پہنچ جائے گا۔ اور یقین رکھو۔ یہ بل اور تمہارا انعام تمہاری توقع سے کہیں زیادہ ہوگا ۔۔۔۔۔ آقا جمشید نے کہا۔

" آپ کی صحت یابی ہی میرا انعام ہے جناب ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر رانسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر وہ اس کے ہمراہ چلتا ہوا راہداری پار کر کے سیڑھیوں تک پہنچا۔ آقا جمشید بڑے اطمینان سے اچھلتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

" آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ یہ آخری مرحلہ تھا سیڑھیاں چڑھنے کا مطلب ہے کہ آپ سو فیصد ٹھیک ہو چکے ہیں۔ بالکل پہلے جیسے ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر رانسن نے اوپر پہنچتے ہی کہا اور آقا جمشید نے سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پورچ میں کھڑی ہوئی راؤنڈ جیپ کی مخصوص کار تک پہنچ گئے۔ کار کے قریب ہی گل فراز کھڑا تھا۔ آقا جمشید کو آتا دیکھ کر وہ مستعد ہو گیا۔ آقا جمشید نے کار کے قریب آ کر ڈاکٹر رانسن سے

معصا اٹھا گیا اور پھر کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ گل فراز نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

• اب کیا حکم ہے ۔۔۔۔۔ گل فراز نے دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا۔

• اپنے پوائنٹ پر چلو۔ وہاں چل کر بات کریں گے ۔۔۔۔۔ آغا جمشید نے کہا اور گل فراز نے سر ہلاتے ہوئے کار اسٹارٹ کی اور دوسرے لمحے ان کی کار حرکت کرتی ہوئی گیٹ سے باہر نکلتی چلی گئی۔

• تمہارے آدمیوں نے کوئی رپورٹ تو نہیں دی ۔۔۔۔۔ آغا جمشید نے پوچھا۔

• کن آدمیوں نے جناب ۔۔۔۔۔ گل فراز نے پوچھا۔

• جو کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں ۔۔۔۔۔ آغا جمشید نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

• وہ رپورٹیں تو دیتے رہتے ہیں جناب ۔۔۔۔۔ گل فراز نے جواب دیا۔

• میرا مطلب ہے جولیا گروپ وہاں موجود ہے نا۔ کہیں نکل تو نہیں گیا ۔۔۔۔۔ آغا جمشید نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

• نہیں جناب۔ وہ وہیں ہیں جناب ۔۔۔۔۔ گل فراز نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

• کیا بات ہے۔ تم کچھ الجھے ہوئے سے نظر آ رہے ہو ۔۔۔۔۔ آغا جمشید نے سخت لہجے میں کہا۔

• نہیں جناب ایسی تو کوئی بات نہیں۔ میں تو آئندہ مشن کے بارے میں سوچ رہا ہوں ۔۔۔۔۔ گل فراز نے فوراً ہی جواب دیا۔

• ہاں آئندہ مشن مکمل مشن ہوگا اور دل بھر کر ان لوگوں سے انتقام لیا

چاہتا ہوں ۔۔۔۔۔ آغا جمشید نے کہا اور گل فراز نے سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد کار مضافاتی کالونی حسن ٹاؤن میں داخل ہو گئی چونکہ پہلے ہی گل فراز بار اینڈ گیم ہاؤس کا بڑا سا بورڈ نصب تھا۔ کار اس بورڈ کے نیچے سے گزرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی اور پھر دور سے ایک بڑی عمارت پر لگا ہوا گل فراز بار اینڈ گیم ہاؤس کا نیون سائن نظر آنے لگا۔ گل فراز نے کار اس کے کمپاؤنڈ میں موڑی اور بڑے سے پورچ میں جا کر روک دی۔ برآمدے میں موجود چار راؤنڈ ہیڈز کار کو دیکھتے ہی چوکنے ہو گئے۔ اور پھر جب کار میں سے گل فراز اور آغا جمشید باہر نکلے تو ان کے جسم اور تن گئے۔

• آئیے سر ۔۔۔۔۔ گل فراز نے اندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور آغا جمشید سر ہلاتا ہوا اندرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ گل فراز بڑے مؤدبانہ انداز میں اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ برآمدے میں موجود چاروں راؤنڈ ہیڈز نے اپنے مخصوص انداز میں سیلوٹ کیا اور آغا جمشید سر ہلاتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ہال میں موجود افراد آغا جمشید اور گل فراز کو دیکھتے ہی یک لخت خاموش ہو گئے۔ مگر آغا جمشید ان کی طرف دیکھے بغیر دائیں سائیڈ میں بنی ہوئی راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے آخر میں سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ وہ دونوں سیڑھیاں اتر کر نیچے ایک اور راہداری میں پہنچے۔ اور پھر آخر میں موجود دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ دروازے کے سامنے دو راؤنڈ ہیڈز کھڑے تھے۔ انھوں نے مخصوص انداز میں سیلوٹ کیا اور ساتھ ہی آگے بڑھ کر مؤدبانہ انداز میں دروازہ کھول دیا۔ آغا جمشید اندر داخل ہوا۔ گل فراز اس کے پیچھے تھا۔ یہ ایک

بہترین انداز میں سجا ہوا دفتر تھا۔ آغا جمشید میز کے پیچھے پڑی ہوئی ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔ جبکہ گل فراز ایک طرف مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو" — آغا جمشید نے میز کے سامنے پڑی ہوئی کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور گل فراز ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"سنو۔ میں ابھی اور اسی وقت اس کوٹھی پر ریڈ کرنا چاہتا ہوں۔ مکمل طاقت کے ساتھ۔ میں اس کوٹھی کو اس انداز میں تہس نہس کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی ایک ایک اینٹ کے ہزاروں ٹکڑے ہو جائیں۔ وہاں موجود ہر آدمی کے ہزاروں ٹکڑے ہو جائیں" — آغا جمشید نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"درست ہے جناب" — گل فراز نے جواب دیا۔

"میں آغا جان کو بلاتا ہوں۔ تم تو باہر رہے ہو۔ اس سے تازہ ترین صورت حال کا آپ سے زیادہ علم ہوگا" — آغا جمشید نے اچانک میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور گل فراز نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

آغا جمشید نے رسیور اٹھا کر اس کا ایک بٹن دبا دیا۔

"آغا جان سپیکنگ" — دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ ظاہر ہے آغا جمشید کی اڈے میں آمد کا سب کو علم ہو گیا تھا۔

"دفتر میں آؤ فوراً" — آغا جمشید نے کرخت لہجے میں کہا اور ایک جھٹکے سے رسیور واپس رکھ دیا۔

"باس اگر آپ آرام کرنا چاہیں تو ہم اس کوٹھی پر ریڈ کر دیتے ہیں" — گل فراز نے کہا۔

"نہیں۔ میں ان کے خاتمے کے بعد ہی آرام کروں گا" — آغا جمشید نے سخت لہجے میں جواب دیا اور گل فراز خاموش ہو گیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبے تڑنگے راؤنڈ ہیڈ نے اندر قدم رکھا اور اس نے مخصوص انداز میں سلیوٹ کیا۔

"آغا جان — جولیا گروپ والی کوٹھی کی تازہ ترین رپورٹ کیا ہے" — آغا جمشید نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ سب اندر ہیں جناب" — آغا جان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم نے ابھی کوٹھی پر چھاپہ مارنا ہے۔ مکمل طاقت کے ساتھ۔ اس وقت جتنے بھی راؤنڈ ہیڈز مختلف پوائنٹس اور شہر میں موجود ہیں۔ ان سب کو کال کر کے کہہ دو کہ وہ سب تبریز کالونی کے پیچھے ایک سائیڈ پر پہنچ جائیں۔ میں گل فراز کے ساتھ وہاں پہنچ جاؤں گا۔ ان سب کو بموں اور گنوں سے پوری طرح مسلح ہونا چاہئے" — آغا جمشید نے کہا۔

"جناب چیک پر اکٹھے ہونے سے کہیں وہ چوکنا نہ ہو جائیں کیونکہ۔ ہم سب کو یہاں اکٹھا کریں اور پھر اکٹھے ہی وہاں پہنچیں" — گل فراز نے کہا۔

"نہیں۔ اس طرح وقت ضائع ہوگا اور میں کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ آغا جان ان سب کو کہہ دیں کہ وہ بالکل خاموش اور محتاط رہیں اور جب سب پہنچ جائیں تو مجھے اطلاع کرنا اور سنو زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے تک سب پہنچ جانے چاہئیں" — آغا جمشید نے کہا۔

"بہتر جناب۔ کیا یہاں موجود بھی سب راؤنڈ ہیڈز نے وہاں پہنچنا ہے" — آغا جان نے پوچھا۔

"یہاں کتنے موجود ہیں" ـــــ آقا جمشید نے پوچھا۔

"سر میرے اور باس کے علاوہ دس راؤنڈ ہیڈز ہیں" ـــــ [illegible] نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور اس وقت کل کتنے راؤنڈ ہیڈز موجود ہیں شہر میں" ـــــ آقا جمشید نے پوچھا۔

"جناب میرا خیال ہے پچاسی کے قریب تو ہوں گے" ـــــ آقا [illegible] نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پچاسی کافی رہیں گے۔ یہاں والوں کو ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس مشن کے اختتام پر ہم یہاں آکر جشن منائیں گے اس [illegible] یہاں فالتو لوگوں کو بھجوا دو اور ہال خالی کرا دو اور واپسی پر جشن کے لئے تیاری کر لو۔ یہاں سے صرف میں اور گل فراز جائیں گے" ـــــ [illegible] نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب حکم کی تعمیل ہوگی باس" ـــــ آقا سلمان نے کہا اور مخصوص انداز میں سیلوٹ مار کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

"باس اگر اجازت ہو تو میں بھی اس مشن میں شامل ہونے کے [illegible] تیاری کر لوں اسلحہ وغیرہ" ـــــ گل فراز نے کہا۔

"ہاں۔ تم بھی تیار ہو جاؤ۔ لیکن جلدی" ـــــ آقا جمشید نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور گل فراز اٹھ کر تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران جب دو کوٹھیوں کی درمیانی دیوار میں موجود اس شگاف سے [illegible]سری طرف نکل گیا جو اس نے بڑی احتیاط سے بنایا تھا تو اس کا انداز [illegible]یسا تھا جیسے وہ ماہر نقب زن ہو۔ دیوار کے اس حصے کے قریب اونچے [illegible]نچے درخت تھے۔ اور بڑے بڑے پتوں والی بیل نے اس حصے [illegible]ری طرح ڈھانپ رکھا تھا۔ عمران عمارت کی سائیڈ سے نکل کر زمین [illegible] رینگتا ہوا تیزی سے اس دیوار تک پہنچا تھا اور اس کی ہدایت کے [illegible]طابق باقی ساتھی بھی اسی طرح کرالنگ کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے تھے۔ عمران کے ہاتھ میں ایک سلاخ تھی۔ جس کا ایک سرا تھوڑا سا مڑا [illegible]ا تھا۔ عمران نے بیل کے اندر بیٹھ کر اس سلاخ کی مدد سے ایک [illegible]نٹ نکالی اور پھر باقی اینٹیں تیزی سے علیحدہ ہوتی چلی گئی۔ دوسری طرف [illegible]ی بیل پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے کافی بڑا شگاف بن جانے کے باوجود [illegible]سری طرف سے انہیں چیک نہ کیا جا سکتا تھا۔ اس کے باقی ساتھی بھی

اس کے پیچھے لان کی گھاس میں لیٹے ہوئے تھے۔ عمران نے مڑ کر
اشارہ کیا اور پھر اس شگاف کی دوسری طرف چلا گیا۔ وہ بیل کی سائیڈ
سے نکلا تو اس نے کوٹھی کا لان خالی پڑا ہوا دیکھا۔ کوٹھی کی اندرونی عمارت
میں بتیاں جل رہی تھیں۔ کسی قسم کے شور کی آواز بھی سنائی نہ دے رہی
تھی۔ اس لئے عمران اطمینان سے لان پر رینگتا ہوا اسی کوٹھی کی سائیڈ
دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ہاتھ میں وہ سلاخ ابھی تک موجود تھی۔
اس کے ساتھی بھی قطار بنائے اس کے پیچھے رینگتے ہوئے آ رہے تھے۔
سامنے والی دیوار کے قریب پہنچ کر عمران دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا
اور اس نے درمیانی دیوار کے ساتھ کان لگا دیئے۔ دوسری طرف خاموشی
تھی۔ اس دیوار کے ساتھ بھی زیبائشی درخت موجود تھا۔ عمران نیچے
جھکا اور پھر اس نے سلاخ کی مدد سے بڑی احتیاط سے اس دیوار کی
ایک اینٹ نکالنی شروع کر دی اور پھر تھوڑی دیر میں وہ اس دیوار میں
ایک چھوٹا سا شگاف ڈالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے لان کی گھاس
میں لیٹے ہوئے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور پھر دیوار کے اس شگاف
سے دوسری طرف نکل گیا۔ اس کوٹھی کے پورچ میں آ کے ایک سٹیشن
ویگن کھڑی نظر آئی۔ عمارت کے اندر بتیاں روشن تھیں لیکن کوئی آواز سنائی نہ
دے رہی تھی۔ عمران آہستہ آہستہ رینگتا ہوا اس سٹیشن ویگن کی طرف بڑھا۔
اس کی توقع کے عین مطابق ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ لاک نہ تھا۔
اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا تو اندر لائٹ جل اٹھی۔ عمران نے پہنے
ہوئے لباس کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک باریک سی تار
نکالی جس کا سرا مڑا ہوا تھا۔ اس نے تار کے اس حصے کو اگنیشن کے

سوراخ میں ڈالا اور اسے احتیاط سے ادھر ادھر گھمانے لگا۔ چند لمحوں
بعد کلک کی آواز سنائی دی اور اس بار تار گھماتے ہی ویگن سے
سٹارٹر کی آواز سنائی دی۔ عمران نے فوراً تار کو واپس گھما دیا اور
دروازہ بند کر کے وہ تیزی سے واپس رینگا۔ اس کے پیچھے جولیا لان
پر رینگتی ہوئی آ رہی تھی۔ عمران نے جولیا کے کان میں سرگوشی کی اور جولیا سر ہلاتے
ہوئے مڑی اور اس نے اپنے پیچھے موجود صفدر کے کان میں سرگوشی کی۔
اس طرح یہ سرگوشی سب سے آخر میں موجود جوزف کے کانوں تک پہنچ گئی۔
اور اس کے ساتھ ہی عمران دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ
گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اندرونی لائٹ بجھا دی اور اس کی ساتھ والی
سیٹ پر جولیا آن چڑھی اور اسی لمحے سٹیشن ویگن کا سائیڈ کا دروازہ
آہستگی سے کھلا اور باقی افراد بڑے احتیاط بھرے انداز میں اندر سیٹوں کے پیچھے
لیٹتے چلے گئے۔ اور اسی لمحے اس نے سٹیشن ویگن کو ہلتا محسوس کیا۔ وہ
سمجھ گیا کہ پلان کے مطابق اسے جوانا دھکیل رہا ہے اور جوزف پھاٹک
کھولنے کے لئے اس کی طرف رینگ گیا ہو گا۔ سٹیشن ویگن اس بار حرکت
میں آئی اور عمران نے سٹیئرنگ کو تھاما اور پھر سٹیشن ویگن آہستہ آہستہ حرکت
کرتی ہوئی مڑی اور پھر اسی طرح رینگتی ہوئی پھاٹک کی طرف بڑھتی چلی گئی۔
جوانا کی طاقت تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں سے بھری ہوئی سٹیشن ویگن کو اکیلا
ہی دھکیل رہا تھا۔ آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی سٹیشن ویگن پھاٹک کے قریب
پہنچی تو عمران نے جوزف کو دیکھا جو بڑے محتاط انداز میں پھاٹک کھول
رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو پھاٹک کے ستون کے اندرونی طرف چھپائے
ہوئے تھا۔ تاکہ باہر سے نظر نہ آ سکے اور سٹیشن ویگن اسی طرح رینگتی ہوئی

چانک کراس کر گئی۔ اور عمران نے تیزی سے اگنیشن میں موجود تار کو گھما دیا
اور سٹیشن ویگن کا انجن ہلکی سی غراہٹ کے ساتھ جاگ اٹھا۔ عمران نے
لائٹس آن کر دیں وہ نگرانی کرنے والوں کو کسی طور پر بھی مشکوک نہ کرنا
چاہتا تھا۔ حالانکہ اُسے یقین تھا کہ نگرانی کرنے والوں کی توجہ اصل
ٹارگٹ سے دوسری کوٹھی کی طرف نہیں ہو سکتی لیکن پھر بھی وہ ہر احتیاط
کرنا چاہتا تھا۔ عمارت سے نکلنے کی اب تک کی ساری کارروائی بھی
اس نے اسی احتیاط کے پیش نظر کی تھی۔ کیونکہ مصطفےٰ لبے کے فون
کے بعد اُسے احساس ہو گیا تھا کہ ان کی نگرانی کسی اونچی عمارت سے
کی جا رہی ہے۔ ورنہ سڑک پر ہونے والی نگرانی سے وہ یقیناً باخبر ہو جاتے
یہی وجہ تھی کہ وہ رینگتے ہوئے دیوار تک آئے اور پھر نقب لگا کر دوسری
اور تیسری کوٹھی میں پہنچ گئے تھے۔ اب چونکہ انہیں سٹیشن ویگن کا سہارا
مل گیا تھا۔ اس لئے مزید خدشہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ اسی لمحے جوزف اور جوانا بھی
سٹیشن ویگن میں سوار ہو گئے۔ اور عمران نے سائیڈ دروازہ بند ہوتے ہی
تیزی سے سٹیشن ویگن آگے بڑھا دی اور پھر وہ اپنی کوٹھی کے آگے سے
نکلتے چلے گئے۔ کالونی سے نکل کر عمران نے سٹیشن ویگن کو اس سڑک
کی طرف موڑ دیا جو ہائی مے کی طرف جاتی تھی۔ جہاں ڈاکٹر رالسن کا پرائیویٹ
کلینک تھا۔ عمران ـــــ پہلے سے پورا منصوبہ بنا چکا تھا اور اس
منصوبے کی بنیاد پر ہی وہ پوری طرح تیار ہو کر باہر نکلے تھے۔ ان سب
کی پشتوں پر بیگ بندھے ہوئے تھے۔ جن میں دیگر اسلحے کے ساتھ
ساتھ مشین گنوں کے پارٹس بھی موجود تھے۔ جنہیں جوڑ کر وہ اسے فائرنگ
کے لئے آسانی سے تیار کر سکتے تھے۔ صرف عمران کی پشت پر کوئی بیگ

ڈ تھا۔ بلکہ اس نے اپنے لباس کے اندر اپنی مخصوص جیکٹ
ہنی ہوئی تھی جسے وہ عمرو عیار کی زنبیل کہا کرتا تھا۔ جس کی بے شمار
نی بڑی خفیہ جیبوں میں ہر قسم کی صورت حال کے مقابلے کے لئے وافر
ن موجود رہتا تھا۔ ہائی مے پر پہنچتے ہی اس نے سٹیشن ویگن کو اس طرف
یا جس طرف ڈاکٹر رالسن کا کلینک تھا۔ چونکہ وہ پہلے بھی اس کلینک
چکا تھا۔ اس لئے اس کا محل وقوع جانتا تھا پہلے بھی وہ آقا جمشید
ھونڈنے یہاں آیا تھا لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی اس نے
وارڈ بوائے کو رشوت دے کر معلومات حاصل کی تھیں۔ لیکن اب
لبے کے فون سے معلوم ہوا تھا کہ آقا جمشید وہیں کسی خفیہ کمرے میں
د تھا۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ وہ اندر داخل ہو کر آقا جمشید کو اغوا کرنے
کی جگہ کیپٹن شکیل کو اس کے میک اپ میں وہاں لٹا دے گا اور پھر
شکیل آقا جمشید کے میک اپ میں صبح ہسپتال سے فارغ ہو کر
نے ہیڈ کوارٹر پہنچے گا تو وہ اور اس کے ساتھی اس ہیڈ کوارٹر
و گرد چھپے رہیں گے۔ آقا جمشید تمام راؤنڈ ہیڈز کو وہاں اکٹھا کرے
عمران اور اس کے ساتھی اس عمارت پر حملہ کر کے سب کا خاتمہ
گے اور اس طرح ان کا مشن مکمل ہو جائے گا۔
کلینک کے قریب پہنچتے ہی اس نے سٹیشن ویگن ایک طرف روکی اور
عمران اور کیپٹن شکیل نیچے اترے اور دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے
کے کمپاؤنڈ گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے ابھی وہ گیٹ کے اندر
اخل ہو کر اندر موجود اصل عمارت کی طرف بڑھے ہی تھے کہ انہیں
چیخنے کی آوازیں انہیں اپنے عقب سے سنائی دیں اور وہ تیزی سے

ایک طرف ہٹ گئے۔ دوسرے لمحے ایک کار تیزی سے ان کے قریب سے نکلتی ہوئی پورچ میں جا رکی۔ کار پر راونڈ ہیڈ کا مخصوص نشان موجود تھا۔ اب وہ پورچ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ وہاں اور بھی لوگ آ جا رہے تھے اس لئے وہ مطمئن تھے۔ کار کا دروازہ کھلا اور پھر عمران کی قد و قامت والا نوجوان باہر نکل آیا۔ وہ راونڈ ہیڈ تھا۔ برآمدے میں موجود ہسپتال کے عملے کا ایک آدمی اسے دیکھتے ہی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اس کے انداز میں ہلکی سی دہشت تھی۔

"جی جناب فرمائیے" ۔۔۔۔ اس نے کار سے نکلنے والے راونڈ ہیڈ سے بڑے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"تم کون ہو" ۔۔۔۔ راونڈ ہیڈ نے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔

"میں جناب ہسپتال کا آدمی ہوں۔ بڑے ڈاکٹر صاحب نے میری ڈیوٹی لگائی ہے۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ گل فراز صاحب راونڈ ہیڈ نے آنا ہے جیسے ہی وہ آئیں انہیں فوراً آغا جمشید کے پاس پہنچا دوں تاکہ ان کا وقت ضائع نہ ہو" ۔۔۔۔ پوچھنے والے نے انتہائی مؤدبانہ انداز میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے جواب دیا۔

"او اچھا۔ میرا نام گل فراز ہے" ۔۔۔۔ راونڈ ہیڈ نے اس بار مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تشریف لائیے سر۔ آغا صاحب کافی دیر سے آپ کے منتظر ہیں وہ کئی بار ہم سے آپ کے بارے میں پوچھ چکے ہیں" ۔۔۔۔ استقبال کرنے والے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ایک ضروری کام کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی ہے چلو" ۔۔۔۔ گل فراز نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور پھر وہ دونوں برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اندر چلے گئے۔

"کیپٹن شکیل مسئلہ آسان ہو گیا۔ یہ اس اڈے کا انچارج ہے گل فراز میری قد و قامت کا ہے میں اسے ٹریپ کر لیتا ہوں۔ یہ آغا جمشید سے مل کر واپس آئے گا تو میں اس کے میک اپ میں اڈے پر چلا جاؤں گا۔ اس طرح زیادہ آسانی رہے گی۔ کیونکہ آغا جمشید تو وہیل چیئر پر ہو گا۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ کہاں ہو۔ اسے ٹریپ کر کے اس کا میک اپ خاصا دشوار ہو گا" ۔۔۔۔ عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن پروگرام" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ویسے ہی رہے گا۔ تم یہاں ٹھہرو۔ میں ایک طرف جا کر اس کے چہرے کا میک اپ کر لوں۔ اس کے واپس آنے پر لباس تبدیل کر لوں گا۔ ورنہ خواہ مخواہ دیر ہو گی" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے پھر" ۔۔۔۔ وہ پلاسٹک کا سر پر پہننے والا خول مجھ سے لیں۔ اس کے بغیر تو آپ گنجے ہو نہیں سکتے" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور پشت پر لدے ہوئے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر اس نے ایک چھوٹا سا ڈبہ عمران کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"ہاں بالکل۔ اس کے بغیر تو میں راونڈ ہیڈ تھوڑا ہی بنوں گا" ۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ ڈبہ کیپٹن شکیل کے ہاتھ سے لے کر وہ تیزی سے لان کے اندھیرے حصے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جبکہ کیپٹن شکیل وہیں ایک ستون کے ساتھ پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے تھک کر آرام کر رہا ہو۔ ہسپتال میں لوگ آ جا رہے تھے لیکن سب اپنے اپنے مسائل میں الجھے

جو سنے۔ کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ تھوڑی دیر بعد عمران ایک چکر کاٹ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ گل فراز کے میک اپ میں تھا۔ اس کا سر بالکل گنجا لگ رہا تھا۔ چمکتی ہوئی سر کی کھال صاف نظر آ رہی تھی۔ یہ اس پلاسٹک خول کا کمال تھا۔ جسے خاص طور پر اس قسم کے میک اپ کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔

"جیسے ہی گل فراز باہر آئے تم اسے دائیں طرف لے آنا۔ باقی کام میں کر لوں گا ۔۔۔" عمران نے اس سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا اور عمران دائیں طرف موجود عمارت کی سائیڈ میں اندھیرے کی طرف رینگتا چلا گیا۔ دس منٹ بعد اندرونی راہداری کا دروازہ کھلا اور گل فراز باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔ جیسے ہی وہ کار کے قریب پہنچا۔ کیپٹن شکیل تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"جناب میرے پاس آپ کے لئے ایک اطلاع ہے ۔۔۔" کیپٹن شکیل نے آگے بڑھ کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اطلاع۔ کیسی اطلاع۔ کون ہو تم ۔۔۔" گل فراز نے چونکتے ہوئے کہا۔

"جناب میرا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔ میرے پاس ایک ایسی دستاویز موجود ہے۔ جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ سیکرٹ سروس کا چیف مصطفٰے جولیانا فائٹ گروپ سے ملا ہوا ہے اور انہیں سہولیات مہیا کر رہا ہے ۔۔۔" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ اوہ ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ کہاں ہے دستاویز ۔۔۔" گل فراز نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"جناب میری نگرانی ہو رہی ہے۔ آپ اس طرف اندھیرے میں آ جائیے۔ میں آپ کو دستاویز دے دیتا ہوں۔ ورنہ یہاں روشنی میں یہ بات چیک ہو سکتی ہے اور پھر میری موت یقینی ہو جائے گی۔ میں راؤ محمد حمید کا ہمدرد ہوں۔ اس نے اپنی جان پر کھیل کر آپ تک پہنچا ہوں ۔۔۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے آؤ ۔۔۔" گل فراز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ مصطفٰے کی بات سن کر اس نے مزید کچھ سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی تھی۔ کیونکہ یہ اس کی دانست میں دھماکہ خیز انکشاف تھا اور پھر کیپٹن شکیل اسے لئے ہوئے اس سمت کی طرف بڑھتا آیا۔ جدھر عمران پہلے ہی اس کے میک اپ میں چھپا ہوا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ دونوں اندھیرے میں پہنچے اچانک عمران بھوکے عقاب کی طرح گل فراز پر جھپٹا۔ گل فراز کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی اور دوسرے لمحے اس کا جسم عمران کے ہاتھوں میں ہی ڈھیر ہوتا چلا گیا۔ عمران کی کھڑی ہتھیلی کی ایک ہی طاقتور ضرب نے اس کی گردن توڑ دی تھی۔ عمران نے جان بوجھ کر مخصوص انداز میں پوری قوت سے وار کیا تھا۔ کیونکہ وہ زیادہ وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا اور پھر گل فراز کو نیچے لٹا کر اس نے تیزی سے اس کا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ اس کا لباس اور بوٹ تک اتار چکا تھا۔ اس کے بعد اس نے پھرتی سے جیکٹ کے سوا باقی لباس اتارا اور گل فراز کا لباس پہن لیا۔ اس کے ہاتھ خاصی تیزی سے چل رہے تھے۔ آخر میں اس نے گل فراز کے ماتھے پر بندھی ہوئی راؤ محمد حمید کی مخصوص پٹی اتاری اور اپنے ماتھے پر باندھ لی۔ بوٹ پہننے کے بعد وہ اب مکمل طور پر

گل فراز بن چکا تھا۔

" یہ کرنسی سنبھالو۔ بعد میں وصول کر لوں گا۔ اور ساتھ ان کی جیبوں سے رقم نکال لینا۔ میں نے بہت سی جیبیں کاٹی ہیں۔ تب یہ رقم ملی ہے۔" عمران نے کپڑے سے جیب کے پاس کھڑے ہوئے کیپٹن شکیل کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

" اور اس کا کیا کرنا ہے۔" کیپٹن شکیل نے زمین پر پڑے ہوئے گل فراز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" اسے سامنے کی طرف لے جانا تو خطرناک ہوگا۔ ایسا کرو کہ میرے جانے کے بعد اس کا چہرہ بوٹ کی نوک سے اچھی طرح کچل کر تم بھی چلے جانا۔ جب تک یہ پہچانا جائے گا۔ ہمارا مشن مکمل ہو جائے گا۔" عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا اور عمران گل فراز کے انداز میں چلتا ہوا جیپ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کار کے قریب پہنچ کر اس نے جیبوں میں ہاتھ ڈالا تو اسے جیب میں سے کار کی چابیاں مل گئیں۔ اس نے چابیاں جیب سے نکال کر کار میں بیٹھنے کا ارادہ کیا تھا کہ اسے برآمدے میں سے چند افراد دوڑ کر آتے دکھائی دیئے۔ وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ آنے والوں نے جلدی سے وہاں موجود لوگوں کو ادھر ادھر ہٹانا شروع کر دیا۔

" ہٹ جاؤ۔ راؤنڈ میں چیف باس آ رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کے سامنے آ جاؤ تو وہ ڈھیر کر دے گا۔" لوگوں کو ہٹانے والوں نے چیخ چیخ کر کہا اور ان کی بات سن کر عمران بری طرح چونک پڑا۔ یہ صورتِ حال اس کے لئے نئی تھی کہ آغا جمشید صبح کی بجائے ابھی آ رہا تھا۔ وہ بال بال بچا تھا۔ ورنہ وہ تو کار میں بیٹھ کر نکل جاتا اور آغا جمشید

صورتِ حال سمجھ کر یقیناً اسے ہلاک کر دیتا۔ چیف کے محافظ بھی [illegible] اور وہ بے خبری میں ہی موت کے گھاٹ اتر جاتا۔

وہ کار کے قریب ہی تن کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے چیف باس کے استقبال کے لئے کھڑا ہو۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور آغا جمشید ڈاکٹر کے ساتھ چلتا ہوا برآمدے میں پہنچ گیا۔ عمران آغا جمشید کو دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ وہ وہیل چیئر پر آنے کے بجائے اپنے قدموں پر چلتا ہوا آ رہا تھا۔ اور اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہو چکا ہے۔ عمران دل ہی دل میں ڈاکٹر الحسن کی مہارت کا قائل ہو گیا ورنہ جو حالت آغا جمشید کی ہو گئی تھی اس کے بعد اس کے اتنی جلدی ٹھیک ہو جانے کی اسے امید نہ تھی۔ آغا جمشید اور ڈاکٹر چلتے ہوئے کار کے قریب پہنچے اور پھر آغا جمشید نے ڈاکٹر سے مصافحہ کیا اور خود ہی کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اس کے اندر بیٹھتے ہی عمران نے بھی دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے اگنیشن میں چابی لگا لی۔

" اب کیا حکم ہے۔" عمران نے گل فراز کے لہجے میں پوچھا۔ اسے تو معلوم نہیں تھا کہ اندر ان دونوں کے درمیان کیا پروگرام طے ہوا ہے۔

" اپنے پوائنٹ پر چلو۔ وہاں چل کر بات کریں گے۔" آغا جمشید نے کرخت لہجے میں کہا اور عمران نے سر ہلاتے ہوئے چابی گھما کر کار اسٹارٹ کی اور اسے موڑ کر کمپاؤنڈ گیٹ کی طرف لیتا چلا گیا۔ کمپاؤنڈ گیٹ سے باہر نکل کر اس نے کار کو دائیں طرف موڑ دیا۔

کیونکہ اسے گل فراز پوائنٹ کے متعلق بتا چکا تھا۔ اس لیے وہ اطمینان سے کار چلا رہا تھا۔

"تمہارے آدمیوں نے کوئی رپورٹ تو نہیں دی ۔۔۔۔" تھوڑی سی دیر بعد آغا جمشید نے پوچھا۔

"کون آدمیوں نے جناب ۔۔۔۔" عمران نے پوچھا۔ ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا تھا۔ وہ تو ہر بات سے مکمل طور پر لاعلم تھا۔

"جو کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں ۔۔۔۔" آغا جمشید کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ کرخت تھا۔

"وہ رپورٹیں تو دیتے رہتے ہیں جناب ۔۔۔۔" عمران نے مبہم سا جواب دیا۔ وہ کوئی واضح بات تو نہ کر سکتا تھا۔

"میرا مطلب ہے جولیا گروپ وہاں موجود ہے ناں۔ کہیں نکل تو نہیں گیا ۔۔۔۔" آغا جمشید کا لہجہ جھنجھلاہٹ سے پُر تھا۔

"نہیں جناب۔ وہ وہیں ہیں جناب ۔۔۔۔" عمران نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔ تم کچھ الجھے ہوئے نظر آ رہے ہو ۔۔۔۔" آغا جمشید نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ شاید عمران کے مبہم جوابوں سے مشکوک ہو گیا تھا۔

"نہیں جناب۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو آئندہ مشن کے بارے میں سوچ رہا ہوں ۔۔۔۔" عمران نے فوراً ہی جواب دیا۔

"ہاں آئندہ مشن مکمل مشن ہوگا اور میں دل بھر کر ان لوگوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں ۔۔۔۔" آغا جمشید نے جواب دیا اور عمران نے سر ہلا دیا۔ وہ صورت حال کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

پھر وہ گل فراز بار اینڈ گیمبلنگ ہاؤس تک پہنچ گیا۔ اس نے کار گیٹ کے اندر موڑ کر عمارت کے سامنے روک دی اور پھر باہر نکل آیا۔ پھر اس نے احترام سا چہرے پر ڈال کر اپنے آپ کو آغا جمشید کے پیچھے کر لیا۔ کیونکہ وہ اس پوائنٹ پر پہلی بار آیا تھا۔ اس لیے اسے اندرونی صورت حال کا علم ہی نہ تھا اور وہ پہلے سے مشکوک آغا جمشید کو مشکوک نہ کرنا چاہتا تھا۔ آغا جمشید تو ظاہر ہے یہاں آتا رہتا ہوگا۔ اس لیے وہ خود دفتر میں پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے خود ہی وہاں کے سیکشن انچارج آغا جان کو کہہ کر عمران کی تشکیل مکمل کر دی۔ جب آغا جمشید نے سارا پروگرام بنا کر آغا جان کو بھیجا تو عمران نے بھی تیاری کی بات کر کے اس سے اجازت لے لی کیونکہ پروگرام بدل گیا تھا۔ اور وہ اپنے گروپ کو نئی ہدایات دینا چاہتا تھا۔ دفتر سے باہر نکل کر وہ راہداری میں سے ہوتا ہوا ہال میں پہنچا اور پھر تیزی سے ایک باتھ روم میں گھستا چلا گیا۔ اس نے باتھ روم کا دروازہ اندر سے بند کیا۔ اور پھر جیکٹ میں ہاتھ ڈال کر اس نے ایک چھوٹا سا جدید قسم کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کا بٹن آن کر دیا۔ یہ محدود رینج کا ٹرانسمیٹر تھا۔ چونکہ اسے یقین تھا کہ اس کے ساتھی اس پوائنٹ تک پہنچ چکے ہوں گے اس لئے اس نے اسے استعمال کیا تھا۔ بٹن آن ہوتے ہی ٹرانسمیٹر سے ہلکی سی زوں زوں کی آواز نکلنے لگی اور پھر اس کے کونے میں موجود سبز رنگ کا بلب جل اٹھا۔

"ہیلو پرنس سپیکنگ اوور ۔۔۔۔" عمران نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"یس فٹز واٹر سپیکنگ اوور ۔۔۔۔" دوسری طرف سے جولیا نے بھی احتیاط برتتے ہوئے جولیا کی بجائے اپنے نام کا دوسرا حصہ بتا دیا

"سنو آقا جمشید نے پروگرام بدل دیا ہے۔ وہ تمام رائونڈ ہیڈز کو تیرہ نمبر سڑک کے چوک پر اکٹھا کر کے ہماری کوٹھی پر حملہ کرے گا اور پھر وہاں سے واپس آ کر یہاں جشن منائے گا۔ لیکن چونکہ اسے کوٹھی خالی ملے گی اس لئے ظاہر ہے وہ جشن نہیں منائے گا۔ اس لئے تم ایسا کرو کہ فوراً چوک پر پہنچ جاؤ۔ جیسے ہی وہ سب وہاں اکٹھے ہوں، انہیں گھیر کر ان پر بموں کی بارش کر دو۔ کوئی زندہ بچ کر نہ جانے۔ آقا جمشید کو میں خود سنبھال لوں گا۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن ان کی تعداد کیا ہو گی۔ تاکہ ان کی تعداد کے مطابق پروگرام بنائیں۔ اوور" ۔۔۔ جولیا نے پوچھا۔

"اسی پچاسی ہوں گے اوور" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ یہ تو بہت زیادہ تعداد ہے۔ بہرحال ٹھیک ہے اوور" ۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹرن آف کر کے اس نے ٹرانسمیٹر کو واپس جیکٹ کی جیب میں ڈالا اور پھر باتھ روم کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور دوبارہ دفتر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کی چال میں اطمینان تھا۔ دفتر کا دروازہ کھول کر جیسے وہ اندر داخل ہوا تو اس نے آقا جمشید کو غائب پایا۔ ابھی عمران حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ ایک اندرونی دروازے سے آقا جمشید باہر نکلتا دکھائی دیا۔

"تم آ گئے گل فراز تیار ہو گئے ہو" ۔۔۔ آقا جمشید نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"یس باس" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"ادھر کمرے میں جا کر وہ مشین بھی اٹھا لو۔ جو میں نے میز پر رکھ دی ہے۔ یہ آپریشن میں کام دے گی" ۔۔۔ آقا جمشید نے اسی دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جہاں سے وہ باہر نکلا تھا اور عمران سر ہلاتا ہوا تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھول کر جیسے ہی وہ اس چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی پشت پر دروازہ آٹومیٹک طریقے سے بند ہو گیا۔ کمرہ خالی تھا۔ وہاں کوئی میز موجود نہ تھی اور نہ مشین۔ دروازہ بند ہوتے ہی عمران چونک کر مڑا ہی تھا کہ کمرہ ایک جھٹکے سے کسی لفٹ کی طرح تیزی سے نیچے اترتا چلا گیا اور عمران نے ایک طویل سانس لی۔ ظاہر ہے اب اس میں کوئی شک کی بات نہ رہی تھی کہ عمران کو ٹریپ کر لیا گیا ہے اور ظاہر ہے یہ ٹریپنگ اسی کال کی وجہ سے ہی ہو سکتی تھی۔ دوسرے لمحے کمرہ ایک جھٹکے سے رکا اور اسی لمحے عمران کے قدموں تلے سے فرش غائب ہو گیا اور عمران ایک جھٹکے سے گہرائی میں گرتا چلا گیا۔ لیکن یہ گہرائی معمولی ہی ثابت ہوئی کیونکہ چند لمحوں بعد عمران ایک دھماکے سے ٹھوس زمین سے ٹکرایا۔ زمین سے ٹکراتے ہی وہ تیزی سے اچھلا اور اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اس طرح وہ اچانک نیچے گرنے سے لگنے والی چوٹ سے محفوظ ہو گیا۔ لیکن اچھل کر جیسے ہی وہ سیدھا ہوا اس کے ذہن میں یک لخت تاریکی سی چھاتی چلی گئی۔ عمران نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ اسے بے ہوش کر دینے والی گیس کی بو محسوس ہو گئی تھی لیکن شاید گیس پہلے سے وہاں موجود تھی۔ اس لئے عمران گرنے اور اچھل کر سیدھا ہونے کی وجہ سے کئی سانس لے چکا تھا۔ چنانچہ اس کا ذہن باوجود کوشش کے کنٹرول نہ ہو سکا اور عمران کے ذہن پہ شہتیر

کی طرح زمین پر ڈھیر ہوتا چلا گیا۔

گل فراز بار اور گیم ہاؤس کے بڑے تہہ خانے میں جو ایک بہت بڑے ہال پر مشتمل تھا۔ تمام فرنیچر ہٹا دیا گیا تھا۔ شمالی دیوار کے ساتھ ایک اونچی سٹیج پر دو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں اور اس دیوار کے علاوہ باقی تین دیواروں کے ساتھ راؤنڈ ہیڈز چپکے ہوئے تھے۔ صرف ایک طرف بنے ہوئے دروازے کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ ہال کی دیواروں کے ساتھ چپکے ہوئے راؤنڈ ہیڈز کی تعداد پچیس سے کم نہ تھی۔ وہ سب ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے کھڑے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں۔ وہ سب خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ ان سب کی نظریں اس دروازے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور آغا جمشید اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پولیس کمشنر طاہر بیگ تھا۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی ہال میں موجود تمام راؤنڈ ہیڈز نے بڑے چوکنے انداز میں انھیں سیلوٹ کیا۔ آغا جمشید سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور پھر سٹیج پر رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ پولیس کمشنر طاہر بیگ

نے اس کے ساتھ والی کرسی سنبھال لی۔ ہال کی چھت کے درمیان میں ایک بڑا سا فانوس ٹنگا ہوا تھا جس کی تیز روشنی سے ہال منور تھا۔

"ان لوگوں کو لایا جائے ۔۔۔۔" آغا جمشید نے کرسی پر بیٹھتے ہی کرخت لہجے میں کہا اور دروازے کے قریب کھڑا ہوا آغا جان تیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا اور چند لمحوں بعد دروازہ کھلا تو عمران اور اس کے سب ساتھی سٹین گنوں کے سائے میں اندر داخل ہوئے۔ ان کو باندھنے کی ضرورت شاید اس لئے نہ سمجھی گئی تھی کہ اتنے آدمیوں کے درمیان وہ کیسے بھاگ سکتے تھے۔ انھیں ہال کے درمیان میں لا کر کھڑا کر دیا گیا۔ عمران اپنی اصل شکل میں تھا۔

"یہ لوگ کیسے پکڑے گئے ۔۔۔۔" طاہر بیگ نے قریب بیٹھے ہوئے آغا جمشید سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ لوگ شیطان سے بھی زیادہ عیار واقع ہوئے ہیں۔ اگر یہ عمران یہاں پوائنٹ پر اپنے ساتھیوں کو ٹرانسمیٹر پر کال نہ کرتا تو یہ کبھی نہ پکڑے جاتے۔ گل فراز کے میک اپ میں ہسپتال سے میرے ساتھ آیا۔ اس کی باتوں سے مجھے کچھ شک ہو گیا تھا۔ لیکن پھر جیسے ہی اس نے باتھ روم میں گھس کر کال کی۔ وہ فوراً ہی میرے ٹرانسمیٹر پر کال نشر ہونے لگی۔ جس پر آغا جان نے فوری طور پر کال کا دوسرا سرا ٹریس کر لیا اس کے سب ساتھی ایک اسٹیشن ویگن میں پوائنٹ کے نزدیک ہی موجود تھے۔ چنانچہ انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ اب میں نے فیصلہ کیا کہ ان کو تمام راؤنڈ ہیڈز کی موجودگی میں عبرتناک سزا دی جائے تاکہ راؤنڈ ہیڈز کا اعتماد بحال ہو سکے۔ اور یہ تماشا دکھانے کے لئے میں نے تمہیں بھی بلایا۔ اب تم دیکھو کہ راؤنڈ ہیڈز اپنے دشمنوں سے کس طرح انتقام

لیتے ہیں ـــــ" آغا جمشید نے بڑے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

"بزدل راؤنڈ ہیڈ تنظیم کہو آغا جمشید۔ ہاتھ باندھ کر انتقام لینا بزدلوں کا شیوہ ہے ـــــ" عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ۔ تم ایسے الفاظ کہہ کر اپنی موت کو اور زیادہ بھیانک بنا رہے ہو ـــــ" آغا جمشید نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"ان کی مکمل تلاشی لے لی گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے پاس کوئی خطرناک حربہ موجود ہو ـــــ" طاہر بیگ نے آغا جمشید سے پوچھا۔

"ہاں۔ بالکل پہلے میں نے اسی بات کا حکم دیا تھا۔ اور ان کے پاس سے انتہائی جدید ترین اسلحہ ملا ہے۔ خاص طور پر اس عمران کی جیکٹ میں تو عجیب و غریب چیزیں ملی ہیں ـــــ" آغا جمشید نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"صفدر بلاسٹرز فٹ کر دیئے ہیں ناں۔ تاکہ ہمارے ساتھ ان کی موت بھی عبرتناک بن سکے ـــــ" عمران نے اونچے لہجے میں قریب کھڑے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا اور صفدر نے اس کا لہجہ سنتے ہی اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوہ کیسے بلاسٹرز۔ تم نے کیسے بلاسٹرز فٹ کئے ہیں ـــــ" آغا جمشید عمران کی بات سن کر چونک پڑا۔

"بلاسٹرز نہیں جانتے تم۔ تو طاہر بیگ سے پوچھ لو جن کے پھٹنے سے یہ عمارت تنکوں کی طرح بکھر جائے گی اور اس میں موجود ہر شخص کے ریزے فضا میں بکھرے ہوئے ذرات میں مل جائیں گے۔ آغا جمشید ہم تو جان پر کھیل کر یہاں آئے ہیں۔ ہم نے تو بہر حال مرنا ہی ہے لیکن تمہاری موت ہم سے بھی زیادہ عبرتناک ہوگی ـــــ" عمران نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

اور عمران کی بات سنتے ہی ہال میں موجود راؤنڈ ہیڈ کے چہروں پر بے حد سراسیمگی پھیلتی چلی گئی۔

"یہ بکواس کر رہا ہے جناب۔ اگر بلاسٹرز فٹ ہوتے تو ہمیں فوراً پتہ چل جاتا اور دوسری بات یہ کہ اپنی سکرین میں لازماً اس کا ذکر کرتا۔ یہ خواہ مخواہ چکر دے رہا ہے ـــــ" آغا جمشید کے قریب کھڑے آغا جان نے اونچے لہجے میں کہا۔

"اگر تمہیں پتہ چل سکتا تو پھر ہم جیوا فائٹ گروپ کی بجائے جوئیب نائٹ گروپ کہلاتے آغا جان۔ آزمائش شرط ہے۔ تمہاری زندگی کے لمحات گھٹتے جا رہے ہیں ـــــ" عمران نے پہلے سے زیادہ سنجیدہ لہجے میں کہا اور اس بار عمران نے آغا جمشید کے چہرے پر بھی تذبذب اور کشمکش کے آثار ابھرتے دیکھے۔ طاہر بیگ کا رنگ تو بلاسٹرز کا نام سنتے ہی زرد پڑ چکا تھا۔ وہ تو کرسی پر یوں سمٹ گیا تھا جیسے بلاسٹرز اس کے سر پر ہی پھٹنے والا ہو۔

"تم آغا جان۔ فوراً جا کر عمارت کا چپہ چپہ چھان لو۔ پوری طرح تسلی کر آؤ۔ ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے ـــــ" آغا جمشید نے آغا جان سے مخاطب ہو کر کہا اور آغا جان سر ہلاتا ہوا تیزی سے بغلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"رسک لینے کی کیا ضرورت ہے آغا جمشید۔ فوراً یہ عمارت خالی کر کے کسی اور عمارت میں شفٹ ہو جاؤ۔ انہیں بھی ساتھ لیتے جاؤ۔ یہ لوگ بے حد خطرناک ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم بلاسٹرز تلاش نہ کر سکیں اور ـــــ" طاہر بیگ نے آغا جمشید سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ فوری طور پر اس عمارت سے باہر نکل جانا چاہتا ہو۔

" تمہاری بات درست ہے۔ یہ لوگ واقعی خطرناک ہیں " آغا جمشید بھی شاید اسی قسم کے کسی مشورے کا منتظر تھا۔

" موت سے کتنے ڈرتے ہو آغا جمشید۔ صرف دوسروں کو مارنے کے لئے ہی شیر ہو " عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ایسی بکواس کرنے سے تمہاری موت آسان نہیں ہو سکتی عمران۔ میں نے تمہیں عبرت ناک موت مارنے کا فیصلہ کیا ہے " آغا جمشید نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ طاہر بیگ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

" باس کوئی بلاسٹر موجود نہیں ہے۔ میں نے سائنسی طور پر چیک کر لیا ہے " اسی لمحے دروازے سے آغا جان نے داخل ہوتے ہوئے کہا۔

" میرا خیال ہے کوئی رسک نہ لیا جائے بلکہ کسی اور پوائنٹ پر جا کر ان کا خاتمہ کیا جائے " طاہر بیگ نے فوراً ہی کہا۔ اسے شاید بھاگنے کی جلدی تھی۔

" باس یہ سب ان کا چکر ہے۔ یہ باہر نکلتے ہی فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ اگر آپ نے عمارت خالی کرنی ہی ہے تو کم از کم انہیں گولی مار دی جائے۔ ویسے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں عمارت میں کوئی بلاسٹر نصب نہیں ہے " آغا جان نے کہا۔

" ہمارا سامان چیک کیا ہے تم نے آغا جان۔ اس میں آپریشن مشین موجود ہوگی۔ جس پر دس منٹ کا وقت بھی تمہیں نظر آ جائے گا اور میرا خیال ہے صرف دو منٹ باقی رہ گئے ہوں گے " عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

" اوہ فوراً ان کا سامان چیک کرو۔ آپریشن مشین آف کر دو۔ جلدی

اب یہاں سے نکلنے کا وقت بھی نہیں رہا " آغا جمشید نے چیختے ہوئے انداز میں کہا اور آغا جان تیزی سے دوڑتا ہوا واپس دروازے سے باہر نکل گیا۔

" اب بھی وقت ہے آغا جمشید۔ ہمارے ساتھ صلح کر لو۔ ہمیں بھی الفقرہ میں کام کرنے کا موقع دو۔ تم ہمیں چھیڑو۔ نہ ہم تمہیں۔ ورنہ اگر تمہیں منظور ہے تو میں ایک لمحے میں یہاں کھڑے کھڑے بلاسٹر ناکارہ کر سکتا ہوں۔ تمہیں بتا دوں کہ اس کا سسٹم میرے منہ میں موجود ہے۔ صرف دانتوں کو دبانے سے پوری عمارت کو اڑا سکتا ہوں " عمران نے اچانک تیز لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے ایک لمحے کے لئے مخصوص انداز میں پلکیں جھپکائیں اور پھر سیدھا ہو گیا۔

" بکواس۔ تم اب نیا چکر دینا چاہتے ہو " آغا جمشید نے چیختے ہوئے کہا۔ عمران کی لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہوئی باتوں نے اسے واقعی چکرا دیا تھا۔

" انہیں گولی مار دو آغا جمشید۔ زیادہ چکر میں نہ پڑو۔ یہ شیطان ہیں شیطان " طاہر بیگ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" بائیں دیوار خالی کر دو۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ واقعی ہمیں چکر دے رہا ہے " آغا جمشید نے چیختے ہوئے کہا اور بائیں طرف کی دیوار کے ساتھ کھڑے ہوئے راؤنڈ ہیڈز تیزی سے بھاگتے ہوئے ان کے قریب سے گزر کر دوسری سائیڈوں میں جانے لگے۔

" ان میں گھس جاؤ۔ جلدی کرو " عمران نے چیخ کر کہا اور دوسرے لمحے عمران اور اس کے ساتھی بجلی کی سی تیزی سے اچھلے اور پھر وہ بھاگتے ہوئے راؤنڈ ہیڈز میں شامل ہو گئے۔ عمران نے وہیں سے

چھلانگ لگائی اور تیزی سے ایک راؤنڈ ہیڈ کی سٹین گن چھین کر وہ بھی راؤنڈ ہیڈز کی بھیڑ میں گھستا چلا گیا۔

"فائر۔ فائر کر دو" ——— آقا جمشید نے ان سب کو اس طرح راؤنڈ ہیڈز میں محفوظ ہوتے دیکھ کر چیخ کر کہا۔ لیکن ظاہر ہے وہ لوگ ان میں اس طرح شامل ہو چکے تھے کہ کسی کو بھی فائر کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور اسی لمحے عمران نے ٹریگر دبا دیا اور ہال کے درمیان میں جلتا ہوا فانوس ایک زوردار دھماکے سے نیچے گرا اور ہال میں اچانک گھپ اندھیرا سا چھا گیا۔ اندھیرا ہوتے ہی ہال میں خوف ناک بھگدڑ مچ گئی۔ ہر شخص جان بچانے کے لئے دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔

"ٹارچ لائٹ" ——— آقا جمشید کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی لیکن ظاہر ہے کوئی رکتا تو لائٹ بھی آن کرتا۔ دروازے کے پٹ زوردار دھماکوں سے ٹوٹ چکے تھے اور اب ہال میں چیخوں کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔

جیسے ہی آقا جمشید کے حلق سے لائٹ کی آواز نکلی عمران جو اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اندازے سے ہی اس پر جھپٹ پڑا۔ آقا جمشید نے اسے جھٹکنے کی کوشش کی لیکن عمران تو کسی جونک کی طرح اس سے چمٹ گیا تھا اور پھر عمران نے بڑی پھرتی سے اس کے حرام مغز پر اپنے انگوٹھے کا بھرپور دباؤ ڈال دیا۔ اور وہ کسمسا کر جیسے ہی اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتا ہوا آقا جمشید عمران کے ہاتھوں میں جھول گیا۔ عمران نے اس کا اعصابی نظام وقتی طور پر مفلوج کر دیا تھا۔ آقا جمشید کے ڈھیلے پڑتے ہی عمران اسے ایک جھٹکے سے ایک کونے میں گھسیٹ لے گیا۔

"شکیل، کیپٹن شکیل" ——— عمران نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب میں یہاں ہوں" ——— قریب سے ہی کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے شکیل اس کے قریب پہنچ گیا۔

[illegible]

اب اندھیرے میں عمران کو کچھ کچھ نظر آنے لگ گیا تھا۔ دروازے سے پہ

تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ البتہ دروازے کے پاس ابھی چند سانپ ٹیڑھے میڑھے انداز میں پڑے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

"اس کو سنبھالو۔ یہ ترپ کا پتہ ہے"۔ عمران نے کہا اور ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے آغا جمشید کو اس نے کیپٹن شکیل کی طرف دھکیل دیا اور خود اچھل کر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"ہم سب موجود ہیں عمران"۔ اچانک ہال کے کونوں سے عمران کو اپنے ساتھیوں کی آوازیں سنائی دیں۔

"گڈ شو۔ تم نے عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ سٹین گنیں سنبھال لو"۔ عمران نے دروازے کے قریب پہنچتے ہوئے کہا اور وہ سب مختلف کونوں سے نکل کر عمران کے قریب پہنچ گئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں سٹین گنیں موجود تھیں۔

"ہم آپ کا آئیڈیا سمجھ گئے تھے۔ اس لئے ہال میں رہ گئے ورنہ سب سے پہلے باہر ہوتے"۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا اس کا مطلب ہے ابھی جوانی کی رمق تم میں موجود ہے۔ جو آنکھوں کے اشارے سمجھ لیتے ہو"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر دروازے سے باہر محتاط انداز میں جھانکنے لگا۔ باہر راہداری خالی پڑی ہوئی تھی۔ تنگ سی راہداری میں بھی دو راؤنڈ ہیڈز بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔

"آ جاؤ۔ اس آغا جمشید کو بھی لے آؤ"۔ عمران نے ہاتھ ہلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا اور پھر وہ سب تیزی سے اس راہداری میں دوڑتے چلے گئے۔ راہداری کے آخر میں سیڑھیاں اوپر کی طرف جا رہی تھیں۔ عمران

سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر موجود دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس کی دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کا مخالف دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ سب اس کمرے میں پہنچ گئے۔ کیپٹن شکیل نے آغا جمشید کو کاندھے پر لادا ہوا تھا۔ دروازے کی دوسری طرف ایک راہداری تھی۔ عمران نے احتیاط سے جھانک کر باہر دیکھا۔ راہداری خالی پڑی ہوئی تھی۔ شاید سارے راؤنڈ ہیڈز جانیں بچانے کے لیے عمارت سے باہر نکل گئے تھے۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور پھر وہ سب راہداری میں پہنچ گئے۔ راہداری کا اختتام اس راہداری میں ہوا جس میں دفتر موجود تھا اور جس کا دوسرا سرا بار ہال میں تھا۔ عمران تیزی سے اس دفتر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے باقی ساتھی بھی اس کی پیروی کر رہے تھے۔ عمران دفتر میں داخل ہوتے ہی تیزی سے اس میز کی طرف بڑھا جس پر ان کا سامان بکھرا ہوا پڑا تھا۔

"سامان سنبھالو۔ جلدی کرو۔ اور صفدر تم بلاسٹر جا کر اسی ہال میں فٹ کر دو۔ جلدی کرو۔ تنویر اور چوہان تم دونوں ہال والے دروازے پر پہرہ دو۔ کوئی نظر آئے اسے گولی مار دینا"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر وہ تیزی سے ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری کھولی تو اسے اس میں ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر پڑا ہوا نظر آ گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی اس میں سے تیز سیٹی کی آواز نکلنے لگی اور اس پر موجود سرخ رنگ کا ایک بڑا سا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو ہیلو آغا جمشید کالنگ اوور"۔ عمران نے آغا جمشید کے

لہجے میں چیختے ہوئے کہا۔

"یس باپان اٹینڈنگ" اور ــــــ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے باپان کی آواز ابھری۔

"اُلو کے پٹھے۔ تم لوگ کہاں مر گئے ہو۔ آغا جان کہاں ہے" اور عمران نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"آغا جان جھگڑے میں شدید زخمی ہو گیا ہے باس۔ اسے ہسپتال بھیج دیا گیا ہے۔ باس ہم باہر موجود ہیں۔ باس اندر بلاسٹر لگے ہوئے ہیں" اور باپان نے خوف سے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یو فول نانسنس۔ بزدل ہو تم۔ بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔ جب آغا جان نے کہہ دیا تھا کہ بلاسٹرز نہیں ہیں تو پھر" اور ــــــ عمران نے آغا جمشید کے لہجے میں اور زیادہ جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے صفدر دوبارہ دفتر میں داخل ہوا۔ اس نے سر ہلا کر بتا دیا کہ وہ بلاسٹر نصب کر آیا ہے۔

"یس باس سب بھاگ پڑے باس" اور ــــــ باپان نے پہلے سے زیادہ کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھا سنو۔ اب میرے بعد تم انچارج ہو۔ سب کو اکٹھا کر کے اسی ہال میں پہنچو۔ میں نے مخالفوں کو تہہ خانے میں قید کر دیا ہے۔ کوئی راؤنڈ ہیڈ باہر نہ جانے۔ جلدی کرو" اور ــــــ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"م م مگر باس وہاں تو لاسٹ۔۔۔" اور ــــــ باپان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اُلو کے تخم وہاں فانوس کے علاوہ بھی لائٹیں ہیں۔ جلدی کرو۔ پہنچو جلدی۔ یہ تمام نمبر ساتھ لے جاؤ۔ جب سب پہنچ جائیں تو مجھے کال کرو" اور ــــــ عمران نے کہا۔

"بہتر باس" اور ــــــ باپان نے کہا۔

"اوور اینڈ آل" ــــــ عمران نے چیخ کر کہا اور فوراً ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے صفدر سے کہا۔

"جلدی سے تنویر اور چوہان کو بلاؤ۔ جلدی اندر بلاؤ وہ انہیں دیکھ نہ لیں" ــــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور صفدر اس کی بات سنتے ہی تیزی سے واپس بھاگا۔ چند لمحوں بعد وہ تنویر اور چوہان کو ہمراہ لے کر کمرے میں آ گیا۔

"دروازہ بند کر دو اور کیپٹن شکیل الماری میں میک اپ کا سامان موجود ہے۔ تم جلدی سے آغا جمشید کا میک اپ کرو۔ اور اس کا لباس پہن لو جلدی کرو" ــــــ عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور کیپٹن شکیل مقتول پڑے ہوئے آغا جمشید کو اٹھا کر ملحقہ غسل خانے میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر آیا تو وہ آغا جمشید کے میک اپ میں تھا۔ صرف سر پہ گنجے والا خول موجود نہ تھا۔

"صفدر تم اپنے والا خول اسے دے دو" ــــــ عمران نے صفدر سے کہا۔ اور صفدر نے اپنے سامان میں سے خول والی ڈبیا نکال کر کیپٹن شکیل کو دے دی۔ کیپٹن شکیل نے اسے سر پر اچھی طرح چڑھا لیا۔ اب وہ گنجا نظر آ رہا تھا۔ جس جگہ خول کی درز پیشانی پر پڑتی تھی وہاں اس نے مخصوص پٹی باندھ لی۔ اس طرح یہ خول شک کی حدود سے باہر ہو گیا۔ وہ آغا جمشید کو باہر

لے آیا تھا۔ اس نے آغا جمشید کو اپنا لباس پہنا دیا تھا۔ عمران نے فوراً ہی اپنی جیکٹ سے میک اپ باکس نکالا اور مفلوج پڑے ہوئے آغا جمشید پر کیپٹن شکیل کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔

- اس کے بالوں کا کیا ہو گا ---- کیپٹن شکیل نے کہا۔

- ہاں یہی مسئلہ ہے۔ یار تم بھی راؤنڈ ہیڈ ہوتے تو کم از کم اس وقت یہ الجھن نہ ہوتی ---- عمران نے میک اپ باکس کے نچلے حصے کو دباتے ہوئے کہا۔ نچلا حصہ کسی ڈھکن کی طرح کھل گیا تو عمران نے اندر سے موجود ایک پلاسٹک رول سا باہر نکال لیا۔ اس رول پر پلاسٹک کے ننھے ننھے چھوٹے چھوٹے سیاہ رنگ کے بال موجود تھے۔ عمران نے یہ رول آغا جمشید کی گنجی کھوپڑی پر چپکانا شروع کر دیا اور چند ہی لمحوں بعد آغا جمشید کی گنجی کھوپڑی بالوں سے پر ہو چکی تھی۔ عمران نے باقی رول باکس میں رکھا اور اسے بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔

- ویری گڈ۔ یہ واقعی نیا آئیڈیا ہے ---- کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

- سنو کیپٹن شکیل اب تم نے اسے اٹھا کر ہال میں لے جانا ہے اور پھر اس کے حرام مغز کی پچھلی رگ کو تین بار دبا دینا۔ اس رگ کے اس طرح دبنے کے دو منٹ بعد یہ صحیح ہو جائے گا۔ رگ دبانے کے فوراً بعد تم تمام [illegible] جمشید کو یہ بات کہتے جانا کہ اس کی حفاظت کریں۔ یہ لاکھ چیختا چلاتا رہے کہ میں آغا جمشید ہوں۔ باس کی بات نہ ماننا۔ اس دوران ہم عمارت سے باہر نکل جائیں گے۔ اور تم بھی باہر آ جانا یہ کہہ کر کہ باقی آدمیوں کو لینے جا رہا ہوں۔ ہم اسٹیشن ویگن میں موجود ہوں گے۔ تمہارے باہر آتے ہی ہم ٹرانسمیٹر اٹھا

ڈال دے گا۔ اس طرح یہ سب اکٹھے ہی ایک قبر میں دفن ہو جائیں گے ---- عمران نے کیپٹن شکیل کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

- ٹھیک ہے ایسا ہی ہو گا ---- کیپٹن شکیل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا۔ ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ عمران نے آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

- بابان کالنگ باس۔ اوور ---- بابان کی آواز سنائی دی۔

- یس۔ باس سپیکنگ۔ کیا رپورٹ ہے۔ اوور ---- عمران نے آغا جمشید کے لہجے میں پوچھا۔

- باس حکم کی تعمیل ہو چکی ہے۔ ہم سب ہال میں پہنچ گئے ہیں۔ لائٹ آن کر لی گئی ہے باس۔ اوور ---- بابان نے کہا۔

- او کے۔ میں آ رہا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔ اوور اینڈ آل ---- عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

- چلو شکیل لے جاؤ اسے ---- عمران نے کیپٹن شکیل سے کہا اور کیپٹن شکیل نے فرش پر پڑے ہوئے آغا جمشید کو اٹھایا۔ اور دروازے سے باہر نکل گیا۔

- آؤ اب ہم سب نکل چلیں ---- عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اور پھر جیسے ہی کیپٹن شکیل دوسری راہداری میں مڑا۔ عمران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ راہداری میں چلتا ہوا عمارت کے باہر پہنچ گیا۔ باہر اندھیرا تھا اور کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ اس لیے وہ تیزی سے کمپاؤنڈ گیٹ سے نکل کر سڑک کی دوسری طرف کھڑی ہوئی اسٹیشن ویگن کی طرف بڑھتے چلے گئے پھر جیسے ہی وہ اسٹیشن ویگن میں سوار ہوئے انہیں کمپاؤنڈ گیٹ سے کیپٹن شکیل

آغا بشیر کے روپ میں باہر آتا دکھائی دیا۔

"وہ ٹھیک ہو گیا ہے"۔۔۔ عمران نے چیخ کر پوچھا۔

"ہاں۔ اور اب اپنے ساتھیوں کو گالیاں دے رہا ہے کہ وہ اصلی آغا بشیر ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جلدی سے ویگن میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں"۔۔۔ عمران نے کہا اور جیب سے ایک چھوٹا سا باکس نکال لیا جس کے اوپر ایک ڈائل تھا اور نیچے ایک بٹن اور ناب موجود تھی۔ عمران نے تیزی سے بٹن دبا دیا تو ڈائل روشن ہو گیا اور پھر عمران کی ناب گھمانے سے سوئی ایک طرف موجود سرخ رنگ کے حروف ڈی کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ جب سوئی ڈی کے قریب پہنچی۔

"ارے وہ تو نکل رہے ہیں"۔۔۔ اچانک جولیا نے چیخ کر کہا اور عمران نے سر اٹھا کر دیکھا تو عمارت سے راؤنڈ ہیڈ تیزی سے باہر نکل رہے تھے۔

"چلو۔ جو نکل گئے۔ ان کی قسمت"۔۔۔ عمران نے کہا اور بٹن کو انگوٹھے سے دبا دیا۔ دوسرے لمحے عمارت کے اندر ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور پھر آگ اور گرد و غبار کا ایک بادل سا آسمان کی طرف اٹھتا چلا گیا۔ دھماکے کے ساتھ ہی اندر سے چیخوں کا شور سا بلند ہوا اور پھر دھماکے کی گونج میں ہی ختم ہو گیا۔ باہر نکلنے والے کچھ افراد تو بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے جبکہ باقی ملبے کی زد میں آ گئے۔

عمران نے مشین جیب میں ڈالی اور پھر اسٹیشن ویگن کو تیز رفتاری سے چلاتے ہوئے تیزی سے ایک طرف بھگاتا چلا گیا۔

"جولیا فائٹ گروپ آخرکار جیت ہی گیا"۔۔۔ صفدر نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

"کہاں جیت گیا۔ ابھی راؤنڈ ہیڈ کا سربراہ تو موجود ہے"۔۔۔ عمران نے مسکرا کر کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں۔ واقعی یہ تو موجود ہے"۔۔۔ جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن شکیل نے جلدی سے سر سے ٹوپی اتار کر غلاف اتارنا شروع کر دیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ جلد از جلد اپنے اصل روپ میں آنا چاہتا ہو اور اس کے اس انداز کو دیکھتے ہوئے سب بے اختیار ہنسنے لگے۔

"ارے اتنی کیا جلدی ہے کیپٹن شکیل رہنے دو۔ وہاں ایکریمیا میں ہیڈز لڑکیوں میں بڑے مقبول ہوتے ہیں"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں بڑے مقبول ہوتے ہوں گے۔ تاکہ لڑکیاں ان کے سر پہ چپلیں مار سکیں اور میرا فی الحال چپلیں کھانے کا موڈ نہیں ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور اس بار سب کے حلق سے نکلنے والے قہقہے سے اسٹیشن ویگن گونج اٹھی۔

ختم شد